اسلام اور مغربی فکر و تہذیب میں

اصطلاحات و تصوّرات

کا ایک تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر محمد امین

مکتبہ البرہان

Marfat.com

Marfat.com

اسلام اور مغربی فکر و تہذیب میں

اصطلاحات و تصورات کا ایک تقابلی مطالعہ

223331
DATA ENTERED

ڈاکٹر محمد امین

معاونت

شافعیہ جمیل

مکتبہ البرہان

۱۳۶ نیلم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

Marfat.com

297.47
J 34P
۱۲۸۵۹

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : اسلام اور مغربی فکر و تہذیب میں
اصطلاحات و تصورات کا ایک تقابلی مطالعہ

مصنف : ڈاکٹر محمد امین

معاونت : شافعیہ جمیل

ایڈیشن : اول

قیمت : -/150 روپے

ناشر : مکتبہ البرہان، لاہور

Marfat.com

مشمولات - ایک نظر میں

مقدمہ:		۹
باب اول:	دینی ونظریاتی اصطلاحات وتصورات	۱۷
باب دوم:	عبادات سے متعلق اصطلاحات وتصورات	۳۶
باب سوم:	اخلاق واقدار سے متعلق اصطلاحات وتصورات	۵۲
باب چہارم:	علم وتعلیم سے متعلق اصلاحات وتصورات	۷۶
باب پنجم:	معاشرتی اصطلاحات وتصورات	۹۷
باب ششم:	معاشی اصطلاحات وتصورات	۱۲۲
باب ہفتم:	سیاسی اصطلاحات وتصورات	۱۴۳
باب ہشتم:	قانونی اصطلاحات وتصورات	۱۶۰
باب نہم:	فلسفہ سے متعلق اصطلاحات وتصورات	۱۸۴

Marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ	۹
باب اول: دینی اور نظریاتی اصطلاحات وتصورات	۱۷
دین، مذہب اور تہذیب	۱۸
عقیدہ: توحید، رسالت، آخرت	۲۱
ورلڈ ویو: تصور انسان، تصور الٰہ اور تصور کائنات	۲۵
عقل کا کردار	۲۹
امت کا تصور	۳۱
قوموں کا عروج وزوال	۳۳
باب دوم: عبادات سے متعلق اصطلاحات وتصورات	۳۶
عبادات	۳۷
نماز	۳۸
ذکر، تلاوت، دعا، احسان	۴۰
زکوٰۃ	۴۲
روزہ	۴۳
حج	~~

Marfat.com

باب سوم: اخلاق واقدار سے متعلق اصطلاحات وتصورات ۵۲

اخلاق ۵۳

فضائل اخلاق: ۵۴

عفت، صدق، شجاعت، اعتدال، رحم، شرم وحیاء، شفقت ومحبت ۵۴

رزائل اخلاق: ۵۹

حب دنیا، فحاشی، عریانی وبے حیائی، لہوولہب، شکم پروری، ۵۹
جنس پرستی، ڈیپریشن ومایوسی، خودرائی، کسبِ حرام، شراب نوشی
منشیات کا استعمال، رقص وسرود۔

اقدار: ۶۹

آزادی، مساوات، رواداری، معیارِ عزت ۶۹

باب چہارم: علم وتعلیم سے متعلق اصطلاحات وتصورات ۷۶

تصور علم یا فلسفہ علم ۷۷

مآخذ علم ۷۷

علم کا دائرۂ کار وترجیحات ۷۹

علوم کی تقسیم: علوم نقلیہ، علوم آلیہ، علوم عقلیہ ۸۰

حصول علم ۸۳

مقاصد تعلیم ۸۳

نصاب تعلیم ۸۴

استاد کا کردار ۸۵

طالب علم ۸۶

ہم نصابی سرگرمیاں ۸۷

Marfat.com

تعلیمی انتظامیہ	۸۸
تعلیم نسواں	۸۹
دینی/مذہبی تعلیم	۹۱
دعوت دین وتبلیغ	۹۳
تربیت یا تصوف وتزکیۂ نفس	۹۵
تشکیک وارتیابیت	۹۷
باب پنجم: معاشرتی اصطلاحات وتصورات	۱۰۱
معاشرہ	۱۰۲
خاندان	۱۰۳
عورت ومرد کی مساوات	۱۰۵
نکاح، طلاق	۱۰۷
حقوق وفرائض: والدین، میاں بیوی، اولاد، ہمسائے	۱۱۱
پردہ	۱۱۷
امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۱۱۸
فیملی پلاننگ، برتھ کنٹرول اور اسقاط حمل	۱۱۹
باب ششم: معاشی اصطلاحات وتصورات	۱۲۲
معاشیات کی حیثیت	۱۲۳
مال کی تعریف	۱۲۴
رزق	۱۲۵
حلال وحرام	۱۲۶
جمع مال وحرص	۱۲۷

Marfat.com

توکل وقناعت، زہد	۱۲۸
سودی کاروبار، بنک اور قرض	۱۳۰
انفاق، اسراف اور بخل	۱۳۴
تقسیم دولت	۱۳۶
مالیات: انشورنس، قیمتوں کا تعین	۱۳۷
ذخیرہ اندوزی	۱۴۰
انڈسٹریلائزیشن	۱۴۱
باب ہفتم: سیاسی اصطلاحات وتصورات	۱۴۳
سیاسی نظام	۱۴۴
ریاست	۱۴۶
حاکمیت اعلیٰ	۱۴۸
حب وطن	۱۵۰
شورائیت وجمہوریت	۱۵۱
دستور وآئین	۱۵۳
اجتہاد، پارلیمنٹ اور قانون سازی	۱۵۵
شہریت اور اقلیتوں کے حقوق	۱۵۸
باب ہشتم: قانونی اصطلاحات وتصورات	۱۶۰
شریعت، فقہ، قانون	۱۶۱
شارع رمجتہدین رقانون ساز	۱۶۲
اصول فقہ راصول قانون	۱۶۵
تقلید وجمود	۱۶۵

Marfat.com

دستوروآئین ۱۶۷

اسلامی قانون یاحکم شرعی ۱۶۸

عقوبات: جرم وسزا کا فلسفہ، سزا کی اقسام ۱۷۳

گواہی، اثبات جرم ۱۷۸

حقوق: حقوق اللہ، حقوق العباد اور بنیادی انسانی حقوق ۱۸۱

باب نہم: فلسفہ سے متعلق اصطلاحات وتصورات ۱۸۴

شعبے اور دائرۂ کار ۱۸۵

طرزِ فکر ۱۹۲

ورلڈ ویو ۱۹۶

وجودیات ۱۹۷

مادہ، حیات، صداقت، روح، تصورِ انسان

وجودیت، خودمختاریت، مصدقہ وجود

مابعد الطبیعیات ۲۱۱

اصولِ تصدیق پذیری، تکوینیات

علمیات ۲۱۵

عقلیت پسندی، تجربیت پسندی، وحی، عقل، حقائق اور مظاہر

خالی سلیٹ

قدریات ۲۲۴

اخلاقیات، خودمرکزیت، لذتیت، افادیت پسندی، نتائج پسندی

Marfat.com

مقدمہ

۱- اس کتاب میں اسلام اور مغربی فکر و تہذیب (جو اصلاً ایک دین اور نظام زندگی ہی ہے) کی اہم اصطلاحات و تصورات کا ہلکے پھلکے اور عام فہم انداز میں تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک ابتدائی اور تعارفی مطالعہ ہے کوئی بہت علمی اور تحقیقی کام نہیں ہے۔ ہم نے اس میں نہ حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے اور نہ بہت گہرائی میں جا کر دقت نظر اور فلسفیانہ اسلوب میں گفتگو کی ہے بلکہ یہ مواد ہم نے اپنے ایک طالب علم کو املاء کروایا۔ پھر اس پر نظر ثانی کر کے اسے فائنل کر دیا۔ یہ کام دینی مدارس، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلبہ اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ہے اور سادہ اور عام فہم اسلوب میں ہے تا کہ انہیں اسلام اور مغربی فکر و تہذیب کی اصطلاحات و تصورات میں فرق نمایاں طور پر نظر آ سکے اور وہ ان کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر اختیار کر سکیں اور ان کے بارے میں صحیح اور متوازن ردّ عمل دے سکیں۔

ہمارے ذہن میں ہے کہ مستقبل میں اس کام کا ایک علمی ورژن بھی تیار کریں جس میں باقاعدہ حوالہ جات اور اقتباسات ہوں تا کہ یونیورسٹی محققین، پروفیسرز اور اہل دانش اس سے استفادہ کر سکیں۔

۲- اس تقابلی مطالعے کے نتیجے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلام اور مغربی فکر و تہذیب دونوں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں۔ اس کے لیے ہم نے یہ کیا ہے کہ عقائد و افکار اور ورلڈ ویو سے لے کر عبادات و اخلاق اور عملی زندگی کے بڑے بڑے شعبوں میں سے ہر اہم شعبے کو لے کر، جیسے تعلیم، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون وغیرہ میں ان دونوں ادیان کی اصطلاحات و تصورات کو یکجا بیان کر دیا ہے جس سے ان دونوں کا ایک دوسرے

Marfat.com

سے مختلف اور متضاد ہونا واضح ہوتا چلا جاتا ہے تاہم کہیں کہیں، جہاں ہم نے ضرورت محسوس کی ہے، 'تقابل' کے عنوان سے ہم نے ان کا مختصر تقابلی مطالعہ کا اہتمام بھی کر دیا ہے۔

۳- سوال یہ ہے کہ اسلامی اور مغربی اصطلاحات وتصورات کے اس تقابلی مطالعہ کی ضرورت کیا ہے؟ یا یوں کہیے کہ ہمیں اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

i۔ ہمارے دین کی رو سے ہر مسلمان کی یہ ذاتی اور انفرادی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق گزارے تاکہ وہ اس دنیا میں بھی حسنات سے بہرہ ور ہو سکے اور آخرت میں بھی کامیاب وکامران ٹھہرے اور اللہ کی خوشنودی سے متمتع ہو اور اس کی ابدی نعمتوں کا مستحق ٹھہرے۔

ii- اسی طرح مسلم امت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم معاشرے اور ریاست کو الٰہی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح چلائے کہ مسلم معاشرہ اور مسلم ریاست نہ صرف اسلام کی اجتماعی تعلیمات پر عمل کرے بلکہ فرد کو بھی دینی تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور اس کام میں اس سے یکجہتی اور تعاون کا مظاہرہ کرے۔

iii- جب تک مسلم فرد، معاشرے اور ریاست نے یہ فریضہ انجام دیا، مسلمان دنیا میں کامیاب اور طاقتور اور اپنے مخالفین پر غالب اور بالادست رہے لیکن جب انہوں نے ایمان وعمل میں کمزوری کی وجہ سے اس کام میں کوتاہی کی تو قرآن واسلام کو مطلوب فرد پیدا ہونا بند ہو گیا اور مسلم معاشرے اور ریاست کو بھی گھن لگ گیا۔

iv- حریف مغربی فکر وتہذیب کی علم بردار قوتوں اور ممالک نے اس دیمک زدہ مسلم معاشرے کی عمارت کو اپنی سازشوں سے مزید کمزور کیا اور دھکا دے کر اسے گرا دیا۔ اپنی ماضی کی شکستوں کا ان سے وحشیانہ انتقام لیا، ان کے علاقوں پر قبضہ کر کے انہیں غلام بنا لیا اور انہیں خوب کچلا اور لوٹا کھسوٹا۔ اور پھر انہیں ہمیشہ کے لیے اپنا دست نگر اور تابعدار رکھنے کے لیے ان پر فکری یلغار کی۔ ان کے نظام تعلیم وتربیت کی سابقہ بنیادوں کو گرا کر اپنی فکر و

Marfat.com

تہذیب کے مطابق ان کی تشکیل نو کی اور نہ صرف یہ بلکہ معاشرے اور ریاست کے سارے شعبہ ہائے حیات کو پرانی بنیادوں سے محروم کر کے انہیں اپنے فکری ڈھانچے کے مطابق نئے سرے سے استوار کیا اور مسلمان چونکہ شکست خوردہ تھے لہٰذا وہ اس کی مکمل مزاحمت تو نہ کر سکے لیکن ان میں سے جن عناصر میں کچھ فکری قوت اور دینی حمیت باقی تھی انہوں نے حسبِ طاقت اس کی مزاحمت بھی کی اور اپنے علوم و اقدار کو ان کی دست برد سے بچانے کے جتن بھی کیے جس میں ان کو کچھ جزوی کامیابی بھی ہوئی۔

۷- پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں مغربی ممالک باہم لڑ کر کمزور ہوئے اور مسلمان آزادی کے لیے مزاحمت بھی کر رہے تھے چنانچہ انہیں مجبوراً مسلم ممالک کو آزادی دینا پڑی لیکن انہوں نے کوشش کی کہ یہ 'آزادی' محدود اور برائے نام ہو اور اس میں بھی انہیں کافی حد تک کامیابی ملی کیونکہ وہ مسلمانوں کے سربرآوردہ طبقات کی ذہن سازی اپنی فکر و تہذیب کے مطابق کر چکے تھے اور انہیں بآسانی مسلمانوں میں سے ایسے لوگ مل گئے جو نئے آزاد ہونے والے ممالک کو ان کی مرضی کے مطابق یعنی اسلام کی بجائے مغربی فکر و تہذیب کے مطابق چلانے کے لیے تیار تھے چنانچہ آج بھی (جب کہ مسلمان ممالک کو آزاد ہوئے نصف بلکہ پون صدی ہو رہی ہے) اکثر مسلم ممالک میں ان کی مرضی کے مسلمان حکمران ہیں جو ان کی پالیسیوں اور مفادات کو لے کر چل رہے ہیں اور بیوروکریسی، فوج، پولیس، عدلیہ، تعلیم، ادب، میڈیا، تجارت وغیرہ اکثر شعبہ ہائے حیات میں ان کی فکر و تہذیب کے پیرو اور علم بردار موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں اور ان میں سے کئی نمازیں پڑھتے اور روزے بھی رکھتے ہیں اور گزارنا چاہتے ہیں بلکہ قوم اور معاشرے کو بھی اسی کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔

vi- اگرچہ مسلم معاشرے میں ایسے افراد اور جماعتیں و ادارے بھی موجود ہیں جو اس کے برعکس اسلام کے علم بردار ہیں لیکن ان میں سے بھی بہت سے یا تو کمزور قوت ارادی

Marfat.com

کی وجہ سے نہ صرف موثر دینی کام نہیں کر پا رہے بلکہ اس سیلاب میں بہے چلا جا رہے ہیں یا اپنی بے عقلی، کور نگاہی، شیطان کی چالوں میں پھنس کر نفس کی غلامی، اخلاص سے محرومی اور دشمنوں کی سازشوں کا ادراک نہ کر سکنے کی وجہ سے مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب کو رد کرنے اور اس کی مزاحمت کرنے کی بجائے آپس میں دست و گریبان ہیں اور اہل مغرب کی سازشوں اور ان کے مقامی حواریوں کی منصوبہ بندیوں کا توڑ نہیں کر پا رہے لہٰذا کامیابی سے کوسوں دور ہیں۔

vii- خصوصاً فکری اور علمی سطح پر کام کے حوالے سے ہمارے علمبرداران دین کی حالت بڑی پتلی ہے۔ جدید تعلیم ادارے، سکول، کالج اور یونیورسٹیاں، سول سروس، فوج پولیس، اساتذہ اور عدلیہ..... کے تعلیمی و تربیتی ادارے سب آج بھی اسی منہج پر کام کر رہے ہیں جس پر لارڈ میکالے نے نہیں ڈالا تھا اور سرسید نے علی گڑھ میں جس کی تجسیم کی تھی۔ دینی لوگوں کے تعلیمی ادارے بھی آج کل بالعموم اسی منہج پر کام کر رہے ہیں اور مغربی فکر و تہذیب کو برومند کرنے کا کام کر رہے ہیں اور اسے اسلام کے عین مطابق بھی قرار دے رہے ہیں۔

پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا، جو غیر رسم تعلیم اور ذہن سازی میں آج غالباً دیگر سب ذرائع ابلاغ اور تعلیمی اداروں سے آگے نکل گیا ہے۔ اس پر تو مغرب پرستوں کا تقریباً کنٹرول ہے اور وہ بڑی قوت سے اپنا منفی کردار ادا کر رہا ہے۔

جہاں تک دینی مدارس کا تعلق ہے ان بچاروں کو غالباً اس چیلنج کی سنگینی کا ادراک ہی نہیں جو اس جدید تہذیب کی وجہ سے امت کو درپیش ہے لہٰذا انہوں نے اس سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ وہ مغربی تہذیب کا مطالعہ نہیں کرتے کہ اسے سمجھ سکیں یا رد کر سکیں یا اس کی مزاحمت کر سکیں بلکہ وہ تو آج بھی انگریزی پڑھنے پڑھانے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کہیں مغرب کی سمجھ نہ آ جائے۔

viii- اس سب کے باوجود کچھ مسلم ممالک سر اٹھانے لگے۔ پاکستان نے ایٹم بم بنا

Marfat.com

لیا،عراق نے مضبوط عسکری ڈھانچہ کھڑا کرلیا، ملائیشیا مالی طور پر مضبوط ہوگیا اور افغانستان نے تو قرون اولی کی طرف کی اسلامی حکومت قائم کرلی چنانچہ اہل مغرب (امریکہ ویورپ اوران کے حلیفوں.....کہ الکفر ملة واحدة) کا پیمانہ صبرلبریز ہوگیا اورانہوں نے ایک ایک کرکے ان مسلم ممالک کواپنی مہیب جنگی مشینری اوراسلحی قوت سے تاراج کردیا۔

اس کے ساتھ پرامن حملے یعنی پرامن ذرائع سے مسلم معاشرے میں مغربی فکر وتہذیب کے فکری وعملی غلبے کے لیے اپنے پروگرام کومزید پختہ ومضبوط کردیا یعنی ان کے تعلیم،میڈیا،ادب،ثقافت وغیرہ کے ذہن سازی کے اداروں کواپنے ڈھب میں ڈھالنے اورسیاسی،فوجی،تجارتی.....لحاظ سے مسلمان ممالک کومزید کمزوراوراپنامحتاج بنانے کے لیے اپنی منصوبہ بندی کومزید موثر ومضبوط بنانے کے لیے اقدامات کرلیے۔

ix- خلاصہ یہ کہ ہمارے تجزیے کے مطابق مغربی فکروتہذیب آج مسلم امت کے لیے سب سے بڑا علمی وعملی چیلنج ہے ہرعہد کا ایک فتنہ ہوتا ہے اوراسلام کے لیے ہمارے عہد کا سب سے بڑا فتنہ مغربی فکروتہذیب ہے۔

x- اوریہ بھی یادرہے کہ جب یونانی تہذیب کا فکری حملہ ہوااور جب تاتاریوں نے مسلم دنیا کے ایک بڑے حصے کوتاخت وتاراج کیا تو اس وقت مسلم فکروتہذیب غالب تھی مغلوب نہ تھی۔مسلم معاشرے کا فکری وعملی ڈھانچہ مضبوط بنیادوں پر قائم تھالہذا وہ ان فکری وعملی جھٹکوں کوسہہ گیا لیکن آج مغربی فکروتہذیب کا حملہ علمی بھی ہے اور عملی بھی اور مسلم تہذیب پہلے ہی مغلوب ونحیف ہے لہٰذا اسلام کے علم برداروں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صورت حال کی اس نزاکت کوسمجھیں اورزیادہ قوت اور بہتر حکمت عملی سے اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کی جدوجہد کریں۔وتلك عشرة كاملة۔

۴- مسلم تہذیب کی نشأۃ ثانیہ، مسلم معاشرے کی حیات نواور امت مسلمہ کی عظمت گم گشتہ کی بحالی کا نسخۂ قدیم، جوآج بھی مفیداور موثر ہے،اگرچہ یہی ہے کہ قرآن وسنت کا

Marfat.com

مطلوب فرد تیار کرنے کے لیے انسان سازی کا کام پوری قوت سے کیا جائے تا کہ ایسا فرد تیار ہو سکے جو اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کر سکے اور وہ مسلم معاشرہ اور ریاست وجود میں آ سکے جو اسلامی مقاصد کے لیے تن دہی سے کام کر سکے..... لیکن یہ کارِ عظیم اور چیلنج داخلی ہونے کے علاوہ اس لحاظ سے خارجی بھی ہے کہ مغربی فکر و تہذیب ہمارے رجوع الی الاسلام میں فکری و عملی لحاظ سے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کے اس موڑ پر جب امت مسلمہ زوال کے گڑھے سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ اور انفرادی اور اجتماعی احیاء کے لیے جو جدوجہد کر رہی ہے اس میں جو چیز رکاوٹ ہے اور جو اس کی منزل کو کھوٹا کر رہی ہے وہ مغربی فکر و تہذیب ہے۔

مغربی فکر و تہذیب نہ صرف اپنی اصل میں ملحدانہ ہے اور اسلام سے مختلف اور متضاد ہے بلکہ جس چیز نے اس شراب کو دو آتشہ کر رکھا اور مسلمانوں کے لیے زہر قاتل بنا رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس تہذیب کے علم بردار اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کے لیے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ آج کے ہر اس مسلمان کا مشاہدہ ہے جس کی آنکھیں کھلی ہیں اور جس پر مغربی فکر و تہذیب سے مرعوبیت کی پٹی نہیں بندھی۔ اس کے لیے قرآن و سنت کے دلائل کی بھی کمی نہیں اور ماضی کی صلیبی جنگیں اور مسلم علاقوں کی کالونائیزیشن یعنی مغربی استعمار کا مسلم علاقوں پر قبضہ اور ان کا ہمہ نوع استحصال اس کا بین ثبوت ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتابیں ''اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش'' اور 'مسلم نشأۃ ثانیہ'') لیکن اسلام اور مسلم دشمنی کا مشاہدہ تو آج ہر آنکھ بچشم و خود کر رہی ہے اور عراق، افغانستان، لیبیا، بوسنیا اور سوڈان میں جو کچھ ہو چکا اور پاکستان، یمن، شام اور فلسطین، کشمیر، چیچنیا، میانمار، منڈاناؤ (فلپین) ترکستان (چین) اور تاتارستان (روس) میں جو کچھ امریکہ و یورپ کی اشیر باد سے ہو رہا ہے وہ کس سے چھپا ہوا ہے اور کون

Marfat.com

اس کا انکار کرسکتا ہے؟ خصوصاً ہمارے ساتھ پاکستان میں جو غداریاں امریکہ اور یورپ نے کی ہیں وہ اتنی واضح ہیں کہ ہم اس کربناک ذکر کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے مثلاً برطانوی سازش سے کشمیر کا بھارت کو دیا جانا، پاکستان میں انتخابات اور حکومت سازی میں ہمیشہ امریکی مداخلت، پاکستان کو غیر ملکی قرضوں میں جکڑنا، یہاں کے نظام تعلیم کو غیر اسلامی بنانا، میڈیا سے اسلام اور پاکستان مخالف پروگرام کرانا اور اس کے لیے سرمایہ کاری کرنا، پاکستان کو اسلامی ممالک کے قریب نہ آنے دینا، مشرقی پاکستان کو الگ کرانا، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں وعدہ کر کے ساتھ نہ دینا، ورلڈ بنک کے ذریعے پاکستانی دریاؤں کا پانی بھارت کو دے دینا، پاکستان میں بڑے ڈیم نہ بننے دینا، پاکستان میں سیاسی استحکام نہ آنے دینا اور فوجی سپہ سالاروں کو بغاوت کی راہ دکھانا، افغانستان پر حملے میں پاکستان کو اپنی حمایت پر مجبور کرنا، بھارت کو ساتھ ملا کر کراچی، بلوچستان، صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کرانا، ڈرون حملے کرنا، دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ (جو دراصل مسلم ملکوں کے خلاف جنگ کا بہانہ ہے) میں پاکستان کے ۴۵۰۰۰ سول اور ۵۰۰۰ فوجیوں کی شہادت اور ملکی معیشت کو کھربوں روپے کا ٹیکا لگانا، پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کرانا، علماء اور دینی جماعتوں کو آپس میں لڑانا اور انہیں انتخابات میں کامیاب نہ ہونے دینا، پاکستان کی سیاسی قیادت کو قتل کرانا (ضیاء الحق، بھٹو، بے نظیر) اور یہ امور بطور نمونہ مشتے از خروارے ہیں ورنہ اس کی تفصیل پورے مقالے بلکہ مکمل کتاب کی متقاضی ہے۔

۵- لہٰذا ہمارے نزدیک یہ بہت بڑی اسلامی اور قومی ضرورت ہے کہ پاکستان کے پڑھے لکھے اور سوچے سمجھتے والے لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اسلام اور مغربی فکر و تہذیب ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد ہیں اور ان دونوں کی یکجائی نہ تو ممکن ہے اور نہ قابل عمل لہٰذا مغربی فکر و تہذیب کا ترک اور اسلامی اصول و اقدار کی طرف رجوع ہی ہمارے سارے مسائل کا واحد حل ہے۔ اگر ہم نے اس حقیقت کا ادراک نہ کیا تو مغربی فکر و تہذیب کی

Marfat.com

پیروی ہماری کمزوری اور ہمارے عدم استحکام کو مزید بڑھا دے گی اور ہمیں زوال کے گڑھے سے نکل کر ترقی یافتہ قوموں میں شامل ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی رہے گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اللہ کرے جس مقصد سے ہم نے قلم اُٹھایا ہے وہ پورا ہو اور اردو دان پڑھے لکھے طبقے کو اسلام اور مغربی تہذیب میں تفاوت کو محسوس کرنے کا ایک موقعہ اس تحریر سے میسر آئے اور ہمارے لیے یہ توشۂ آخرت بنے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

محمد امین

لاہور ۱۴/اگست ۲۰۱۴ء

Marfat.com

باب اول

دینی اور نظریاتی اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

دین، مذہب اور تہذیب

اسلامی تصور

دین

اسلام اپنے آپ کو دین کہتا ہے اور اس کی تعریف یا دائرہ کار یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے انسان کے لیے وہ ہدایت ہے جو اس دنیا میں زندگی گزارنے کی مکمل سکیم اور لائحہ عمل ہے جو انسان کے تعلق کی تینوں ممکنہ جہتوں یعنی تعلق مع اللہ، تعلق مع الناس اور اس کے ذاتی حقوق و فرائض پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں دین اسلام صرف دینیاتی، روحانی اور عبادات وغیرہ سے بحث نہیں کرتا بلکہ دنیاوی زندگی گزارنا بھی، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی (یعنی معاشرہ و ریاست) اس کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ یوں اسلام دین و دنیا کی ثنویت اور ان میں تفریق کا قائل نہیں بلکہ ان کی وحدت کا علم بردار ہے۔

مذہب

مذہب عربی لفظ ہے جس کے معنی نقطہ نظر، مسلک، منہج اور مکتبِ فکر (School of Thought) کے ہیں چنانچہ عربی میں ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتبِ فکر کو 'مذاہب اربعہ' کہا جاتا ہے۔ لہٰذا 'مذہب اسلام' کی اصطلاح غلط ہے بلکہ گمراہ کن ہے کیونکہ یہ اسلام جیسے جامع دین کو مغرب کے تصور ریلیجن یعنی صرف روحانی اور مابعد الطبیعیاتی امور تک محدود کرتا ہے لہٰذا اسلام کو مذہب کہنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

اردو میں Religion کا ترجمہ لوگوں نے 'مذہب' کرنا شروع کر دیا ہے شائد اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ Religion کا ترجمہ 'دین' نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دین کے

Marfat.com

دائرہ کاراور ریلیجن کے دائرہ کار میں فرق ہے لیکن یہ ترجمہ بہر حال غلط ہے کیونکہ اسلام دین ہے مذہب نہیں۔

تہذیب

اسلام بنیادی طور پر ایک دین ہے یعنی یہ اللہ کی طرف سے وہ ہدایت ہے جو وہ اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں تک پہنچاتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کیسے گزاریں۔ دین کی یہ تعلیمات جب انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو متشکل کرتی ہیں اور معاشرے اور ریاست کی، جس طرح صورت گری کرتی ہیں، اس کا اظہار اسلامی تہذیب کی صورت میں ہوتا ہے۔

اسلام اپنے اظہار کے لیے جو تعبیرات استعمال کرتا ہے ان میں اس کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جیسے دین، شریعت، قرآن، سنت، وحی، فقہ وغیرہ، لیکن وہ دین کے لیے تہذیب کی اصطلاح استعمال نہیں کرتا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن و سنت جو اس دین کا بنیادی ماخذ ہیں اسلام کا نظری اظہار ہیں، اور تہذیب اسلامی تعلیمات کی تجسیم اور عملی شکل و صورت ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مسلم دانشور 'اسلامی تہذیب' کی بجائے 'مسلم تہذیب' کی اصطلاح استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔

گویا مسلم تہذیب کی فکری اساس اسلامی تعلیمات ہیں جن کو سہولت فہم و بیان کی خاطر عام طور پر چار شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاملات۔

مغربی تصور

دین، مذہب اور تہذیب

عیسائیت میں دین کا مذکورہ بالا تصور نہ تو موجود ہے اور نہ اہل مغرب اسے صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اس کی جگہ وہ Religion کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو محض روحانی اور مابعد الطبیعیاتی

Marfat.com

اموراور تعلق مع اللہ سے بحث کرتا ہے یا کچھ اخلاقی تعلیمات اس کا حصہ ہیں۔

قرآن وسنت کی رو سے عیسائیت کا یہ تصور اصل دین عیسوی سے انحراف کا نتیجہ ہے اور یہ کہ سارے پیغمبر اسلام کی جامع ہدایت کے ہی علم بردار تھے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر نئی شریعت نازل نہ ہوئی تھی اور وہ شریعت موسوی ہی پر کاربند تھے لیکن یہودیوں نے ان کی مخالفت کی اور انہیں ناکام بنانے کی اور ان کے قتل کی سازشیں کیں اور پال جیسے انہی کے نمک خواروں نے انجیل کو مرتب کیا جس میں صرف عقیدہ، روحانیت اور تعلق مع اللہ کی بحثیں تھیں اور شرعی احکام موجود نہ تھے۔ یوں عیسائیت ایک 'دین' کے طور پر ابھر سکی اور نہ مستحکم ہو سکی۔

مغرب میں ریلیجن کا موثر تصور بھی صرف کلاسیکل عیسائیت میں تھا۔ نشأۃ ثانیہ کی تحریک کے بعد جو مغرب ابھرا جس نے ترقی کی اور جو آج بھی دنیا پر غالب ہے، اس نے ریلیجن کے اس تصور کو بھی غارت کر دیا اور اسے شکست دے کر کونوں کھدروں میں دھکیل دیا بلکہ شائد یہ کہنا مبالغہ پر مبنی نہ ہو کہ اس کی بنیاد ریلیجن دشمنی پر استوار ہوئی کیونکہ اب مغرب کے ہاں جو نظام زندگی پروان چڑھا اس کی فکری بنیادیں ایسے نظریات پر مبنی تھیں جو ریلیجن کی نفی کرتے ہیں جیسے ہیومنزم، سیکولرازم، کیپٹل ازم، سائنٹزم.....وغیرہ

مغرب نے جب ریلیجن کو ایک پرائیویٹ معاملہ قرار دے کر معاشرے میں اس کے کردار کو غیر موثر کر دیا اور اجتماعی زندگی کو الٰہی ہدایت کے زمرے سے نکال کر انسانی عقل کے وضع کردہ نظاموں اور ازموں کے زیر نگیں لے آیا تو وہ امور جنہیں ہم مسلمان دین کہتے ہیں اہل مغرب ان امور کی نظری بحثوں کو آئیڈیالوجی (Ideology) اور اس کے عملی ڈھانچے کو تہذیب (Civilization) کہتے ہیں۔ گویا مسلمان جو زندگی کو ایک وحدت سمجھتے ہیں اور دین و دنیا دونوں کے امور میں اللہ کی طرف سے نازل کردہ جامع ہدایت کو 'دین' کہتے ہیں۔ اس 'دین' کے مقابلے میں مغرب کے پاس کوئی اصطلاح نہیں۔ ہمارے

Marfat.com

دین کے روحانی، دینیاتی اور تعلق مع اللہ سے متعلق مباحث کے لیے ان کے پاس عیسائیت ہے اور ہمارے دین کے دنیاوی پہلوؤں کے مقابلے میں ان کے پاس نظری بحثوں کے لیے آئیڈیالوجی اور اس کے عملی پہلوؤں کے لیے ان کے پاس تہذیب کی اصطلاح ہے۔ اور ان کی یہ آئیڈیالوجی (جیسے ہیومنزم، سیکولرزم، لبرلزم وغیرہ) اور ان کی یہ تہذیب (جیسے جمہوریت، نظام سرمایہ داری، ان کا تعلیمی اور قانونی نظام.....وغیرہ) انسانوں کی وضع کردہ ہے اور الٰہی ہدایت (نہ صرف اسلام بلکہ عیسائیت) کے بھی خلاف ہے۔

عقیدہ/ورلڈ ویو

اسلامی تصور

عقیدہ

اسلام کی رو سے ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے بایں معنی کہ ہر انسان اپنی زندگی کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہوتا ہے کہ وہ زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارے؛ چاہے تو اللہ تعالیٰ کو مانے اور اس کی غیر مشروط عبادت و اطاعت (اسلام) کا رویہ اختیار کرے اور چاہے تو زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارے اور اللہ کی عبادت و اطاعت کے رویے کا انکار (کفر) کر دے۔

انسان کے خلیفہ ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ان دو میں سے جو آپشن چاہے اختیار کر سکتا ہے البتہ انسانی فطرت اور عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے (اور اس کے ثبوت و دلائل، انفس و آفاق میں ہر سو موجود ہیں) کہ وہ اسلام (یعنی اللہ کی غیر مشروط اطاعت) کا رویہ اختیار کرے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ انسان اس امر میں تو یقیناً آزاد ہے کہ وہ اسلام کا رویہ

Marfat.com

اپنائے یا نہ اپنائے لیکن اسلام کا رویہ اپنانے کا اعلان واقرار کرنے کے بعد اب وہ آزاد نہیں رہتا کہ جو چاہے سوچے اور جو چاہے کرے بلکہ اب انسانی فطرت اور عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق چلے اور اپنی انفرادی واجتماعی زندگی اسی کی ہدایت کے مطابق بسر کرے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ ہدایت اور وہ نظریات جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اساس ہیں اور ان کی تشکیل کرتے ہیں، دینی اصطلاح میں ان نظریات کو قبول کرنے اور مان لینے کو 'ایمان' لانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس ایمان کے اہم اجزاء یہ ہیں:

توحید

ایک اللہ انسان اور کائنات سب کا خالق و مالک و پروردگار ہے اور صرف وہی مستحق عبادت واطاعت ہے۔

آخرت

دنیا کی یہ زندگی عارضی اور دارالامتحان ہے اس کے بعد ایک اور زندگی آئے گی جس میں اللہ تعالیٰ یہ دیکھے گا کہ آدمی نے دنیا کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزاری یا نہیں۔ اگر اس نے گزاری ہوگی تو اسے اللہ کی خوشنودی اور نعمتیں ملیں گی اور اگر نہیں گزاری ہوگی تو اسے اللہ کی ناراضی اور سخت عذاب سے گزرنا پڑے گا اور یہ زندگی ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

رسالت

اللہ نے انسانوں کی ہدایت کا یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے اس تک اپنی ہدایت روحی براہ راست (فرشتے کے ذریعے) پہنچاتا ہے اور اس پر اپنی کتاب نازل کرتا ہے اور اسے نمونے کا انسان بنا کر کھڑا کرتا ہے جسے پیغمبر، نبی، رسول کہتے ہیں۔ گویا انسان کے لیے زندگی گزارنے کا جو صحیح طریقہ ہے اس کا

۱۲۷۸۵۹

Marfat.com

منبع اور ماخذ اللہ کی کتاب ہوتی ہے اور اس کا بہترین ماڈل پیغمبر کی ذات ہوتی ہے۔

ورلڈ ویو

ورلڈ ویو ایک مغربی اصطلاح ہے جس سے مراد ہے تصور الہ، تصورِ انسان اور تصورِ کائنات۔ اسلامی عقائد سے اس کا جو ورلڈ ویو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے:

تصورِ الہ

ایک اللہ انسان کا معبود، خالق، مالک، پروردگار اور سمیع، علیم و بصیر ہے اور وہ اس کی زندگی اور موت اور نفع و نقصان پر قادر ہے۔ وہی مطاع ہے۔

تصورِ انسان

انسان اللہ کی مخلوق اور اس کا حقیر بندہ ہے۔ اسے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ کی عظمت اور کبریائی اور اس کے مقابلے میں اپنے کمزور، ناتواں اور حقیر ہونے کا اقرار کرے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس کے احکام کے مطابق گزارے اور ہر وقت اسی کی خوشنودی کا جویا رہے اور اس کی ناراضی سے ڈرتا رہے۔

تصورِ کائنات

دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے اور انسان کے لیے دارالامتحان ہے اور انسان کا امتحان اس میں ہے کہ وہ یہ زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارتا ہے کہ نہیں۔ اگر گزارے گا تو اخروی زندگی میں، جو ہمیشہ کی زندگی ہے، اللہ کی خوشنودی اور نعمتوں کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور اگر یہ زندگی اللہ کی نافرمانی میں گزارے گا تو آخرت میں اس کی ناراضی اور عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور یہ کہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے اور وہ دنیا کے مقابلے میں پائیدار، قابل ترجیح اور اہم تر ہے۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ہیچ، ناپائیدار اور کمتر ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

عقیدہ

مغربی تہذیب چونکہ اپنی اساس میں نہ وحی کو تسلیم کرتی ہے نہ ہی مذہب کو اس لیے وہ دینی عقائد کو (Dogma) قرار دیتی ہے۔ مذہبی علم کو نہ وہ صحیح علم تصور کرتی ہے نہ اسے زندگی گزارنے کی بنیاد بناتی ہے بلکہ یہ کہنا بھی شاید بے جا نہ ہو کہ وہ مذہب دشمنی پر مبنی ہے اور مذہب کے متبادل کے طور پر سامنے آئی ہے (مذہب سے یہاں مراد ریلیجن Religion ہے) یعنی جس طرح مذہب اللہ کی طرف سے زندگی گزارنے کا ایک منہج (Paradigm) ہے اس کے مقابلے میں مغربی تہذیب کی آئیڈیالوجی بھی مذہب کے مقابلے میں زندگی گزارنے کا ایک مکمل منہج (Paradigm) ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی عقائد سے تقابل کے لیے پہلے ہم عیسائیت کے عقائد کا ذکر کریں اور اس کے بعد مغربی تہذیب کی فکری بنیادوں کا۔

مسیحی عقائد:

۱- تصورِ الٰہ

موجودہ اناجیل کی رو سے مسیحیت تثلیث (Trinity) یا اقانیم ثلاثہ (ماں، بیٹا اور روح القدس) پر یقین رکھتی ہے یعنی الٰہ بیک وقت ایک بھی ہے اور تین بھی ہیں اور یہ کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

۲- تصورِ رسالت

اناجیل میں رسالت کا تصور نہایت بگڑا ہوا ہے، انبیاء کو بہت سے گناہوں میں مبتلا دکھایا جاتا ہے اور ہر پیشین گو کاہن نبی کہلا سکتا ہے۔

Marfat.com

۳- تصورِ آخرت

مسیحیت میں آخرت کا تصور موجود ہے لیکن وہ اس لحاظ سے غیر موثر ہے کہ اس کے ساتھ کفارہ کا تصور بھی موجود ہے کہ آدمؑ کے معصیت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہر انسان بنیادی طور پر گناہ گار ہے۔ مسیح نے مصلوب ہو کر اس کے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور یہ کہ دنیا میں پادری کے سامنے گناہوں کا اقرار کر لینے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۴- رہبانیت کا تصور

مسیحیت کی رو سے وصول الی اللہ کے لیے دنیا اور اس کی نعمتوں اور اس کی آسائشوں اور مشغولیتوں سے دست برداری ضروری ہے جس کے لیے نکاح، کاروبار، ملازمت وغیرہ ترک کر کے چرچ میں تنہا زندگی گزارنی چاہیے۔

یہ آج کل کی مسیحیت کے اناجیل پر مبنی عقائد ہیں لیکن قرآن حکیم کی تعلیمات کی رو سے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر تھے اور وہی پیغام لے کر آئے جو ان سے پہلے سارے انبیاء لے کر آئے یعنی توحید، رسالت، آخرت اور عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات الا یہ کہ وہ نئی شریعت لے کر نہ آئے تھے اور شریعت موسوی پر ہی کاربند تھے۔ بدقسمتی سے یہودیوں نے ان کو کام نہ کرنے دیا اور ان کی زندگی کے درپے ہو گئے اور بعد میں ان کے حواریوں میں شامل ہو کر ان کی تعلیمات کو بدل دیا۔ چنانچہ اس وقت جو عیسائیت ہے اس کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے کہ وہ انحراف شدہ ہے اور مسیحؑ کی اصل تعلیمات محفوظ نہیں رہیں۔

ورلڈ ویو

مغربی تہذیب کا ورلڈ ویو

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اہل مغرب مسیحی ہونے کی وجہ سے عیسائی عقائد پر

Marfat.com

یقین رکھتے ہیں لیکن ہیومنزم، سیکولرازم، کیپٹل ازم اور امپیریزم وغیرہ نے ان مذہبی عقائد کو رد کر دیا ہے اور خود ان کی جگہ لے لی ہے چنانچہ مغرب کا ورلڈ ویو مسیحی عقائد کی بجائے ان نظریات پر مبنی ہے اور مغربی ورلڈ ویو کو سمجھنے کے لیے ان نظریات کا مختصر مطالعہ ضروری ہے:

ہیومنزم (Humanism): ہیومنزم کی ابتداء اگرچہ تحریک نشأۃ ثانیہ کے دوران ہوئی جس کا جذبۂ محرکہ قرون مظلمہ سے چھوٹنا ہے اور اس کا مقصد اپنی کمزوریوں پر قابو پانا اور مسلمانوں سے شکست کا انتقام لینا تھا لیکن اس جدوجہد کا فکری منبع یونانی فکر و فلسفہ تھا جو کہ بنیادی طور پر وحی کی رہنمائی سے محروم تعقل کا ثمر تھا چنانچہ ہیومنزم نے بظاہر انسانی اکرام اور تعظیم کی بات کی اور اگرچہ بعض ایسے فلسفی اور دانشور بھی ہیں، جنہوں نے ہیومنزم اور مذہب میں مفاہمت اور تلفیق کی بات کی لیکن جو جذبہ اس کے پس پشت تھا اس نے انسان کو خدا کے مقابلے میں ہمہ مقتدر بلکہ قادر مطلق بنا کر چھوڑا بلکہ اس کا مطلب خدا کی خدائی کی نفی اور اس کے مقابلے میں انسان کی خدائی کا اعلان تھا جیسا کہ بعد میں نٹشے اور سارتر نے ببانگِ دہل کہا۔

سیکولرازم (Secularism)

ہیومنزم نے عیسائی مغرب میں ارتعاش پیدا کیا کیونکہ اس کا مطلب بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خدا کی خدائی کا انکار تھا اور عیسائی برے بھلے انداز میں ہی سہی بہرحال خدا کو ماننے کا ایک تصور رکھتے تھے چنانچہ مغربی مفکرین نے ایک بیچ کا راستہ نکالا اور یہ کہا کہ مذہب فرد کا ایک ذاتی اور انفرادی معاملہ ہے اور یہ کہ معاشرے اور ریاست کے اجتماعی مسائل سے خدا اور مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انفرادی زندگی میں اگر کوئی خدا کو ماننا چاہتا ہے تو مان لے۔ اس تصور نے بظاہر درمیان کا راستہ اختیار کیا جو مسیحیت کے لیے کسی درجے میں قابلِ قبول ہو سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خدا کے مقابلے میں انسان کی خدائی کا واضح اظہار تھا کیونکہ اگر خدا کے دائرہ کار کا تعین انسان نے کرنا ہو کہ کہاں خدا کی بات مانی

Marfat.com

جائے اور کہاں نہ مانی جائے تو ظاہر ہے فیصلہ کن حیثیت انسان کی ہوئی نہ کہ خدا کی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دانشور سیکولرازم کا ترجمہ 'لادینیت' سے کرتے ہیں کیونکہ اسلام نام ہی اللہ کی غیر مشروط اور مکمل اطاعت وعبادت کا ہے۔

کیپٹل ازم (Capitalism)

کیپٹل ازم یعنی نظام سرمایہ داری اگرچہ بظاہر ایک معاشی نظام ہے جو اپنی بعض مخصوص صفات رکھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس سے بڑھ کر ایک فلسفۂ زندگی اور نظام حیات ہے اور مغرب کے ورلڈ ویو پر اس نے انتہائی دور رس اثرات ڈالے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اعلیٰ ایمانی اور اخلاقی اقدار کی قیمت پر دنیا اور مال کی محبت پیدا کرتا ہے اور دنیا کی آسائشوں اور لذتوں کو بنیادی اہمیت دے کر انہیں انسانی جدوجہد کا مرکز ومحور بنا دیتا ہے۔ اس سے آخرت کی اہمیت اور ضرورت منطقی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

ایمپریسزم (Empiricism)

ایمپریسزم مغرب کے فلسفۂ علم کی بنیاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی اور حتمی علم وہ ہے جو انسانی مشاہدے اور تجربے کا نتیجہ ہو اور عقلی معیار پر پورا اترتا ہو۔ مغربی تہذیب علم کے اس نظریے کو ریاضی اور کیمیا جیسی نیچرل سائنسز (Natural Sciences) تک محدود نہیں رکھتی بلکہ اسے عمومی رویہ بنا کر عمرانی علوم تک وسعت دے دیتی ہے اور مابعد الطبیعیاتی حقائق کا بھی انکار کر دیتی ہے جن پر مذہب کی بنیاد ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ وحی سے حاصل ہونے والے علم اور ہدایت کا انکار اس دلیل پر کرتی ہے کہ وہ مشاہدے اور تجربے میں نہیں آ سکتا اور یہ قابل تصدیق (Verifiable) نہیں ہے۔

یہ وہ افکار اور آئیڈیالوجی ہے جن سے مغرب کا ورلڈ ویو واضح ہو جاتا ہے جو مختصراً یہ ہے:

Marfat.com

تصورِ الٰہ

ہیومنزم کی رو سے انسان اپنا خدا خود ہے اور وہ خود مختار بلکہ مختارِ مطلق ہے اور اپنے لیے صرف وہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اچھا اور برا کیا ہے؟ حق اور باطل کیا ہے؟ اور یہ کہ اسے اجتماعی زندگی کیسے گزارنی چاہیے اور یہ کہ اس میں اُس الٰہ کا کوئی کردار نہیں ہے جس کو اہل مذاہب مانتے ہیں اور جو خالق و مالک ہو، معبود اور مطاع ہو، حی و قیوم ہو، رب اور پروردگار ہو، انسان کی زندگی اور موت اور نفع و نقصان کا انحصار اس پر ہو، جو ہمہ مقتدر ہو اور انسان اور اس کائنات کو چلا رہا ہو اور بالفرض اگر کوئی خدا ہے بھی تو اسے ہماری اجتماعی زندگی میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ انسان اگر چاہے تو اپنی انفرادی اور ذاتی زندگی میں خدا کو مان لے لیکن معاشرے اور ریاست کے معاملات میں اسے دخل دینے کا بہر حال کوئی حق نہیں۔

تصورِ انسان

ہیومنزم کی رو سے انسان کسی خدا کا عبد نہیں ہے اور کوئی ایسا الٰہ نہیں ہے جس کا وہ حقیر بندہ ہو اور جس کے احکام کو ماننے کا وہ مکلّف ہو۔ دوسرے لفظوں میں انسان کسی مذہب اور آسمانی ہدایت (وحی) کا پابند نہیں بلکہ وہ آزاد اور خود مختار ہے اور اپنی زندگی جیسے چاہے گزار سکتا ہے۔

تصورِ کائنات

کیپٹل ازم کی رو سے دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور دنیا کی ساری تگ و دو، جدوجہد اور کدوکاوش کا ہدف دنیا کی بہتری، اس کی آسائشیں اور سہولتیں، مال و دولت کی کثرت اور معیارِ زندگی بلند کرنا ہونا چاہیے۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو وہ کس نے دیکھی ہے؟

Marfat.com

تقابل

اسلام بنیادی طور پر ایک آسمانی دین ہے بلکہ سماوی ادیان کے سلسلة الذهب کی آخری کڑی ہے اور مسلمان الٰہی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے پر یقین رکھتے ہیں جو دین اور دنیا میں تفریق نہیں کرتی بلکہ بیک وقت دنیاوی بھی ہے اور روحانی بھی؛ اور دنیا کی کوئی بھی سرگرمی اس کے احاطۂ اقتدار سے باہر نہیں ہے جب کہ مغرب میں مسیحیت کا حال اس کے برعکس ہے اور جو محرف اور بری بھلی مسیحیت تھی بھی اسے مغرب متروک قرار دے چکا ہے اور وہاں کے لوگوں کی زندگی میں اگر اس کا کوئی تھوڑا بہت عمل دخل ہے بھی تو وہ صرف ذاتی زندگی میں۔ انسان معاشرہ اور ریاست کو بہر حال اپنی خواہشات کے مطابق اور کسی مذہبی رہنمائی کے بغیر چلا رہے ہیں اور مغربی نظام حیات جن فکری بنیادوں پر استوار ہے وہ ہیومنزم، سیکولرازم، کیپٹل ازم اور امپریزم وغیرہ ہیں جن کا ورلڈ ویو اسلام سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ اس کے متضاد ہے کیونکہ اسلام کا ورلڈ ویو ایک ہمہ مقتدر خدا، انسان کے عبد ہونے اور آخرت کے دنیا سے اہم تر ہونے پر مبنی ہے جب کہ مغربی ورلڈ ویو ان تینوں باتوں کی نفی کرتا ہے۔ گویا اسلام اور مغربی فکر وتہذیب دونوں کا طرزِ فکر اور نظام حیات نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہے بلکہ ایک دوسرے کے برعکس ہے۔

عقل کا کردار

اسلامی تصور

اسلام، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، اس نقطۂ نظر کا حامل ہے کہ انسانی فکر وعمل کا منبع اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے لیکن اس کے باوجود اسلام عقل کے کردار کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے اہم متابعانہ کردار (Subsordinate Role) عطا کرتا ہے۔ اگر چہ قرآن وسنت کی نصوص

Marfat.com

کی تفہیم اوران کے اطلاق میں بھی عقل کا کردار اہم ہے لیکن عقل کا نمایاں کردار اسلامی روایت میں وہ ہے جس کا تعلق حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا اور اسلام کو تا قیامت ہر زمانے اور معاشرے کے لیے قابل عمل رہنا ہے تو اس کا حل اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا کہ جن امور میں نا قابل تغیر احکام کی ضرورت تھی وہاں قرآن کی صورت میں اور نبی ﷺ کی سنت کی صورت میں نا قابل تغیر رہنمائی عطا فرمائی لیکن وہ امور جن کو زمان و مکان میں تغیر کی وجہ سے تبدیلی کی حاجت تھی وہاں صرف بنیادی پالیسی اصول عطا فرمائے اور یہ بات اُمت کے اہل علم پر چھوڑ دی کہ وہ حسبِ ضرورت عقل واستدلال کا استعمال کرتے ہوئے تفصیلات خود وضع کر لیں۔

اسلامی روایت میں عقل کا یہ استعمال اجتہاد کہلاتا ہے اور ظاہر ہے اس کا مطلب آزادانہ قانون سازی اور رائے سازی نہیں بلکہ اس کا منہاج یہ ہے کہ یہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں، ان کی نصوص پر قیاس کرتے ہوئے اور ان کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے انجام پاتا ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب چونکہ انسانی زندگی میں اللہ کی ہدایت کا انکار کرتی ہے اور اس کی فکر کا سارا دارو مدار انسانی عقل اور انسانی مشاہدے اور تجربے پر ہے لہٰذا وہ وحی اور مذہبی تعلیمات کو سرے سے علم ہی تسلیم نہیں کرتی کیونکہ یہ قابل تصدیق (Verifiable) نہیں۔ لہٰذا مغربی تہذیب اور اس کے سارے شعبے اور مظاہر جن نظریات (Idealogies) پر مبنی ہیں وہ سب انسانی ذہن کی تخلیق ہیں اور جدید سائنسی منہاج عقلی استدلال کی صرف وہ صورتیں قبول کرتا ہے جو قابلِ مشاہدہ اور قابلِ تجربہ ہونے کی وجہ سے قابلِ تصدیق ہوں۔ یوں یہ علم زیادہ تر حسی اور مادی ہے۔

Marfat.com

تقابل

مغربی تہذیب میں عقل (Reason) کا کردار بنیادی اور اہم ترین ہے اور وہی ان کے ہاں فکر و عمل کی بنیاد ہے جب کہ اسلام میں عقل کا کردار ثانوی اور متابعانہ ہے اور صرف اسی صورت میں قابلِ قبول ہے جب اس کے نتائج فکر اور اس کا کردار قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

امت کا تصور

اسلامی تصور

مسلم تہذیب میں اجتماعیت کی بنیاد اسلامی نظریہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے مسلمان (یعنی وہ سب لوگ جو اسلام پر یقین رکھتے ہیں) اس نظریاتی وحدت کی بنیاد پر ایک عالمگیر امت ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی ملک اور کسی بھی نسل سے ہو، ان کا رنگ کچھ بھی ہو اور خواہ وہ کوئی سی بھی زبان بولتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ہمیشہ نہ صرف وحدت امت کا تصور رہا ہے بلکہ وحدت ریاست اور حکومت کا تصور بھی رہا ہے یعنی مسلمانوں کی ایک ہی ریاست اور ایک ہی خلیفہ یا امیر ہونا چاہیے کیونکہ وہ ایک امت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب پہلی دفعہ اندلس میں حکومت قائم ہوئی تو فقہا میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ یہ شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ بعد کے ادوار میں اسلامی سلطنت وسیع ہونے پر اگرچہ مسلمانوں کی متعدد حکومتیں قائم ہو گئیں اور وہ بڑی حد تک آزاد تھیں لیکن خلافت اور اُمت کا تصور بہر حال باقی رہا اور مسلمان حکمران، رسماً ہی سہی، بہر حال خلیفہ سے اطاعت اور الحاق کا عہد کرتے تھے۔ ایک مسلمان ملک سے دوسرے مسلم ملک جانے میں نہ تو پاسپورٹ کی ضرورت تھی اور نہ ویزا کی۔ اور تجارت، ملازمت اور رہائش وغیرہ کی سہولتیں

Marfat.com

سب مسلمانوں کے لیے ایک جیسی تھیں مثلاً ابن بطوطہ کے سفرنامے سے پتا چلتا ہے کہ وہ جس مسلمان ملک میں چاہتا آسانی چلا جاتا تھا۔ وہاں تجارت، ملازمت اور شادی کر لیتا تھا اور کچھ عرصے بعد اگلے ملک چلا جاتا تھا۔

خلافت (یعنی مسلمانوں کا مرکزی سیاسی نظام) شروع میں فعال اور موثر تھی بعد میں رسمی رہ گئی اور بیسویں صدی کے شروع میں اس وقت ختم ہوگئی جب مغربی فکر و تہذیب سے متاثر و مرعوب ترکی کے مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۴ء میں خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی یورپی ممالک نے مسلم ریاستوں پر قبضہ کر لیا اور جب بیسویں صدی کے وسط میں وہ مجبوراً وہ وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا (جن کی تعداد ۵۷ کے قریب ہے) اور ان کے اندر نیشنلزم کی روح پھونک دی تا کہ وہ منقسم اور کمزور رہیں اور اکٹھی ہو کر قوت نہ پکڑ سکیں۔

آج بھی یہی صورت حال ہے کہ مسلم ممالک منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں اور مغربی قوتیں مختلف حیلوں اور سازشوں سے ان کو اکٹھے ہونے نہیں دیتیں بلکہ انہیں آپس میں لڑاتی رہتی ہے۔ جہاں تک مسلم عوام کا تعلق ہے ان میں امت کا تصور باقی ہے اور اس کے لیے جذباتی فضاء بھی موجود ہے۔ اگرچہ مسلمان حکومتوں اور عوام کی طرف سے مسلمانوں کو امت کی سطح پر منظم کرنے کے لیے اسلامی کانفرنس تنظیم (OIC)، مؤتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی جیسی تنظیمیں موجود ہیں لیکن مسلمانوں کی نالائقی، بے حسی اور مغربی قوتوں کی سازشوں کی وجہ سے یہ ساری تنظیمیں غیر فعال اور غیر موثر ہیں۔

مغربی تصور

عیسائیت کے زیر اثر مغربی ممالک کے عیسائی حکمرانوں اور عوام میں وحدت اور بین الاقوامیت کا تصور رہا ہے چنانچہ صلیبی جنگوں میں ''عیسائیت خطرے میں ہے'' اور ''مسلمان عیسائیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں'' جیسے نعرے لگا کر عیسائی مذہبی رہنماؤں نے عیسائی عوام اور حکمرانوں کو مشتعل کیا اور مسلمانوں کے خلاف طویل جنگوں کا سبب بنے۔

Marfat.com

آج کل بھی امریکہ، یورپ اوران کے حلیف ممالک مل کر مسلمان ملکوں پر حملہ آور ہیں (جیسے عراق، افغانستان، لیبیا، شام، پاکستان میں) اوراسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ ہوکرانہوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ الکفر ملة واحدة۔

نیشنلزم اورنسل پرستی کی بنیاد پر پہلی اوردوسری جنگ عظیم میں یورپ نے باہم لڑکر یہ سبق سیکھا ہے کہ وہ اپنے باہمی دنیاوی مفاد کے لیے اکٹھے ہوگئے ہیں جس کی مثال یورپین یونین ہے اوران کے اتحاد میں مغربی فکروتہذیب اورعیسائیت کی بناء پر ہم آہنگی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی، یورپ میں واقع ہونے اور بہت لبرل مسلمان ہونے کے باوجود یورپی یونین کی رکنیت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

قوموں کا عروج وزوال

اسلامی تصور

قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے:

ا- فرد کی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزارے۔ اگرایک فردایسا کرتا ہے تو آخرت میں اس کی کامیابی (یعنی یہ کہ اللہ اس سے راضی ہوجائے اوراسے ابدی نعمتوں سے نوازے) یقینی ہے۔ تاہم دنیا میں اس کی کامیابی کا انحصاراس پر ہے کہ معاشرہ اس کے ساتھ ہم آہنگ ہے یا نہیں؟ اگرافراد معاشرہ بالعموم اللہ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاررہے ہوں اور معاشرے میں خیر کی فضا غالب ہوتو یہ تو فرد دنیا میں بھی کامیاب ہوگا۔ اوراگر معاشرہ اس کے برعکس ہوتو ظاہر ہے کہ اس فرد کو تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور دنیاوی لحاظ سے اسے کامیاب تصور نہ کیا جاسکے گا تاہم آخرت کی کامیابی اس کے حصے میں ضرورآئے گی اوردنیا میں اس کا نقد نتیجہ یہ نکلے گا وہ سکون واطمینان کی زندگی گزارے گا اور یہ ایک ایسی دولت ہے جو دنیا کی ساری

Marfat.com

دولت کے عوض بھی خریدی نہیں جا سکتی۔

۲- قرآن وسنت کی رو سے قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر افرادِ قوم اپنی زندگی اس فکر و منہج حیات کے مطابق گزاریں جس پر وہ یقین رکھتے ہیں تو اس وابستگی کے نتیجے میں افراد قوم کے اندر وہ خوبیاں اور صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی جو دنیا میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہیں جیسے محنت کی عادت، تنظیم، ایثار، منصوبہ بندی، اطاعتِ قانون، اتباع امیر.....وغیرہ

۳- اس اصول کا انطباق مسلم امت پر یوں ہوتا ہے کہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں جب مسلمان اپنے نظریۂ حیات سے شدت سے وابستہ تھے تو ان کے اندر یہ صلاحیتیں پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے انہوں نے دنیا میں ایک ہزار سال تک ترقی کی اور مخالفین پر غلبہ پایا۔ گویا کامیابی کا نسخہ ہے ایمان اور عمل صالح۔ اور مسلمانوں میں جب یہ خوبیاں کمزور پڑ گئیں تو وہ کمزور اور مغلوب ہو گئے اور دوسری باصلاحیت قوموں نے ان پر غلبہ پالیا۔

۴- مسلمانوں کے لیے اس مغلوبیت اور زوال سے نکلنے کا اصولی طور پر صرف ایک ہی نسخہ ہے وہ یہ کہ وہ از سر نو اپنے دین سے کما حقہ دوبارہ وابستہ ہو جائیں جس کے نتیجہ میں یقیناً آج بھی وہ دنیا میں ترقی کر سکیں گے اور اپنے دشمنوں پر غالب آ سکیں گے، جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے۔

مغربی تصور

قرونِ مظلمہ میں مغربی اقوام دنیاوی لحاظ سے کمزور تھیں۔ جب پندرہویں صدی میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے مسیحی مرکز پر قبضہ کر لیا تو اس سے اہل کلیسا کو سخت تکلیف پہنچی۔ پادریوں نے قوم میں انتقام کی روح پھونکی اور اس کے نتیجے میں بتدریج مغربی اقوام نے اپنے منابع قوت کی بازیافت کی۔ ہیومنزم، سکولرازم، کیپٹل ازم اور ایمپریزم.....وغیرہ پر مشتمل اپنی فکر کی تشکیلِ نو کی اور اس سے شدید وابستگی کا جذبہ لوگوں میں پیدا کیا۔ اس کے نتیجے میں افرادِ معاشرہ میں وہ صلاحیتیں اور خوبیاں پیدا ہو گئیں جو دنیا میں ترقی کرنے کے

Marfat.com

لیے ضروری ہیں چنانچہ آج وہ ترقی یافتہ بھی ہیں اور دوسروں پر غالب بھی۔

تقابل

۱- مغربی تہذیب کی علم بردار اقوام نے دنیا میں ترقی اور عروج تو حاصل کر لیا ہے لیکن ترقی کا یہ ماڈل ایسا ہے جو صرف دنیاوی ترقی تک محدود رہے۔ اخروی ترقی ان کے پیش نظر تھی ہی نہیں لہٰذا اس سے وہ محروم رہیں گے۔

۲- مسلمانوں کی ترقی کا ماڈل دنیا اور آخرت دونوں میں ترقی کا ماڈل ہے۔ انہوں نے جب اس ماڈل پر عمل کیا تو ماضی میں ترقی کر لی اور جب اس کو چھوڑ دیا تو کمزور، مغلوب اور زوال پذیر ہو گئے۔ تاہم جو افرادِ معاشرہ آج بھی اپنی انفرادی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزار رہے ہیں اور اجتماعی بہتری کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں وہ دنیا میں اطمینان اور سکون کی نعمت سے بہرہ مند ہیں اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔

۳- موجودہ زوال سے نکلنے اور مستقبل میں ترقی اور غلبے کی واحد صورت ایمان اور عمل صالح ہے یعنی مسلمان ایمانی لحاظ سے مضبوط ہو جائیں اور پوری شدت کے ساتھ اپنے نظامِ حیات سے وابستہ ہو جائیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ اگر وہ اجتماعی طور پر ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو وہ ان شاء اللہ دنیا میں بھی کامیاب، ترقی یافتہ اور غالب ہو جائیں گے۔

۴- اگر مسلمان ترقی کے لیے مغربی تہذیب کے ماڈل کی پیروی کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ مزید کمزور اور مزید ذلیل و رسوا ہوں گے کیونکہ مغربی تہذیب کا ترقی اور عروج کا ماڈل اور ان کی فکر اور نظام حیات کا ماڈل نہ صرف مسلم ماڈل سے مختلف ہے بلکہ اس سے متضاد ہے لہٰذا یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ مسلمان مغربی تہذیب کی پیروی کر کے ترقی نہیں کر سکتے بلکہ ان کی ترقی کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نظریۂ حیات سے سنجیدگی سے وابستہ ہو جائیں۔

Marfat.com

باب دوم

عبادات سے متعلق اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

عبادت (Worship/ Devotion)

اسلامی تصور

اردو میں عبادت کا لفظ عموماً پرستش (Worship) کے معنوں میں بولا جاتا ہے لیکن یہ مفہوم ناقص اور غلط ہے۔ عبادت یا عبودیت عربی لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق، مالک اور رب ہے، اسے رزق اور زندگی و موت دینے والا ہے اور اس کے نفع و نقصان پر قادر ہے..... جب کہ انسان اس کی مخلوق اور اس کا حقیر ترین بندہ ہے جسے یہی زیبا ہے کہ وہ اس سے محبت کرے، اس سے ڈرے، اس کے آگے جھکے، اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور اس کی آخری غایت یہ ہو کہ اس کا خالق و مالک اور محبوب اس سے راضی ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام میں عبادت کا مفہوم نہایت وسیع ہے اور یہ ہر طرح کی بندگی کو محیط ہے۔ اس کو مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں عبادت کا مفہوم پرستش اور اطاعت دونوں کو محیط ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جتنے بھی مراسم عبودیت ہیں (جیسے نماز، روزہ وغیرہ) ان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائی اور ان پر عمل کی تربیت شامل ہے اگرچہ ان میں حقوق اللہ کا پہلو غالب ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ عبادت (بمعنی پرستش) صرف اللہ کے لیے ہے جب کہ اطاعت میں اللہ کے سواء وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کی اللہ نے اجازت اور تعلیم دی ہے مثلاً رسول کی اطاعت، حکمرانوں کی اطاعت والدین اور اساتذہ کی اطاعت وغیرہ گو ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے تحت اور اس کے احکام کی متابعت و مطابقت سے مشروط ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

ہیومنزم، وجودیت اور لبرلزم کی رو سے انسان آزاد اور خودمختار ہے اور وہ کسی خدا کا بندہ نہیں ہے لہٰذا کسی اللہ کی عبادت واطاعت کا تصور مغربی تہذیب میں نہیں پایا جاتا البتہ اہل مغرب کی اکثریت چونکہ اس عیسائیت کو مانتی ہے جو کبھی منزل من اللہ دین تھی اور اسی ''اسلام'' کی علمبردار تھی جو اللہ پیغمبروں پر نازل کرتا رہا ہے لیکن انسانوں کے اس میں تحریف کر دینے کے بعد عیسائیت اب جس بُری بھلی شکل میں موجود ہے اسے بھی مغرب نے ردّ کر دیا اور سیکولرزم کی رو سے اسے فرد کا ذاتی معاملہ قرار دے دیا ہے کہ اگر وہ اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کی عبادت یعنی پرستش کرنا چاہتا ہے تو کر لے لیکن انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ کے احکام کی اطاعت بہرحال نہیں کی جائے گی۔

تقابل

مندرجہ بالا وضاحت سے ظاہر ہے کہ مغربی تہذیب میں اسلام کی طرح عبادت کا کوئی جامع تصور موجود نہیں ہے۔ عیسائیت کی رو سے پرستش کا جو تصور موجود ہے وہ بھی ناقص ہے اور ہفتے میں ایک دن چرچ جا کر گانے بجانے تک محدود ہے۔

نماز (صلاۃ)

اسلامی تصور

اسلام میں عبادت کا سب سے بڑا مظہر نماز ہے۔ جو پرستش اور اطاعت دونوں کو محیط ہے۔ یہ ہر مسلمان پر دن میں پانچ دفعہ فرض ہے جس میں کھڑا ہونا، بیٹھنا، جھکنا اور سجدہ کرنا شامل ہے۔ مسلمان مردوں کے لیے نماز مسجد میں جا کر با جماعت ادا کرنا ضروری ہے۔

Marfat.com

اسلام میں نماز صرف اللہ اور بندے کے تعلق کو مضبوط کرنے والی عبادت نہیں بلکہ ایک بہت بڑا ادارہ اور نظام ہے جو حقوق اللہ کے ساتھ دنیاوی اور معاشرتی زندگی پر بھی شدت سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے لیے مسلم معاشرے میں مساجد قائم کی جاتی ہیں۔ امام رخطیب اور موذن کا تقرر ہوتا ہے۔ مساجد کے ساتھ وضو اور طہارت کا انتظام ہوتا ہے پانچ وقتہ نماز مسلمانوں کو باہم ملاقات اور گلی محلے کے لوگوں کو باقاعدہ میل جول کے مواقع مہیا کرتی ہے جس سے لوگ ایک دوسرے کے مسائل سے واقف ہوتے ہیں اور ان کے حل کے بارے میں سوچتے ہیں۔ نماز جمعہ ہفتے میں ایک بار ادا کی جاتی ہے جس میں سارے علاقے کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے ملنے اور معاشرتی مسائل اور ان کے حل پر گفتگو کا موقع میسر آتا ہے۔ پھر سال میں دو دفعہ عیدین کا موقع آتا ہے جس میں سارا شہر اکٹھا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ نماز کے لیے جمع ہونا اور نماز میں امام کی پیروی کرنا مسلمانوں کو وقت کی پابندی اور اطاعت امیر کا درس دیتا ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں نماز جیسی عبادت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ عیسائیت میں نماز صرف ہفتہ میں ایک دن یعنی اتوار کو چرچ جانے کا نام ہے اور وہاں بھی عبادت صرف مناجات گانے کا نام ہے یعنی اللہ کی عبادت یا نماز وہاں گانے بجانے کی صورت میں ہوتی ہے۔ یوں چرچ کی ہفتہ وار عبادت تعلق باللہ کو مضبوط کرنے میں کوئی بڑا کردار ادا کرتی ہے اور نہ معاشرتی زندگی پر کوئی گہرے اثرات چھوڑتی ہے۔

Marfat.com

عبادات

ذکر

ذکر کا مطلب اللہ کو یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے۔ یہ ایک انتہائی بنیادی تصور ہے جو ساری نیکیوں کا منبع اور ساری برائیوں سے بچنے کی بنیاد ہے۔ اللہ کی یاد کرنے کی ساری صورتیں اور سارے صیغے اور طریقے بشمول نماز اور دوسرے اعمالِ عبودیت اور اطاعت سب ذکر کی ہی صورتیں ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ذکر سب سے بڑی چیز ہے (ولذکر اللہ اکبر) اور حدیث میں آتا ہے کہ یہ جہاد سے بھی افضل ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ کو یاد کرنا اور اس کی عظمت کا اور اس کے مقابلے میں اپنے عبد اور اس کے بندہ ہونے کا احساس کرنا یہی وہ بنیادی چیز ہے ایک انسان کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے اور معصیت سے بچاتی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے اور قرآن حکیم اور حدیث میں کثرت ذکر کی فضیلت بار بار بیان کی گئی ہے اور مسلم تاریخ میں محقق صوفیا نے لوگوں کی اصلاح کے لیے کثرت ذکر کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

تلاوت

قرآن حکیم کی تلاوت یعنی اس کا پڑھنا بھی ذکر و عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے ہر حرف (لفظ نہیں ہر حرف) کے پڑھنے پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اسلاف کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے اور محقق صوفیا اصلاح قلب اور رجوع الی اللہ کے لیے آج بھی اس کی تلقین کرتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت اگر بلا سمجھے کی جائے تو بھی باعثِ ثواب ہے لیکن اگر آدمی عربی جانتا ہو اور سمجھ کر تلاوت کرے تو اس کے مفید اثرات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو

Marfat.com

قرآنی عربی سیکھنے اور قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے الحمدللہ! کہ مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم (ناظرہ، تجوید، حفظ، ترجمہ وتفسیر)، اس کی تلاوت اور خصوصاً رمضان کی تراویح میں اسے دھرانے کی روایت مسلمانوں میں مستحکم ہے۔

دعا

دعاء اللہ کو پکارنے کا نام ہے۔ یہ اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس سے مانگنے کا ایک بہانہ ہے کیونکہ ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ جو اللہ کو پکارے اللہ اس کی پکار سنتا ہے اور مناسب سمجھے تو اسے قبول فرماتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز حتیٰ کہ سوئی بھی مانگنی ہو تو اللہ سے مانگو۔ دن ہو یا رات مسلمان ہر وقت اللہ سے مانگ سکتے ہے اور صرف اللہ سے ہی مانگنا چاہیے کیونکہ اس کے علاوہ نہ تو کوئی مالک ہے اور نہ دینے پر قادر ہے۔

احسان

احسان کا مطلب ہے کہ کسی کام کو اس کی احسن ترین شکل میں کرنا اور اس کا بنیادی ذریعہ یا وسیلہ یہ ہے کہ آدمی یہ مستحضر رکھے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یا یہ کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ ہر وقت اللہ کی نظر میں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اللہ کی یہ حضوری کا یہ تصور میسر آ جائے تو آدمی نہ صرف معصیت سے بچ سکتا ہے بلکہ اس کے عمل کی کیفیت (Quality) بھی بہتر ہو سکتی ہے۔ احسان کا تعلق سارے اعمال عبودیت سے ہے یعنی پرستش سے بھی اور اطاعت سے بھی اور اسے صرف نماز یا عبادت تک محدود رکھنا صحیح نہیں۔ حدیث میں اس کے لیے عبادت کا لفظ استعمال ہوا ہے (عن تعبدالله) اور عربی میں لفظ عبادت اردو کی پرستش اور اطاعت دونوں کو محیط ہوتا ہے اور اسے صرف نماز یا مراسم عبودیت تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ اسے انگریزی میں Excellence کہا جا سکتا ہے اور اس کا مُدعا یہ ہے کہ پرستش اور اطاعت کا ہر کام اس کی بہترین صورت میں اعلیٰ ترین معیار کے ساتھ انجام دیا جائے۔

Marfat.com

زکوٰۃ

اسلامی تصور

اسلام زکوٰۃ کو عبادت میں شمار کرتا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر اکثر نماز کے ساتھ آتا ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جس کی رو سے ہر مسلمان مالدار کو اپنی آمدنی کا ڈھائی فیصد غریبوں محتاجوں ..... وغیرہ پر لازمی خرچ کرنا ہوتا ہے۔ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی تعلق باللہ اور تعلق بالناس دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تعلق باللہ کے حوالے سے اسلام کا تصور یہ ہے کہ یہ کائنات اور اس میں جو بھی ''مال'' ہے۔ اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اس کا مالک نہیں بلکہ ایک طرح سے اس کا ''امین'' ہے لہٰذا انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں ان ہدایات کی پابندی کرے جو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کرے بلکہ اللہ کے احکام کے مطابق اس میں تصرف کرے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اس کے کہنے کے مطابق اپنا مال ان بندوں پر خرچ کرے جو کسی وجہ سے زندگی کی دوڑ میں مالی لحاظ سے پیچھے رہ گئے ہیں جیسے یتیم، مسکین، غریب وغیرہ اس سے انسان کے دل میں مال کی محبت کم ہوتی ہے اور اللہ کی محبت بڑھتی ہے۔

زکوٰۃ میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا تصور بھی موثر طریقے سے شامل ہے کیونکہ زکوٰۃ سے مقصود یہ ہے کہ ہر مالدار مسلمان اپنی آمدنی کا ایک حصہ غریبوں اور محتاجوں پر خرچ کرے۔ زکوٰۃ فرض ہے اور اسے ادا نہ کرنے والا گناہ گار ہے جب کہ صدقات و عطیات انفاق نافلہ میں سے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ کا ادا کرنا لازم اور فرض ہے جب کہ عطیات اور صدقات کی حیثیت نوافل جیسی ہے یعنی جو چاہے ادا کرے اور جو چاہے ادا نہ کرے۔ زمین کی اجناس پر زکوٰۃ عشر کہلاتی ہے کیونکہ اس کی شرح ۱/۱۰ ہوتی ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

جانوروں پر زکوٰۃ کی شرح بھی الگ ہوتی ہے۔اڑھائی فیصد زکوٰۃ صرف نقدی اور زیورات پر ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا منشا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے مال دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ ان لوگوں کو لازماً ملتا رہے جو کسی وجہ سے معاشی طور پر پیچھے رہ گئے ہیں تا کہ امیر اور غریب میں فرق کم رہے اور لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور غریبوں کی مدد کرنے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے عیسائیت میں اگرچہ غریبوں پر خرچ کرنے کی فضیلت موجود ہے اور مغربی معاشرے میں لوگ غریبوں پر اور فلاح عامہ کے منصوبوں پر خرچ بھی کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کی طرح لازمی انفاق کا کوئی تصور وہاں بھی موجود نہیں۔

روزہ

اسلامی تصور

دوسری عبادت کی طرح روزہ بھی اپنے اندر روحانی اور جسمانی نمو اور رفعت کے کئی پہلو رکھتا ہے۔اس کا بنیادی مقصد تقویٰ یعنی اَن دیکھے خدا سے ڈرنے کی اپنے نفس کو تربیت دینا ہے کیونکہ انسان اپنے گھر میں تنہا اور بھوکا پیاس ہوتا ہے اور اسے کھاتے پیتے دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا سوائے اللہ کی ذات کے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کے ڈر سے کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے۔رمضان کی یہ تربیت کہ مسلمان اللہ کے حکم پر ایک حلال چیز کو بھی ایک خاص مدت کے لیے اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسے یہ سبق سکھاتی ہے کہ وہ باقی گیارہ ماہ میں بھی حلال وحرام میں اللہ کی عائد کردہ پابندیوں پر عمل کرے۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی روزہ دنیاوی اور معاشرتی پہلو بھی رکھتا ہے اس سے اللہ کے دوسرے احکام خصوصاً نواہی سے بچنے کی تربیت ہوتی ہے۔ بھوکا رہ کر غریبوں اور محتاجوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ بھوک سے حافظہ تیز اور جسم صحت مند رہتا ہے۔ باہم اخوت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسروں کو روزہ افطار کرانا درحقیقت غریبوں کی مدد کی ایک صورت اور ترغیب کی ایک شکل ہے۔ اسلام رمضان کے آخر میں مسلمانوں کو صدقۂ فطر کے نام سے غریبوں اور مسکینوں کی مالی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

روزہ سے مقصود امورِ بالا کی تربیت ہے نہ کہ جسم کو اذیت دینا ہے چنانچہ اسلام سحری کھانے کا حکم دیتا ہے اور سحر و افطار میں کھائے بغیر مسلسل روزوں سے منع کرتا ہے۔ روزے میں کھانے پینے کے علاوہ دن کے وقت جنسی تمتع پر بھی پابندی ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑا اور فسق و فجور سے بچنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب چونکہ وحی اور مذہب پر یقین نہیں رکھتی لہٰذا روحانی نمو اور اخلاقی ترقی اس کے پیش نظر ہوتی ہی نہیں۔ عیسائیت میں روزوں کا تصور اگرچہ موجود ہے لیکن مغرب میں ماحول ایسا ہو گیا ہے کہ بہت کم لوگ روزہ رکھتے ہیں جب کہ مسلم معاشرے میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو روزہ نہ رکھتے ہوں۔

حج

اسلامی تصور

حج اسلام کی ایک اور عبادت ہے جو انسان کے روحانی پہلو کو مضبوط کرنے کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ بے شمار دنیاوی اور معاشرتی فوائد رکھتی ہے۔ مسلمان اللہ پر ایمان ضرور رکھتے ہیں لیکن یہ تصور مجرد ہوتا ہے جب کہ اس کی کسی نوع کی تجسیم انسان کے الٰہیاتی فہم و ادراک میں معاون ثابت ہوتی ہے جس کی ایک جائز صورت اللہ نے یہ نکالی ہے کہ اس نے مکہ میں اس عبادت گاہ کو جو اس کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی (اور بعض روایات کی رو سے حضرت آدم علیہ السلام نے الٰہی اشارے سے اس کی اولین تعمیر کی تھی) اسے اپنا گھر (یعنی بیت اللہ) قرار دے دیا حالانکہ سب مسلمان جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ وہاں رہتا نہیں ہے۔

مسلمان اسے اللہ کا یعنی اپنے محبوب کا گھر سمجھ کر اپنا گھر بار، اہل و عیال، کاروبار چھوڑ کر مکہ آتے، دیوانہ وار اپنے محبوب کے اس گھر کا طواف کرتے، اسے چومتے اور اس سے لپٹ کر روتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

حج کے سفر اور مناسک ادا کرنے میں چونکہ خاصا وقت لگتا ہے لہٰذا تبتل الی اللہ کی یہ کیفیت کئی ہفتوں تک انسان پر طاری رہتی اور اس کے ایمان کو تازہ مضبوط کرتی ہے۔

پھر حج کے مناسک ایسے ہیں جو ایمان کی مزید تقویت کا موجب بنتے ہیں مثلاً عام لباس اتار کر کفن کی طرح کی سفید دو اَن سِلی چادریں پہن لینا، غسل اور خوشبو سے احتراز کرنا، وقت بے وقت سفر کی طرح کی غذا کھانا، خیموں میں رہنا، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا، حضرت ابراہیم کی اور حضرت اسماعیل جیسے اولوالعزم پیغمبروں کے اعمال کی متابعت کرنا جیسے صفاء اور مروٰی کی سعی کرنا، شیطان کو کنکریاں مارنا اور قربانی دینا۔ اونچی آواز سے تلبیہ پڑھنا یعنی اللہ کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے حضور حاضری کا تصور جمانا اور یہ کہنا کہ ''اے اللہ میں تیرے دربار میں حاضر ہوں'' اور اللہ کی راہ میں اس طرح کی درویشی کئی ہفتے تک اختیار کیے رکھنا انسان کی روح کو پاکیزہ اور اس کے من کو اجلا کر دیتی ہے اور یہ اللہ کی کبریائی کے مقابلے میں انسان کی بندگی کا واضح ترین اظہار ہے۔ نبی مکرم حضرت محمد ﷺ

Marfat.com

کی قبر مبارک پر حاضری بھی حج کا ایک حصہ ہوتی ہے جو ایک مسلمان کے لیے پیغمبر اسلام کی محبت کو پختہ تر کرتی ہے اور اس کی زندگی میں انقلاب لانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

دنیاوی اور معاشرتی لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی حج کے فوائد عظیم الشان ہیں۔ گلی محلّہ کی پانچ وقتہ نماز، کئی محلوں کی ہفتہ وار جمعہ کی نماز اور سال میں دو دفعہ پورے شہر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ نے حج کی صورت میں عمر بھر میں ایک دفعہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہونے اور مل کر اس کی عبادت کرنے کا موقع فراہم کیا ہے جو انسانی اخوت اور مساوات کا عظیم الشان مظہر ہوتا ہے جس میں مختلف علاقوں، نسلوں، رنگوں اور زبانوں کے حامل مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر اپنے رب کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے اور باہم دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ ان میں نظریۂ حیات کی ہم آہنگی اور اشتراک کی بناء پر ایک امت ہونے کا احساس قوی ہوتا ہے اور وہ شدائد میں تحمل و برداشت اور صبر کرنا سیکھتے ہیں۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں مسلمانوں کے حج جیسا کوئی شعار موجود نہیں ہے۔ اگرچہ عیسائیوں کے بعض مذہبی افراد اپنے مذہبی مقامات اور اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں پر حاضری دیتے ہیں لیکن ان میں یہ رجحان اتنا بھی نہیں جتنا مثلاً یہودیوں، ہندوؤں اور بودھوں میں ہے لیکن مسلمانوں کے حج جیسی جامع عبادت تو دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں۔

جہاد (Jehad)

اسلامی تصور

جہاد کے لغوی معنی جدوجہد کے ہیں۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہے وہ جدوجہد جو دین پر

Marfat.com

عمل اوراعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے کی جائے لہٰذا جہاد کا ترجمہ Holy War کرنا بالکل غلط ہے۔

جہاد اسلام کا ایک انتہائی بنیادی فریضہ ہے اور نبی کریم ﷺ نے اسے نیک اعمال کی بلندترین چوٹی (زروۃ سنان) کہا ہے اور اللہ کی راہ میں جان دینے والے کو قرآن 'شہید' قرار دیتا ہے یعنی ایسا شخص جو اپنی جان کی قربانی دے کر حق کی بہترین اور اعلیٰ ترین گواہی دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید جائیں، وہ مرتے نہیں بلکہ ان کو باقاعدہ رزق دیا جاتا ہے (جس کی نوعیت کو ہم اپنی محدود صلاحیتوں کی بناء پر سمجھ نہیں سکتے)۔

جہاد کی دو بنیادی شکلیں ہیں: ایک پرامن جدوجہد اور دوسرے قتال فی سبیل اللہ۔

پرامن جدوجہد

اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پرامن جدوجہد کی بہت سی صورتیں ممکن ہیں:

i- جہاد باللسان (یعنی زبان سے تبلیغ ودعوت دین)

ii- جہاد بالقلم (یعنی تحریری طور پر دعوت وتبلیغ کا کام کرنا جیسے تصنیف وتالیف، اخبارات وجرائد میں لکھنا.....وغیرہ۔

iii- امر بالمعروف ونہی عن المنکر (لوگوں کو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

iv- جہاد بالمال (یعنی جہاد کی پرامن شکلوں اور جہاد بالقتال میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

v- نفس کے خلاف جہاد جسے اصطلاحاً ''مجاہدہ'' کہتے ہیں جو جدوجہد اور جہاد ہی سے مشتق ہے یعنی اپنے نفس کے برے میلانات اور شیطان کی اکساہٹوں کی مزاحمت کرنا اور نفس کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ اللہ کے اوامر ونواہی کا عادی ہو جائے۔ اسے قرآن میں

Marfat.com

نفس کا تزکیہ کرنا بھی کہا گیا ہے۔

جہاد بمعنی قتال

یہ جہاد دو طرح کا ہوتا ہے:

i- دفاعی جہاد ii- ہجومی جہاد

دفاعی جہاد (Defensive Jehad)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار دارالاسلام یعنی مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کریں تو ان کی مدافعت کی جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس طرح کے جہاد میں حصہ لینا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

ہجومی جہاد

اس سے مراد وہ قتال ہے جو ان کافر حکمرانوں کے خلاف کیا جائے جو عوام کے فہم اسلام میں مانع ہوں اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کفار عوام کو یہ موقع ملے کہ وہ غیر جانبداری سے اور میرٹ پر اسلام کا جائزہ لے سکیں۔ اگر چاہیں تو اسے قبول کریں اور اگر نہ چاہیں تو اسے ردّ کر دیں۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں جہاد کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ عیسائیت البتہ، اپنے آپ کو ایک مشنری دین کہتی ہے اور مغربی معاشرے کے وہ لوگ جو مذہبی رجحانات رکھتے ہیں وہ عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے پرامن دعوتی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور اس غرض سے ہسپتال اور سکول قائم کرتے اور دوسرے رفاہی کام بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی دنیا بھر میں سیکڑوں ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اور ہزاروں اخبارات و جرائد اس کام میں مصروف ہیں۔

Marfat.com

مغربی تہذیب اگرچہ اپنے آپ کو مذہب اور دین نہیں کہلواتی لیکن عملاً وہ ایک دین (یعنی نظامِ حیات) ہی ہے اور اس کے علم بردار ممالک اپنے نظریات وعقائد (جیسے ہیومنزم، سیکولرزم، لبرلزم، نیشنلزم، جمہوریت، بنیادی حقوق..... وغیرہ) اور اپنی تہذیب دنیا میں پرامن طریقوں سے پھیلانے کے لیے بھرپور کوششیں کر رہے ہیں جیسے میڈیا، تعلیم، کلچر، گیمز کے ذریعے اور بہبودِ آبادی، معاشی ترقی اور سیاسی استحکام کے نام پر۔ اور اگر پرامن طریقے ناکام ہو جائیں تو حیلے بہانے یا علانیہ اپنی بھرپور جنگی مشینری استعمال کر کے بھی اہل مغرب یہ کام کرتے ہیں جیسے ماضی میں یورپی ممالک نے مسلم ممالک پر جارحانہ قبضہ کر کے اور وہاں اپنی تہذیب اور نظام حیات زبردستی نافذ کر کے کیا اور جیسے امریکہ ویورپ اور ان کے حلیفوں نے حال ہی میں عراق، افغانستان، لیبیا، چیچنیا اور فلسطین میں کیا ہے اور پاکستان، یمن، شام اور صومالی پر ان کے حملے جاری ہیں، جن میں انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا ہے، ان کے گھروں کو جلایا ہے، عورتوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے مادی وسائل کو لوٹا ہے۔

نوٹ

جہاد کو ہم نے ایک بنیادی دینی فریضہ سمجھ کر عبادات کے باب میں شامل کیا تھا لیکن آج کل جہاد کے بارے میں مغرب کی طرف سے جو شدید پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس کے پیشِ نظر ہم تین مزید تصورات کی وضاحت یہاں کرنا چاہیں گے: ایک دہشت گردی، دوسرے خودکش حملے اور تیسرے یہ الزام کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

دہشت گردی

جہاد کے بارے میں ہم نے سطور بالا میں جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح ہے کہ جہاد کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاد یا تو پرامن ہوتا ہے اور اگر دفاعی ہو تو آج بھی دنیا کا ہر قانون یہاں تک کہ اقوام متحدہ بھی ہر اس قوم کو دفاع کا حق دیتی ہے جس پر حملہ ہو۔ جہاں

Marfat.com

تک ہجومی جہاد کا تعلق ہے تو اس کا آج کوئی تصور ممکن ہی نہیں کیونکہ مسلمان مادی اور جنگی لحاظ سے کمزور ہیں اور مغرب کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے لہٰذا مسلمان ہجومی جہاد کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے لہٰذا جہاد (بمعنی قتال) کے حوالے سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا اور اسے دہشت گردی سے جوڑنا محض اہل مغرب اور دیگر اسلام و مسلم دشمنوں کو بدنیتی اور پراپیگنڈا ہے۔

درحقیقت مسلمان چونکہ کمزور ہیں اور ان کی کسی ریاست میں اتنی طاقت و جرأت نہیں کہ وہ امریکہ و یورپ اور ان کے حواریوں کا مقابلہ کر سکے اس لیے دفاعی جہاد میں مصروف بعض مسلمان گروپ ان کے خلاف گوریلا کاروائیاں کر رہے ہیں۔ اسے اہل مغرب 'دہشت گردی' قرار دیتے ہیں حالانکہ جارح دشمن کا مقابلہ کرنا اور ان کو اپنے علاقے سے نکالنا اور اپنے جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنا ہرگز دہشت گردی نہیں بلکہ ہر قوم، ملک اور فرد کا حق ہے کہ وہ اپنا دفاع کرے اور حقیقی دہشت گرد تو اہل مغرب اور ان کے حلیف ہیں جو بلاسبب کمزور مسلم ممالک پر اس لیے حملے کر رہے ہیں کہ وہ ان سے مختلف دین اور تہذیب رکھتے ہیں اور وہ اپنا دین و ایمان چھوڑ کر ان اہل مغرب کی فکر و تہذیب پر ایمان لانے اور ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر تیار نہیں۔

خودکش حملے

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ مسلمان ممالک کمزور ہیں اور بعض اوقات ان کے حکمران بھی حملہ آوروں سے مل جاتے ہیں لہٰذا مسلمان عوام اور ان کے مجاہدین کے گروپ اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے گوریلا کارروائیوں کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے پاس اتنے مادی اور جنگی وسائل نہیں ہوتے کہ وہ جارح مغربی قوتوں کا باقاعدہ مقابلہ کر سکیں لہٰذا گوریلا کاروائیوں میں بعض اوقات وہ ایسے فدائی حملوں کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں جن میں ان کی موت یقینی ہوتی ہے لیکن وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اور دارالاسلام کی حفاظت اور اپنے لوگوں کی

Marfat.com

جان و مال اور عزت کی حفاظت کی خاطر شہادت قبول کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ظاہر ہے یہ عزیمت اور قربانی کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے جو ہر حریت پسند کے نزدیک قابلِ تعریف ہے۔ البتہ اہل مغرب اس کی مذمت ضرور کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے مفاد کے خلاف ہے۔

اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے

یہ مغرب کی طرف سے ایک اور جھوٹا پراپیگنڈہ ہے حالانکہ جیسا ہم نے سطور بالا میں وضاحت کی کہ مسلمانوں کی اکثر جنگیں دفاعی تھیں اور جہاں کہیں ہجومی تھیں وہاں بھی مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس کی کوئی ایک بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ مسلمانوں نے کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان کیا ہو۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن خود کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کا شدید مخالف ہے (لا اکراہ فی الدین) اور خود انصاف پسند مغربی دانشور بھی اس کا اقرار کرتے ہیں جیسے تھامس آرنلڈ نے اپنی کتاب Preaching of Islam میں اقرار کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔

اس کا بیّن ثبوت آج بھی یہ ہے کہ امریکہ میں پوری مزاحمتی کوششوں کے باوجود اسلام اس وقت سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین بن چکا ہے اور عیسائیوں کے بعد مسلمان وہاں تعداد میں دوسرے نمبر پر آچکے ہیں اور یہی حال فرانس، برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک کا ہے کہ اسلام وہاں تیزی سے پھیل رہا ہے اور یہ سب اس کے باوجود ہے کہ مسلمان دنیا میں کمزور اور ہزیمت خوردہ ہیں اور امریکی، یورپی اور یہودی میڈیا اسلام اور مسلمان کے خلاف شدید مخالفانہ پراپیگنڈہ ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ درحقیقت اہل مغرب کو اس بات کی سمجھ نہیں آرہی کہ 'حق' کی اپنی ایک طاقت ہوتی ہے اور اسے دبانا ممکن نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے اسلام کو جتنا بھی دبانے کی کوشش کی جائے وہ اتنا ہی ابھرتا ہے۔

Marfat.com

باب سوم

اخلاق واقدار سے متعلق اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

اخلاق

اسلامی تصور

انسان کا اپنے ہمہ نوع تعلقات کو بحسن وخوبی انجام دینا اخلاق ہے۔ اسلام میں اخلاقی تعلیمات کا منبع وحی یعنی قرآن وسنت ہیں۔ مطلب یہ کہ اسلام میں اخلاقی اقدار ناقابلِ تغیر ہیں اور مسلم فرد اور امت اس میں وقت یا ماحول کے بدلنے سے کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ اسلامی تعلیمات میں اخلاق کی دو بڑی قسمیں ہیں: اچھے اخلاق یا فضائل جن کے اکتساب اور جن پر عمل کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور برے اخلاق یا رزائل جن سے بچنے کا شریعت حکم دیتی ہے۔

مغربی تصور

انجیل عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق منزل من اللہ کتاب ہے۔ اخلاق کو زیر بحث لاتی ہے اور اخلاقی تعلیمات مہیا کرتی ہے لیکن مغربی تہذیب اور اس کے فلاسفرز جنہوں نے اس کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، وہ مادہ پرستی، سیکولرازم، لبرل ازم..... وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں مستقل اخلاقی قدروں کے وجود اور ان کے منزّل من اللہ ہونے اور ان پر عمل کے لزوم کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک صرف وہی اخلاقی قدریں قابلِ قبول ہیں جن کو انسان اپنے فائدے کے لیے وضع کرے اور جب چاہے ان کو بدل لے۔

Marfat.com

فضائل واخلاق

عفت

اسلامی تصور

عفت ایک جامع اصطلاح ہے جس میں فکر، علم، عمل، جذبات اور کردار کی پاکیزگی شامل ہے۔ گویا گندی سوچ، گندی باتیں ہر قسم کے برے اعمال (خصوصاً مقدمات زنا وغیرہ) سب عفت کے منافی اور متضاد ہیں۔ شریعت نفس کی پاکیزگی پر اتنا زور دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دل میں گزرنے والے گندے خیالات سے آگاہی سے ڈراتے ہیں اور آنکھوں سے غیر محرم اور ممنوعہ امور کے دیکھنے کو ''آنکھوں کی خیانت'' قرار دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے گندی باتیں سننے، کرنے اور گندے کاموں کے لیے ہاتھوں اور پاؤں کے استعمال کو ان اعضاء کا زنا قرار دیا ہے۔

مغربی تصور

جس پاکیزگیٔ نفس کا ہم نے عفت کے تحت ذکر کیا ہے مغربی تہذیب اس کے بالکل الٹ ہے اور اس نے انسان کو شہوت کی حیوانی سطح تک گرا دیا ہے اور اس میں عفت کے کسی تصور کی کوئی ادنیٰ گنجائش موجود نہیں ہے۔

صدق

اسلامی تصور

صدق کا مطلب ہے ہر معاملے میں سچائی اور اخلاص۔ شریعت اس میں اتنا مبالغہ

Marfat.com

کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ماں کو دیکھا جس نے اپنے بچے کو یہ کہہ کر بلایا کہ وہ اس کو کوئی چیز دے گی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم اس کو کیا دینا چاہتی ہو۔ اس نے کہا کھجور آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اسے کچھ دینے کا ارادہ نہ رکھتیں تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اسے جھوٹ لکھ لیا جاتا۔

مغربی تصور

صدق ایک اضافی (Relevant) قدر ہے۔ جھوٹ بولنا بری بات ہے لیکن قومی فائدے کے لیے دشمن کے ساتھ بولا جاسکتا ہے۔

شجاعت

اسلامی تصور

اسلام بزدلی کی مذمت کرتا ہے۔ اللہ پر ایمان آدمی کو بہادر اور اعلیٰ دینی مقاصد کے لیے ایثار کرنا سکھاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اللہ کی راہ میں اپنا وقت، صلاحیتیں اور مال خوشی سے خرچ کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں نچھاور کر دیتا ہے اور پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مغربی تصور

مغربی تہذیب کے باسی چونکہ نہ تو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور نہ اعلیٰ اخلاقی اقدار پر لہٰذا وہ شجاعت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے اور اکثر بزدل ہوتے ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض قومی

Marfat.com

مفاد اور نام و نمود کے لیے کبھی کبھار بہادری بھی دکھا دیتے ہیں۔

تقابل

اخباری اطلاعات کے مطابق عراق اور افغانستان میں لڑنے والے ہزاروں امریکی فوجی جنگ کے دوران دباؤ میں رہنے کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن چکے ہیں لیکن آج تک کسی ایک افغان مجاہد کے بارے میں یہ اطلاع نہیں آئی کہ وہ جنگی دباؤ سے نفسیاتی مریض بن گیا ہو بلکہ حضرت سعید بن جبیرؒ کو جب حجاج نے دربار میں قتل کروا دیا تو ان کا بہت خون بہا۔ حجاج نے اس کی وجہ پوچھی تو ایک طبیب نے کہا کہ ان کو شہادت کا کوئی رنج نہیں تھا بلکہ اس کی خوشی تھی اسی وجہ سے خون کثرت سے بہا ہے۔

اعتدال

اسلامی تصور

اسلام افراط وتفریق کو ناپسند کرتا ہے اور تعلقات خواہ وہ اللہ سے متعلق ہوں یا بندوں سے، ان میں اعتدال اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی شدت اور انتہا پسندی کو نہیں صراحتاً مثلاً ساری رات عبادت کرنے اور مسلسل روزے رکھنے کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ خرچ کرنے میں اسلام نہ تو فضول خرچی کا قائل ہے اور نہ بخل کا بلکہ اعتدال سے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے قرآن نے مسلمانوں کو امت وسط کہا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے خیر الامور اوسطھا: یعنی ہر معاملے میں اعتدال کی روش ہی بہترین روش ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

الٰہی ہدایت کے بغیر انسانی تعلقات اور مختلف امور میں توازن اور اعتدال قائم رکھنا مشکل ہے اور انسانی عقل اس میں دھوکہ دے جاتی اور افراط وتفریق کا شکار ہو جاتی ہے مثلاً ہیومنزم نے انسان کی تکریم کی تو اسے خدا بنا کر دم لیا اور لبرل ازم نے انسان کو آزادی دی تو اسے مادر پدر آزاد کر دیا۔ نیشنلزم کو اپنایا تو اپنے وطن کو سب پر ترجیح دے دی۔ ان سب امور میں توازن اور اعتدال باقی نہ رہا اور افراط وتفریق نے زندگی میں مشکلات اور مسائل کو جنم دے کر انسانی زندگی کو مشکل اور غیر متوازن بنا دیا۔

رحم

اسلامی تصور

اسلام رحم کا علمبردار ہے۔ قرآن کی پہلی آیت ہی یہ بتاتی ہے کہ اللہ رحمٰن ورحیم ہے اور اس کے پیغمبر رحمت للعالمین ہیں۔ اسلام چھوٹوں سے شفقت کرنے اور بڑوں کے احترام کا درس دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ جو دنیا میں انسانوں پر رحم کرے گا اللہ اس پر آخرت میں رحم کرے گا اس لیے اسلام ہر قسم کے ظلم کی مذمت کرتا ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب نے جن مادی اقدار کو جنم دیا ہے ان میں رحم جیسی اخلاقی قدر کا کوئی وزن نہیں ہے چنانچہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں اہل مغرب نے خود ایک دوسرے کے ساتھ اتنی بربریت کا سلوک کیا، اتنے آدمی قتل کیے، اتنے گھر جلائے، اتنی عورتوں کی بے حرمتی کی کہ پوری انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج بھی دوسری قوموں اور مخالفین پر اہل مغرب ذرا رحم نہیں کھاتے جس کا مشاہدہ عراق وافغانستان میں دنیا نے بخوبی کیا ہے۔

Marfat.com

شرم وحیاء

اسلامی تصور

شرم و حیاء مسلم معاشرے کی ایک بنیادی اخلاقی قدر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس میں حیاء نہیں ہو، وہ جو چاہے کرتا پھرے یعنی برے سے برا کام بھی اس سے غیر متوقع نہیں۔ شرم وحیاء کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں مردوں سے بھی ہے چنانچہ مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نظریں نیچے رکھیں اور پورا لباس پہنیں۔ شرم وحیاء اللہ نے عورت کی فطرت میں رکھی ہے اور اس جذبہ کو پروان چڑھانے کے لیے اس نے متعدد احکام دیئے ہیں جیسے سارا جسم ڈھانپنا، بن ٹھن کر باہر نہ نکلنا، نظریں نیچی رکھنا.....وغیرہ۔ شرم وحیاء ایک وسیع مفہوم رکھتی ہے اور جو شخص اللہ سے حیاء کرتا ہے وہ اس کے احکام کی مخالفت نہیں کرسکتا۔

مغربی تصور

مغرب میں شرم وحیا کا کوئی تصور نہیں۔ نہ اللہ سے نہ ہی انسانوں سے بلکہ مغرب میں مادر پدر آزادی کے تصور نے عورتوں اور مردوں میں شرم وحیاء کا مادہ ختم کر کے ان کی فطرت کو مسخ کر دیا ہے۔

شفقت ومحبت

اسلامی تصور

اسلام شفقت اور محبت کا علمبردار ہے۔ اولاد سے محبت، زوجین میں محبت اور سارے

Marfat.com

انسانوں سے محبت بلکہ جانوروں سے بھی شفقت اور نرمی کا سلوک کرنا اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔اور اللہ اور رسول ﷺ سے محبت ان کی اطاعت کا بنیادی ذریعہ اور دوسری محبتوں کا ماخذ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں سے شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

مغربی تصور

محبت اگرچہ فطری جذبہ ہے اور وہ انسانوں کی زندگی میں، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اپنا رنگ دکھاتا رہتا ہے لیکن مغربی تہذیب کے میٹریلزم (Materialism) نے انسانوں کے اس فطری جذبے کو بھی مسخ کر دیا ہے چنانچہ مغرب میں مائیں بچے پیدا کرنے اور ان کو پالنے سے کتراتی ہیں اور نہ بچے بلوغت کے بعد والدین کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔

رزائل اخلاق

حب دنیا

اسلامی تصور

اسلام رہبانیت کا قائل نہیں بلکہ دنیا کو برتنے کا قائل ہے بلکہ شریعت نام ہی ان اصول وضوابط کا ہے جو اللہ نے دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے عطا فرمائے ہیں پس دنیا میں رہنا اور اس میں مشغولیت مطلوب ہے مذموم نہیں۔

حبّ دنیا یہ ہے کہ آدمی دنیاوی زندگی گزارتے ہوئے اور دنیاوی مشغولیتوں میں اللہ کو بھول جائے اور اس کے احکام سے غافل ہو جائے اور زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق

Marfat.com

گزارنے کی بجائے، کسی اور دین یا تہذیب یا اپنی مرضی اور خواہشات نفس کے مطابق گزارے یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دے۔

مغربی تصور

مغربی تصورات خصوصاً سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور سیکولرازم اور ہیومنزم نے انسان کے اس دنیا میں زندگی اپنی آزاد مرضی سے گزارنے کو بنیادی اہمیت دی ہے اور اللہ، مذہب اور اخلاق کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں لہٰذا کسی مذہبی یا اخلاقی پابندی کے بغیر دنیا ہی کو اپنا ہدف بنالینا اور اس میں کامیابیوں، سہولتوں اور لذتوں کے حصول کو اپنی ساری کوششوں کا مرکز و محور بنالینا ہی مغرب میں فرد کے پیش نظر ہوتا ہے۔ دنیا کی یہی وہ محبت ہے جو مذموم ہے کیونکہ یہ دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے کسی الٰہی ہدایت یا مذہبی اور اخلاقی پابندی کی قائل نہیں۔

فحاشی، عریانی اور بے حیائی

اسلامی تصور

عفت اور آزادی وغیرہ کے تصورات میں ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام میں بے حیائی، عریانی اور فحاشی اسلامی تعلیمات کی رو سے منکرات میں سے ہیں اور مذموم ہیں اور ان کا ترک واجب ہے۔

مغربی تصور

جس طرح حیا، پردہ اور عفت اسلامی احکام کا تقاضا ہے اسی طرح مغربی تہذیب میں بے حیائی، عریانی و فحاشی مغربی تہذیب کے تصورِ زندگی کا ناگزیر حصہ ہیں کیونکہ وہاں کسی

Marfat.com

مذہبی اور اخلاقی قدر کی کوئی اہمیت نہیں اور فرد کو لامحدود آزادی حاصل ہے کہ وہ زندگی اپنی مرضی اور خواہشات نفس کے مطابق گزارے۔

لہوولعب

اسلامی تصور

لہوولعب میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کو دینی فرائض اور تعمیری مصروفیات سے غافل کردے خواہ وہ کام جائز ہی کیوں نہ ہو جیسے کھیل، مطالعہ، تجارت وغیرہ۔

اسلام خوش مزاجی، خوش طبعی، شستہ مذاق اور شائستہ تفریح کو بُرا نہیں کہتا اور آلات موسیقی کے بغیر اچھی چیز (مثلاً حمد ونعت) گانے کا انکار نہیں کرتا لیکن اگر ان امور کا مواد (Contnet) غیر اسلامی ہو یا ان میں ایسی مشغولیت ہو جو دینی فرائض اور تعمیری کاموں سے غافل کردے تو ان کا شمار لہوولعب میں ہوگا جو مذموم ہے۔

مغربی تصور

مغرب کے لوگ اگرچہ محنتی ہیں اور اپنے فرائض سنجیدگی سے سرانجام دیتے ہیں تاہم چونکہ وہ مذہبی اور اخلاقی قدروں پر یقین نہیں رکھتے لہٰذا اپنی تعمیری مصروفیت کے بعد وہ لہوولعب مثلاً گانے بجانے، ناچنے کودنے، شراب پینے، جواء کھیلنے وغیرہ میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اسے مذموم سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

شکم پروری

اسلامی تصور

بھوک ایک بنیادی انسان جبلت ہے جسے اللہ نے انسان کی بقا اور تحفظ کے لیے ہماری سرشت میں رکھا ہے۔ اسلام بھی اس کو اہمیت دیتا ہے اور بھوک کے مسئلے کا ایک متوازن اور مناسب حل پیش کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام غذا کھانے سے منع نہیں کرتا اور نہ غذا کھانا شکم پروری ہے۔ شکم پروری، جو مذموم ہے، اس سے ہماری مراد ہے اچھا اور زیادہ کھانے کو مقصد زندگی بنا لینا اور اس کے لیے حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا۔ اس کے برعکس اسلامی احکام یہ ہیں کہ صرف رزق حلال اور پاکیزہ طعام کھایا جائے، پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے اور ہر وقت کھانے پینے کی باتیں اور کھانے پینے کی فکر نہ کی جائے گویا اسلام اس چیز کا قائل ہے کہ ''زندہ رہنے کے لیے کھاؤ، نہ کہ کھانے کے لیے زندہ رہو''۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب بھوک کے مسئلے کو بنیادی اہمیت دیتی ہے لیکن اس کے زیر اثر بننے والے دونوں معاشی نظام یعنی سرمایہ داری اور کمیونزم/سوشلزم دونوں وحی کی رہنمائی کو رد کرتے ہوئے اس کو غیر متوازن انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیپٹل ازم/سرمایہ کو بنیاد بنا کر اور کمیونزم/سوشلزم محنت کو اساسی قدر قرار دے کر ایک غیر متوازن انداز میں انسانی اقدار اور اس کے اخلاقی اہداف کو مجروح کرتے ہیں بلکہ کمیونزم تو پوری انسانی تاریخ کی تعبیر ہی جدلیاتی مادیت کے پہلو سے کرتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام مذہب اور اخلاق کو روند کر اپنے اصول و اقدار وضع کرتا ہے۔ اہل مغرب کھانے پینے میں مذہبی اور اخلاقی پابندیوں کو گوارہ نہیں کرتے اور اچھا کھانا پینا اور اچھی زندگی گزارنا ہی ان کا واحد مقصد زندگی ہے۔ حلال اور پاکیزہ غذا کھانے کا تصور بھی ان کے ہاں نہیں ہے۔

Marfat.com

جنس پرستی

اسلامی تصور

جنس انسان کی بنیادی جبلتوں میں سے ایک ہے۔ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ نفس کشی اور جبلتوں کو دبانے اور کچلنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان کی تہذیب کرتا ہے اور ان کا مطالبہ پورا کرنے کے ایسے متوازن اصول وضوابط پیش کرتا ہے جس سے فرد کے جبلی تقاضے بھی پورے ہو جائیں اور معاشرے کو بھی فائدہ پہنچے اور اسے نقصان نہ ہو۔ چنانچہ جنسی جبلت کی تسکین کے لیے اسلام نکاح کی ترغیب دیتا ہے اور میاں بیوی، خاندان اور اولاد کی تربیت کا ایک پورا ڈھانچہ مہیا کرتا ہے جس سے جبلت کے تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں اور معاشرے کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

مغربی تصور

وحی کی روشنی سے محروم مغربی تہذیب نے انسانی عقل وخواہشات کے مطابق جنسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی اور غیر متوازن اور غیر معقول حل پیش کیے۔ فرائیڈ نے مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے جنس کو بنیادی ترین جبلت قرار دیا اور جس طرح مارکس نے بھوک کی جبلت کو بنیاد بنا کر اسے سارے انسانی تصورات کے گرد گھما دیا اسی طرح فرائیڈ نے جنس کو بنیادی جبلت قرار دے کر اسے سارے انسانی افکار واعمال پر محیط کر دیا جو کہ ظاہر ہے ایک غیر متوازن رویہ ہے۔

دوسری طرف ہیومنزم نے انسان کو خدا بنا دیا اور لبرلزم نے اسے ساری پابندیوں سے آزاد کر کے فکر وعمل کی لامحدود آزادی دے دی۔ اس چیز نے مغرب کے انسان کو جنسی حیوان بنا دیا۔ خاندان کا نظام ٹوٹ گیا، میاں بیوی کے رشتے کا تقدس باقی نہ رہا اور بچے

Marfat.com

برباد ہو گئے۔ یوں ہر مذہبی اور اخلاقی ضابطے کو رد کر کے مغربی انسان جنس پرستی میں مبتلا ہو گیا جس کی تفصیلات میں جانا بھی کراہت انگیز ہے۔

ڈپریشن و مایوسی

اسلامی تصور

زندگی کا اسلامی تصور یہ ہے کہ انسان اگر اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارے تو کامیاب ہے اور اسے اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ پر یقین کی وجہ سے ایک مسلمان نہ تو مایوس ہو سکتا ہے اور نہ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے غیر مطمئن ہو سکتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اسے وہی ملے گا جو اللہ نے لکھ دیا ہے اور اس کا کام صرف صحیح رخ میں محنت کرنا ہے جو اگر وہ کر لیتا ہے تو پھر کسی دنیاوی ناکامی یا صدمے کی وجہ سے وہ ڈیپریشن میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

آج اگر کسی مسلمان میں ڈیپریشن، خیبت اور مایوسی کا غلبہ ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اللہ پر اور اپنی تقدیر پر یقین نہیں۔

مغربی تصور

مغرب میں لوگ نہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور نہ اس کی تقدیر پر لہٰذا ناکامی اور صدمے کی صورت میں ان کا ڈیپریشن، خیبت اور مایوسی میں مبتلا ہونا منطقی اور قابل فہم محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کا انسان دنیا کی اکثر راحتوں کے ہوتے ہوئے اس وقت سب سے زیادہ غیر مطمئن، ناخوش اور ڈیپریشن اور خیبت میں مبتلا ہے، سب سے زیادہ خودکشیاں بھی مغرب میں ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ نفسیاتی اور ذہنی امراض کے ہسپتال بھی مغرب میں ہیں۔

Marfat.com

خودرائی

اسلامی تصور

خودرائی یہ ہے کہ آدمی ہر کام میں اپنی مرضی کرے اور اپنی رائے کو دوسروں کی رائے پر فوقیت دے۔ اگرچہ اپنی ذات پر اعتماد نہ بُرا ہے اور نہ اسلامی لحاظ سے مردود لیکن یہ مزاج کہ ہر معاملے میں آدمی اپنی من مانی کرنا چاہے، اسے اس طرف لے جا سکتا ہے کہ وہ دینی معاملات میں بھی خدا اور رسول کے احکام کے مقابلے میں سر اطاعت خم نہ کرے۔ ان میں بھی حجتیں چھانٹتا پھرے یا استادوں، بزرگوں اور اصحاب علم کے سامنے اپنی رائے پر اصرار کرے اور ان کی بات سننے اور ماننے پر اس کی طبیعت آمادہ نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ چیز اسلامی لحاظ سے غیر مطلوب بھی ہے اور مخدوش بھی۔

مغربی تصور

مغرب کا ذہن عقلیت پسند ہے اور وہ کسی کی غیر مشروط اطاعت (خواہ وہ اللہ و رسول کا حکم ہو، مجتہدین کا اجماع ہو یا صحابہ و اسلاف کا طرزِ عمل ہو) کا قائل نہیں لہٰذا مغربی معاشرے میں خودرائی اور خودسری عام ہے اور بزرگوں کی رائے کے احترام کا تصور ان کے ہاں موجود ہی نہیں۔

کسب حرام

اسلامی تصور

اسلام ذرائع آمدنی میں کسب حلال پر زور دیتا ہے اور اس کے نزدیک یہ قابل مذمت

Marfat.com

اور نا قابل قبول ہے کہ آدمی کے ذرائع آمدنی حرام ہوں۔ حرام میں وہ سب ذرائع شامل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے جیسے رشوت، کرپشن، فراڈ، بے ایمانی (جیسے کم تولنا، کم ناپنا یا جھوٹ بول کر مال بیچنا)، سود کی آمدنی، جوا، کام کیے بغیر معاوضہ لینا..... وغیرہ۔

رزق حرام اسلام میں اتنی بڑی برائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی حرام کا رزق کھاتا ہے اس کی دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی اور وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔

مغربی تصور

مغرب میں چونکہ مال کمانے پر دینی اور اخلاقی پابندی کا کوئی تصور نہیں لہٰذا وہاں حرام کا صرف یہ تصور ہے کہ جن طریقوں سے قانون مال کمانے سے منع کرتا ہے آدمی ان سے باز آ جائے۔ چنانچہ وہاں جوا کھیلنا قانونی ہے لہٰذا جوئے کی آمدنی بھی حلال ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت ناچ گانے اور جسم فروشی سے پیسے کمائے تو یہ بھی جائز اور حلال ہے۔

شراب نوشی و منشیات کا استعمال

اسلامی تصور

اسلام میں مسلمان کھانے پینے میں بھی وہ پابندیاں قبول کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز کھانا پینا یا استعمال کرنا حرام ہے جو نشہ آور ہو۔ اب نشہ کی مضرت واضح ہے کہ اس کے کثرت استعمال سے انسان کا ذہن اس کے کنٹرول میں نہیں رہتا ہے اور اس سے کسی بھی بری حرکت کی توقع کی جا سکتی ہے۔ یہ نشہ صحت کے لیے بھی مضر ہے اور اس سے دوسروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس سے منع کیا ہے اور چونکہ نشہ استعمال کرنے والے کے لیے عموماً یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مقدار کو کنٹرول کرے لہٰذا شریعت نے اتنی تھوڑی مقدار میں بھی شراب پینے سے منع کیا

Marfat.com

ہے جس سے بظاہر نشہ نہ بھی ہو اور نبی کریم ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع کیا ہے جن میں شراب پی جاتی ہے تا کہ ایک کراہت کا تصور قائم ہو۔

مغربی تصور

مغرب میں چونکہ مذہبی اور اخلاقی پابندی کا کوئی تصور نہیں اور انسان خود مختار بلکہ مختارِ مطلق ہے کہ جو چاہے کرے اور وہ کسی بالا دست ہستی کا عبد یا مطیع نہیں کہ اس کی بات مانے لہٰذا اہل مغرب جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ کھاتے اور پیتے ہیں الا یہ کہ ملکی قانون اسے غیر قانونی قرار دے۔ لہٰذا شراب پینا اور خنزیر کا گوشت کھانا وہاں قانونی ہے اور وہاں بغیر کسی کراہت کے ہر آدمی یہ چیزیں کھاتا اور پیتا ہے۔

مغرب میں قانون بھی وہی ہو سکتا ہے جو عوام کے نمائندے عوامی خواہشات کے مطابق پارلیمنٹ میں پاس کریں یا اسے ختم کر دیں۔ ۱۹۳۵ء میں امریکہ کی مقنّنہ نے شراب پر پابندی لگا دی لیکن عوامی مطالبے پر پانچ سال بعد یہ پابندی ختم کر دی چنانچہ امریکہ میں شراب پینا جائز ہے۔

رقص و سرود

اسلامی تصور

اسلام گانے بجانے کی صرف ان سادہ صورتوں کی اجازت دیتا ہے جو نفسِ انسانی کے لیے تفریح کی تعمیری اور غیر مضر جائز صورتوں میں سے ہوں مثلاً کسی مرد کا مردوں میں یا کسی عورت کا عورت میں بغیر آلات موسیقی کے اس طرح گانا کہ اس اس کے مواد (Content) میں کوئی چیز شہوانی خیالات کو مہمیز کرنے والی نہ ہو جیسے پرانے زمانے میں عربوں میں اونٹوں کے سفر میں حدی خوانی کی جاتی تھی یا جیسے حمد و نعت پڑھی جائے یا شادی

Marfat.com

بیاہ کے موقع پر بچیوں کا گانا بجانا شادی کی تشہیر کے لیے کہ وہ شارع کے نزدیک مطلوب و مستحسن ہے۔اس کے مقابلے میں عورتوں کا پیشہ ور مغنیہ کے طور پر پیسے لے کر مردوں کے لیے گانا یا مواد کا عشقیہ یا شہوانی ہونا یا پیچیدہ آلات موسیقی کا استعمال کرنا جو جذبات کے اشتعال میں مدد ہو، یہ سب نا قابل قبول ہیں۔

اسی طرح عورتوں کا مردوں کے سامنے رقص کرنا بھی اسلام میں نا قابلِ تصور ہے جب کہ اسلام عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے اور مردوں کو نظریں نیچی کرنے کا تا کہ وہ دونوں کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو سکیں جب کہ رقص میں ان قرآنی احکام کی واضح خلاف ورزی ہوتی ہے اور فریقین کو برائی کی ترغیب ملتی ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب جو جسم پرست یونانیوں کی جانشین ہے، موسیقی کو روح کی غذا اور عورتوں کے رقص کو اعضاء کی شاعری قرار دیتی ہے کیونکہ ہیومنزم، لبرل ازم، اور Individualism نے انسان کو اپنی مرضی کا مالک، خدا کی ہدایت کا باغی اور اپنی خواہشات نفس پر چلنے والا بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں انسان دینی اور اخلاقی تعلیمات کو رد کرتے ہوئے اپنی خواہشات نفس کے مطابق زندگی گزارنے کو اپنا حق سمجھتا ہے اس لیے جس چیز کو مسلمان فحاشی و عریانی کہتے ہیں اسے مغرب کا انسان اپنا بنیادی انسانی حق قرار دیتا ہے لہٰذا ان کے ہاں ہر طرح کا رقص و سرود اور جنسی تعلق (اگر وہ باہمی رضامندی سے ہو) ایک جائز تفریح ہے جس پر وہ کوئی قدغن برداشت نہیں کرتے۔

Marfat.com

اقدار

آزادی (Freedom)

اسلامی تعلیمات کی رو سے چونکہ ہر طرح کے اختیارات اور علم کا منبع اللہ کی ذات ہے اور انسان محض اس کا عبد اور بندہ ہے اور اس کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے احکام کی پیروی کرے لہٰذا ایک مسلمان آزاد اور خودمختار نہیں ہوتا کہ وہ جو چاہیے کرے اور جیسے چاہے زندگی بسر کرے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان مجبورِ محض اور تقدیر کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی ہے کیونکہ:

(۱) اللہ نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور اسے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اللہ کو اور انسان اور کائنات کے بارے میں اس کی سکیم کو چاہے تو مانے اور نہ چاہے تو نہ مانے۔ یعنی انسان کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرے یا نہ کرے۔ تاہم اگر وہ اسے قبول کرلے اور اللہ کے مالک کل اور اپنے عبد ہونے کا اقرار کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی نہیں کرسکتا۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ نے انسان میں بھلائی اور برائی کا مادہ ایک جیسا رکھا ہے اور ساتھ ہی اسے بتا دیا ہے کہ اس کی بہتری خیر کو قبول کرنے میں ہے۔ انسان کی اس محدود آزادی کی مثال نبی کریم ﷺ نے اس گھوڑے سے دی ہے جو کسی کھونٹے سے بندھا ہو۔ اب جتنی اس کے رسے کی لمبائی ہے اتنا تو وہ گھوڑا آزاد ہے اور چل پھر سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس رسے کی لمبائی سے باہر وہ نہیں جاسکتا۔

(۲) انسان تقدیر کے ہاتھوں میں مجبورِ محض نہیں بلکہ وہ عمل کے لیے آزاد ہے تاہم چونکہ ہمیں اپنی تقدیر کا پتہ نہیں ہوتا اس لیے ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اور ہمارے اعمال کے جو نتائج نکلتے ہیں وہی ہماری تقدیر ہوتی ہے جو اللہ کے ہاں لکھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

(۳) عملی اور اجتماعی زندگی کے وہ دائرے جہاں اللہ تعالیٰ نے منصوص تفصیلی احکام نہیں دیئے بلکہ پالیسی اصول دے کر باقی معاملات امت پر چھوڑ دیئے ہیں، وہاں مسلمانوں کو آزادی دی ہے کہ وہ اپنے حالات وضروریات کے مطابق ان میں تصرف کر سکیں مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے لباس کے بارے میں کچھ بنیادی اصول بتا دیئے ہیں۔ اب ان حدود کے اندر رہتے ہوئے مسلمان جس طرح کا لباس چاہیں پہن سکتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے بارے میں بنیادی باتیں بتا دی ہیں اب مسلمانوں کے اہل علم ان حدود کے اندر رہتے ہوئے جس طرح کا سیاسی نظام چاہیں وضع کر سکتے ہیں۔ یہ وہ آزادی ہے جس کا ہم نے اوپر اجتہاد کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب نے چونکہ الٰہی ہدایت کا انکار کر دیا ہے لہٰذا فرد کو وہاں لامحدود آزادی حاصل ہے اور وہ اپنے بارے میں جو فیصلہ چاہے کر سکتا ہے الا یہ کہ وہ خود اپنی مرضی سے اپنی بہتری کے لیے کچھ پابندیاں قبول کرے۔ فرد کی یہ لامحدود آزادی Individualism کہلاتی ہے اور پوری سوسائٹی اسی Libralism کی قائل ہے۔ یوں مغربی طرزِ حیات انسان کی خواہشوں اور تمناؤں کو آزادانہ پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہے الا یہ کہ کسی اجتماعی مفاد کے لیے وہ خود کچھ پابندیوں کو قبول کرے۔ دوسرے لفظوں میں اچھے اور برے، حلال و حرام، حسن و قبح اور حق و باطل کا معیار انسان اور اس کی خواہشات اور اس کی عقل ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ امریکہ میں ۱۹۳۵ء میں پارلیمنٹ نے شراب پر پابندی لگا دی لیکن عوام کے مطالبے پر پانچ سال کے بعد یہ پابندی ختم کر دی چنانچہ آج بھی مغرب میں لوگوں کو شراب پینے، جوا کھیلنے اور باہم رضامندی سے زنا کرنے کی عام اجازت ہے۔ یہاں تک کہ ہم جنس شادیوں تک کو قانونی بنا دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مغرب میں آزادی کا تصور مادر پدر آزادی کا تصور ہے جس پر کسی مذہبی یا اخلاقی پابندی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مغرب میں اظہار رائے کی آزادی کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ وہ مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں، ان کے کارٹون بناتے ہیں اور جب مسلمان اس پر اعتراض کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آزدی اظہار ان کا بنیادی حق ہے اور ان کی قیادت کہتی ہے کہ وہ کسی کی آزادی پر قدغن نہیں لگا سکتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ آزادی کی کون سی قسم ہے کہ آپ کروڑوں اربوں لوگوں کی دل آزاری کریں؟

تقابل

اسلام میں آزادی کا تصور محدود ہے اور ہر مسلمان اسلامی تعلیمات کا پابند ہے جب کہ مغرب میں انسان لامحدود آزادی کا حامل ہے اور کسی مذہبی اور اخلاقی پابندی کی بجائے صرف ان محدود پابندیوں کو قبول کرتا ہے جو ریاست عوام کی مرضی سے ان کی بہتری کے لیے لگاتی ہے۔

مساوات (Equality)

خطبہ

اسلامی تصور

اسلام میں مساوات کا تصور یہ ہے کہ:

- تمام انسان آدم کی اولاد ہیں لہٰذا وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور انسان ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔
- تمام انسان قانون (شریعت) کی نظر میں برابر ہیں یعنی سب پر شرعی قانون کا اطلاق ایک جیسا ہوگا۔
- اسلام میں مسلمان ہونے کے ناطے تمام مسلمان مساوی حیثیت رکھتے ہیں البتہ ان میں افضل وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

Marfat.com

- تمام انبیاء اور رسل پیغمبر ہونے کے حوالے سے برابر ہیں اور سب پر ایمان لانا ضروری ہے گو بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور حضرت محمد ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔

- عورت اور مرد انسان ہونے اور حقوق و فرائض رکھنے کے ناطے مساوی ہیں لیکن اپنے کردار، ذمہ داریوں اور دائرہ کار کے حوالے سے مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے۔

- اسی طرح اسلام معاشی میدان میں عدل و انصاف کا قائل ہے مساوات کا نہیں کیونکہ اللہ نے سب انسانوں کو ایک جیسی صلاحیتوں سے نہیں نوازا، البتہ ریاست میں بنیادی ضروریات کے حوالے سے سب کا حق مساوی ہے۔

مغربی تصور

- مغربی تہذیب میں عورت اور مرد حقوق و فرائض کے لحاظ سے مساوی ہیں اور مرد کو عورت پر برتری حاصل نہیں ہے جیسے مثلاً طلاق دینے کا حق جتنا مرد کا ہے اتنا ہی عورت کا بھی ہے۔

- قانون کی نظر میں سب انسان برابر ہیں (لیکن عملاً امریکہ میں کالوں کو اور مسلمانوں کو گوروں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں)

تقابل

اسلام بعض معاملات میں انسانوں کے حقیقی مفاد کی خاطر مساوات کا نہیں انصاف کا قائل ہے جب کہ مغربی تہذیب میں بعض ان پہلوؤں میں بھی مساوات ہے جہاں وہ انسانوں کے حقیقی مفادات کے لیے خطرہ ہے۔

Marfat.com

رواداری

اسلامی تصور

اسلام میں ایک بنیادی تصور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ہے جس کا مطلب یہ کہ ایک مسلمان کو صرف اپنی ذاتی دینی فلاح اور کامیابی ہی سے غرض نہیں ہوتی بلکہ وہ اس امر کے لیے بھی کوشاں ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمان بھی دین کے احکام پر عمل کریں تا کہ بحیثیت مجموعی ایک ایسا معاشرہ وجود میں آسکے جو خیر پر کاربند ہو، جس میں نیکی پر عمل کرنا آسان اور برائی پر عمل کرنا مشکل ہو اور معاشرہ خیر پر عمل کرنے میں فرد کے لیے معاون اور مددگار ہو۔ مطلب یہ کہ اگر افراد معاشرہ خیر پر عمل نہ کریں یا منکرات پر عمل کریں تو ایک مسلمان رواداری سے کام نہیں لے گا بلکہ غلط کام کرنے والے کو ٹوک دے گا اور منع کرے گا۔ اس منع کرنے کی تین صورتیں ہیں: اگر طاقت اور دائرہ کار ہو تو قوت سے روک دے گا ورنہ زبان سے اور آخری درجہ میں اسے دل سے برا سمجھے گا۔ گویا رواداری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نہی عن المنکر کے شرعی حکم پر عمل نہ کیا جائے۔

البتہ فروعی اور اجتہادی امور میں جہاں اختلاف رائے ممکن ہو اور جہاں کوئی واضح شرعی حکم موجود نہ ہو وہاں اختلاف رائے کو برداشت کرنا چاہیے۔ دوسروں کو اختلاف کا حق دینا چاہیے اور دوسروں کی مختلف یا متضاد رائے کو برداشت کرنا چاہیے اور اس میں تشدد اور قوت کا استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس صورت میں ایک آدمی اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے لیکن اس میں غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے اور دوسرے کی رائے کو غلط سمجھتا ہے لیکن اس میں صحت کا امکان موجود ہوتا ہے لہٰذا رواداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کے اختلاف رائے کو برداشت کیا جائے۔ یہی حال انسانی مزاجوں اور رویوں کا ہے کہ اس میں اختلاف رائے کو برداشت کرنا چاہیے اور یہی رواداری کا صحیح تصور ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں چونکہ ہیومنزم کی رو سے ہر فرد آزاد، خودمختار اور ایک جیسا قابل تکریم ہے لہٰذا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے فرد کے معاملات میں مداخلت کرے۔ مغرب میں فرد کی ذاتی پسند اور ناپسند اور اس کی پرائیویسی کا تصور اپنی انتہا کو چھو لیتا ہے اور خودغرضی کی حد تک جا پہنچتا ہے۔ گویا مغرب میں رواداری کا تصور یہ ہے کہ آپ کسی کو اس کے غلط کام پر بھی نہ ٹوکیں اور نہ اسے منع کریں بلکہ صرف اپنے آپ سے غرض رکھیں۔

مغرب میں رواداری کا ایک اور تصور بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ مسلمانوں کی مقدس کتاب (قرآن حکیم) کو جلاتے ہیں، مسلمانوں کے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان کے کارٹون بناتے ہیں اور اس پر جب مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو اہل مغرب ان سے کہتے ہیں کہ رواداری سے کام لو۔ اور اختلاف رائے برداشت کرو۔ گویا ان کے نزدیک رواداری یہ ہے کہ مسلمان بے حسّی اور بے غیرتی کا ثبوت دیں اور اپنی کتاب مقدس اور اپنے پیارے پیغمبر کی توہین پر بھی غصے میں نہ آئیں۔ ظاہر ہے یہ رواداری کا غلط مفہوم ہے جو مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

تقابل

اسلام میں رواداری کا تصور مغرب کی رواداری کے تصور سے مختلف ہے۔ مغرب میں برائی کو برداشت کرنا بھی رواداری میں شامل ہے جب کہ اسلام میں برائی کو برداشت کرنا، رواداری کا تقاضا نہیں ہے۔ مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کی توہین کرنا اور مسلمانوں سے مطالبہ کرنا کہ اسے برداشت کرو، یہ بھی روادی کا غلط تصور ہے۔

Marfat.com

معیارِ عزت

اسلامی تصور

اسلام میں عزت کا معیار ایمان وعلم اور اس پر عمل یعنی تقوی ہے۔ عزت بنیادی طور پر اللہ کے لیے ہے اور رسول ﷺ کے لیے ہے (اس لیے کہ وہ اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے) اور مومنین کے لیے ہے کیوں کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ کوئی غیر مسلم (خواہ وہ دنیاوی معیارات کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) ایک مسلمان کے مقابلے میں (خواہ وہ دنیاوی معیارات کے لحاظ سے کتنا ہی کمزور اور غریب ہو) معزز نہیں ہوتا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنے حکمران کی اطاعت کرو خواہ وہ کالے رنگ، موٹے ہونٹوں اور چپٹے ناک والا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اور آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو (جو عرب رواج کے مطابق غلام زادے تھے) اس لشکر کا سپہ سالار بنا دیا جس میں بڑے بڑے صحابہ شامل تھے۔ اور حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ کو ''سیدنا بلال'' کہا کرتے تھے غرض یہ کہ اسلام میں عزت کا معیار نہ حسب ونسب کا اعلیٰ ہونا ہے، نہ مال ودولت کا زیادہ ہونا اور نہ اولاد، خاندان اور قبیلے کا بڑا ہونا ہے بلکہ عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں عزت کا تصور نہ ایمان سے متعلق ہے نہ ہی تقویٰ سے بلکہ یہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جس کے پاس پیسے زیادہ ہوں اور وہ جاہ ونسب اور اقتدار واختیار والا ہو۔

Marfat.com

باب چہارم

علم و تعلیم سے متعلق اصطلاحات و تصورات

Marfat.com

تصورِ علم یا فلسفۂ علم (Epistemology)

مآخذ علم (Sources of Knowledge)

اسلامی تصور

اسلام کی رو سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان و کائنات کو پیدا کیا ہے لہٰذا وہ اپنی مخلوق اور اس کی صلاحیت و دائرہ کار اور مقاصد کے بارے میں دوسروں سے بہتر طور پر جانتا ہے۔ لہٰذا دوسروں کے مقابلے میں وہی بہتر طور پر بتا سکتا ہے کہ اس نے انسان کو کیوں پیدا کیا اور اسے کیسے زندگی گزارنی چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں علم اور ہدایت کا منبع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان کو اللہ نے غور و فکر کے لیے جو عقل دی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور سننے اور دیکھنے کی جو اہلیت دی ہے ان سے بلاشبہ معلومات حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ معلومات خود مکتفی (Self sufficient) اور اپنی مفسر آپ (Self Explanefory) نہیں ہوتیں بلکہ ان معنوں میں ناقص اور محدود ہوتی ہیں کہ ان کی مدد سے زمینی اور مابعد الطبیعیاتی حقائق کا ادراک کر پانا یقینی نہیں ہوتا۔

لہٰذا علم حقیقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ وحی کی صورت میں اپنے پیغمبروں کو بھجواتا ہے۔ انسانی عقل اور حواس سے حاصل ہونے والا علم اگر علم الٰہی کے مطابق ہو اور اس کی تائید کرے تو وہ علم حقیقی کا ایک جزو بن جاتا ہے لیکن اگر وہ علم حقیقی / علم الٰہی کی مخالفت کرے تو وہ ناقص غلط، جھوٹا اور ناقابل اعتماد علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ سرے سے علم ہی نہیں ہے بلکہ محض ظن و تخمین، وہم و گمان اور ناقص معلومات کا پلندہ ہے اور اس پر عمل کا لازمی نتیجہ فساد فی الارض ہوگا۔

Marfat.com

مغربی تصور

اللہ تعالیٰ انسان و کائنات کے بارے میں جو علم وحی کے ذریعے پیغمبروں کی وساطت سے انسانوں کو عطا کرتے ہیں وہ فطرت اور قوانین فطرت کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ حواس اور عقل سے حاصل ہونے والا علم اس کا نقیض ہو اِلا یہ کہ علم الٰہی محفوظ نہ رہے اور انسانی ہاتھ اس میں بغیر و تبدل کر دیں۔ چنانچہ مغربی سائنس دانوں نے عیسائیت میں ایسی بہت سی چیزیں پائیں جو عقل اور حِسّی مشاہدے و تجربے سے حاصل ہونے والی معلومات کے خلاف تھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ الٰہی پیغام اصل شکل میں موجود نہ تھا لہٰذا سائنس دانوں نے مشاہدے اور تجربے سے ایسے حقائق دریافت کیے جو اس مزعومہ علم الٰہی کے خلاف تھے، لہٰذا وہ مجبور ہو گئے کہ وہ اس الٰہی علم (بائبل) کی مخالفت کریں اور اسے غیر عقلی اور غیر سائنسی قرار دیں۔

جب انہوں نے اس مزعومہ علم الٰہی کو خلاف حقائق پایا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ حقیقی علم صرف وہ ہے جو تجربے اور مشاہدے کا نتیجہ ہو، قابل تصدیق ہو اور عقلی معیارات پر پورا اترتا ہو۔ رہے دینی عقائد یا مابعد الطبیعی حقائق تو وہ چونکہ ماورائے حواس ہیں، ہمارے تجربے اور مشاہدے میں نہیں آتے اور نہ قابل تصدیق ہیں لہٰذا وہ علم نہیں ہیں۔

تقابل

اسلام کی رو سے علم حقیقی صرف وحی ہے یا اس سے مستنبط شدہ اور انسانی عقل و حواس سے حاصل شدہ وہ علم جو اس علم حقیقی کی تائید کرے اور اس کے مطابق ہو۔ گویا اسلام میں علم کا بنیادی و حقیقی ماخذ وحی الٰہی ہے جب کہ عقل و حواس اس کے ضمنی، ثانوی اور ماتحت (Subordinate) مآخذ ہیں۔ مغربی فکر و تہذیب کی رو سے علم وہ ہے جو تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہو، قابل تصدیق ہو اور عقلی معیارات کے مطابق ہو گویا مغرب میں علم کا مآخذ ہیں عقل و حواس۔

Marfat.com

علم کا دائرہ کار اور ترجیحات

اسلامی نقطۂ نظر

اسلام کے پیش نظر چونکہ انسان کی مکمل زندگی کے لیے رہنمائی مہیا کرنا ہے لہٰذا وہ جو علم انسان کو عطاء فرماتا ہے وہ زندگی کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور زندگی کی کوئی جہت اس سے باہر نہیں ہوتی۔ لہٰذا انسانوں کی موجودہ زندگی ہو یا اخروی، اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی، معاشرہ ہو یا ریاست اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں تفصیلی رہنمائی عطا فرماتا ہے۔

وہ شعبے جن میں انسانی عقل زیادہ موثر کردار ادا نہیں کر سکتی (جیسے مابعد الطبیعیاتی امور) یا وہ امور جو اتنے اہم ہوں کہ شارع انہیں عقل انسانی پر چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا (جیسے نکاح، طلاق اور وراثت کے مسائل) وہاں شارع منصوص اور تفصیلی احکام دیتا ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ امور جو زمان و مکان کی تبدیلی سے بدل سکتے ہوں وہاں شارع اصولی رہنمائی دینے کے بعد تفصیلات کا تعین انسانوں پر چھوڑ دیتا ہے جیسے سیاسی اور معاشی امور۔ ترجیحات کے لحاظ سے اسلام عقائد کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، جو انسان کو درپیش بنیادی فکری مسائل سے بحث کرتے ہیں مثلاً یہ کہ انسان کیا ہے، اس کا کوئی خدا ہے یا نہیں، اور کائنات اور ابنائے نوع سے اس کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟..... وغیرہ

مغرب کا تصور

مغربی تہذیب چونکہ اصولاً وحی کی بالادستی کا انکار کرتی ہے اور انسانی حواس اور عقل کو علم کا ماٰخذ قرار دیتی ہے لہٰذا مذہب اور مابعد الطبیعی امور مغربی علم کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔ اسی طرح مغربی علوم اجتماعی امور جیسے تعلیم، سیاست، معاشرت، معیشت، قانون وغیرہ میں وحی اور مذہب کا کوئی کردار تسلیم نہیں کرتے لہٰذا ان شعبوں سے متعلق علوم میں وحی

Marfat.com

اور مذہب کی مداخلت یا ان کے اثرات کو بھی وہ ردّ کرتے ہیں اور ان میں صرف انسانی عقل وحواس (تجربے اور مشاہدے) پر انحصار کرتے ہیں۔

اس سے مغربی علوم کی ترجیحات بھی واضح ہو گئیں کہ مذہب، آخروی زندگی، اخلاق و اقدار اور روحانیت وغیرہ اس کے دائرہ کار میں نہیں آتے اور اس کی ترجیح وہ علوم ہیں جن کا تعلق انسان کی دنیاوی (انفرادی اور اجتماعی) زندگی سے ہو جن میں ہر طرح کے سماجی اور سائنسی علوم شامل ہیں۔

علوم کی تقسیم (Branches of Knowledge)

اسلامی تصور

اسلامی روایت میں علوم کی تقسیم عموماً تین شعبوں میں کی جاتی ہے:

ا- علوم نقلیہ (Revealed Knwolege)

اس کا منبع بنیادی طور پر وحی ہے یعنی اللہ کی طرف سے بھیجا گیا علم۔ اس کی عام طور پر دو صورتیں ہوتی ہیں ایک وہ جس میں اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے اپنا کلام پیغمبر پر نازل کرتا ہے یعنی منزل من اللہ کتاب جیسے قرآن حکیم (یا پہلے زمانے میں تورات، انجیل وغیرہ جو محفوظ نہیں رہیں اور اس وقت محرف شکل میں موجود ہیں)۔ اس کی دوسری صورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کے علاوہ اپنے پیغمبر کی رہنمائی کے لیے نازل فرماتا ہے یا پیغمبر کے وہ اقوال وافعال جن کی وحی تصویب کرتی ہے (اور جہاں وحی پیغمبر کو نہ ٹوکے اس کے بارے میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصویب وتوثیق شدہ ہے کیونکہ پیغمبر جب تک زندہ رہتا ہے وحی ۲۴ گھنٹے اس کی نگرانی کرتی ہے اور اسے کسی غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتی)۔ وحی کی یہ دو صورتیں جو مسلمانوں کے پاس قرآن وسنت کی صورت میں موجود

Marfat.com

ہیں دین کا بنیادی ماخذ سمجھی جاتی ہیں اوران کومقدس مانا جاتا ہے یعنی مسلمان ان نصوص میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کر سکتے بلکہ ان کا کام فقط ان کی پیروی کرنا ہے۔

۲- علوم آلیہ

وہ علوم جو علومِ نقلیہ کی تفہیم میں مدد دیتے ہیں جیسے عربی زبان، اصولِ تفسیر، اصول حدیث، فن اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل نیز فقہ واصول فقہ۔

۳- علومِ عقلیہ

یہ دو قسم کے ہیں: ایک وہ علوم جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے صرف بنیادی پالیسی امور دینے پر اکتفاء فرمایا ہے اور باقی تفصیلات مسلمان امت اور اس کے اہل علم پہ چھوڑ دی ہیں کہ وہ ان کا تعین کرلیں۔ ان میں جو حصہ وحی پر مشتمل ہے وہ نا قابل تغیر ہے اور جو حصہ انسانی عقل اور تجربہ کی پیداوار ہے وہ بدلتا رہتا ہے۔ جیسے معیشت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سود حرام ہے اور بیع حلال ہے۔ اب ساری دنیا کے مسلمان مل کر بھی اللہ کے اس حرام اور حلال کو تبدیل نہیں کر سکتے البتہ ان کی تفصیلات کا تعین مسلم اہل علم اور ماہرین کریں گے کہ کون کون سے امور سود میں داخل ہیں اور کن کن امور کا شمار بیع میں ہوتا ہے۔

اس کی دوسری قسم وہ ہے جس میں انسانی عقل اور تجربے کا دخل زیادہ ہے اور اللہ نے رحمۃ للناس اس میں احکام جاری نہیں فرمائے۔ اس طرح کے امور عموماً بدلتے رہتے ہیں اور ان کا انحصار انسانی تجربے اور مہارت پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کھجوروں کو پیوند لگانے کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح کے دنیاوی امور مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ صنعت وحرفت، تجارت، زراعت، ٹیکنالوجی وغیرہ کے اکثر امور کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

علوم کی ایک اور تقسیم فرض عین اور فرض کفایہ کے لحاظ سے بھی ہے۔ اتنا علم حاصل کرنا جس سے دین کی بنیادی ضروریات کا علم حاصل ہو جائے جیسے عقائد کی معرفت، عبادات کی ادائیگی، حلال وحرام کی پہچان..... وغیرہ یہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ وہ امور جن کا تعلق

Marfat.com

دنیاوی امور سے ہے مثلاً طب اور انجینئرنگ وغیرہ تو یہ فرض کفایہ ہیں۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان معاشرے میں سے کچھ لوگوں کا یا اتنے لوگوں کا یہ علم حاصل کرنا ضروری ہے جس سے معاشرے کی ضرورت پوری ہو جائے اور اگر یہ نہ ہو تو معاشرے کے سب افراد گناہ گار ہوں گے۔

مغربی تصور

مغرب میں علم کا منبع چونکہ انسانی عقل اور اس کے تجربات و مشاہدات ہیں لہٰذا مغرب میں علم کی دو بڑی قسمیں ہیں عمرانی علوم اور سائنسی علوم۔ وحی سے حاصل ہونے والے علم کو مغرب سرے سے علم ہی نہیں سمجھتا۔

عمرانی علوم

وہ اجتماعی علوم ہیں جن کی جڑیں مغربی تہذیب کے ورلڈ ویو میں پیوست ہوتی ہیں اور جن کے پیش نظر اس ذہن اور شخصیت کی تیاری ہے جو معاشرے کو مطلوب ہوتے ہیں۔ مغربی عمرانی علوم میں مذہب محض ایک مضمون ہے اور سماجی زندگی کے مطالعہ کا محض ایک جزو ہے۔ مغرب کے عمرانی علوم جیسے سیاسیات، معاشیات، نفسیات، ادب وغیرہ انسانی عقل، تجربات و مشاہدات اور زمینی حقائق سے مل کر قابل تغیر حقائق کو جنم دیتے ہیں۔

سائنسی علوم یہ وہ علوم ہیں جن کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ ان کے حاصلات مشاہدے اور تجربے کے نتیجے میں تبدیل نہیں ہوتے جیسے ریاضی اور سائنسی کے بنیادی کلیات جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں یا ہائیڈروجن اور آکسیجن ایک خاص تناسب سے ملیں تو پانی میں تبدیل ہو جاتی ہیں یا جیسے کشش ثقل اور حرکت کے قوانین وغیرہ۔

Marfat.com

حصولِ علم

اسلامی تصور

علوم نقلیہ کا اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے اس کو بنیادی عقائد، اوامر ونواہی اور حلال وحرام کی بنیادی ضروری معلومات حاصل ہو جائیں۔ علوم عقلیہ (یعنی عمرانی وسائنسی علوم) البتہ فروض کفایہ میں شامل ہیں، یعنی ان کا اتنا حاصل کرنا ضروری ہے جس سے معاشرے کی ضروریات پوری جائیں۔ وہ علوم حاصل کرنے غیر ضروری ہیں جو علوم نقلیہ وعقلیہ کے نقیض ہوں یا انسان کو گمراہ کرنے والے ہوں جیسے جادو اور علم نجوم وغیرہ۔

مغربی تصور

مغربی تصور علم کی رو سے وہ علوم حاصل کرنے غیر مناسب ہیں جو جدوجہد زندگی پر منفی طور پر اثر انداز ہوں جیسے بعض لوگ مذہب کو افیون سمجھتے ہیں اور توکل اور قناعت ان کے نزدیک نقصان دہ اصول ہیں۔

مقاصد تعلیم

اسلامی تصور

اسلام میں تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو وہ ضروری علم حاصل ہو جائے جو زندگی گزارنے کے بارے میں اللہ کی ہدایت اس پر واضح کر دے اور انسانی شخصیت ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ اس کے لیے اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا ممکن اور سہل ہو جائے۔ قرآن حکیم نے اسے تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ سے تعبیر کیا ہے یعنی قرآن کی

Marfat.com

تعلیم ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔ دنیاوی علوم اور مہارتوں کی تعلیم، جو قرآن وسنت کے مطابق ہو، فرض کفایہ ہے یعنی معاشرے کی ضرورت کی حد تک فرض ہے۔ رہا نفسِ انسانی کا تزکیہ تو وہ ہر قسم کی تعلیم کی غایت اور جوہر ہے تا کہ ایسی شخصیت وجود میں آ سکے جو اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔

مغربی تصور

چونکہ اخروی کامیابی کا حصول اور اعلیٰ اخلاقی اصولوں اور مذہبی قدروں پر عمل مغربی تہذیب میں انسان کے پیش نظر نہیں ہوتا لہٰذا وہاں تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں کامیاب ہو سکے اور یہاں زیادہ سے زیادہ دولت اور آسائشیں حاصل کر سکے۔ اس لیے مغربی تہذیب کے پیش نظر یہی ہے کہ وہ ایسی تعلیم دے جس سے یہ مقاصد حاصل ہو سکیں اور فرد معاشرے اور اس کے آئیڈیلز سے ہم آہنگ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے زندگی گزار سکے۔

نصابِ تعلیم

اسلامی تصور

قرآن حکیم کی تعلیم وتدریس کو مسلمانوں کے نصاب تعلیم کا لازمی جزو ہونا چاہیے اور دیگر علوم کے نصاب تعلیم کا کوئی جزو بھی اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ سنت اور سیرت النبی ﷺ کو بھی قرآنی تعلیم کا ایک جزو سمجھا جانا چاہیے اور ان کی اتنی تعلیم ہر مسلمان کے لیے لازمی ہونی چاہیے جو اسلامی زندگی گزارنے کے لیے ناگزیر ہو۔ جو زبان معاشرے میں مروج ہو اسے ذریعہ تعلیم بنانا چاہیے۔ عربی زبان پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر قرآن وسنت کو نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ ہی عبادات سرانجام دی جا سکتی ہیں۔ تبلیغ دین

Marfat.com

اور تجارتی اور سماجی مقاصد کے لیے دیگر زبانیں سیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ہمارے ہاں ہر طالب علم کے لیے انگریزی زبان کی لازمی تعلیم اور اس کو ذریعہ تعلیم بنانے کا جو خبط ہے وہ محض انگریزی استعمار کی غلامی اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ عمرانی علوم اور سائنسی علوم کی تدریس حسبِ ضرورت ہونی چاہیے لیکن ضروری ہے کہ ان علوم کی تدوین قرآن وسنت کی روشنی میں کی گئی ہو۔ اسلامی علوم اور دیگر علوم میں تخصص کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام بھی ہونا چاہیے اور تحقیق اس کا لازمی جزو ہونی چاہیے۔

مغربی تصور

مغرب میں مذہب کی تعلیم عمرانی علوم کی تعلیم کا ایک حصہ سمجھی جاتی ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی مذہبی فرقہ یا مسلک طلبہ کو مذہبی تعلیم دینا چاہے تو ریاست اس میں رکاوٹ بھی نہیں بنتی۔ جہاں تک عمرانی اور سائنسی علوم اور دیگر تخصصات کا تعلق ہے تو ہر قوم اور معاشرہ اپنی ضرورت کے مطابق اس کا اہتمام کر لیتا ہے۔ دوسری زبانوں کے بارے میں ان کی پالیسی یہی ہے کہ وہ حسبِ ضرورت سیکھی جاسکتی ہیں اور خصوصاً یونیورسٹی کی سطح پر عموماً ایک غیر ملکی زبان سیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

استاد کا کردار

اسلامی تصور

استاد عالم ہونے کی حیثیت سے پیغمبر کا وارث ہوتا ہے اور اسے پیغمبرانہ سپرٹ سے ہی اپنے طلبہ کو تعلیم دینی چاہیے۔ اسے اپنے تخصص میں مہارت حاصل ہونی چاہیے اور نصاب میں اگر کوئی کمی یا خامی ہو تو استاد کو اسے پورا کرنا چاہیے۔

استاد کا ایک بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ طلبہ کے تزکیہ اور تربیت کا اہتمام کرے تاکہ

Marfat.com

تعلیمی ادارے سے ایک ایسا فرد تیار ہو کر نکلے جو عملی مسلمان (Practising Muslim) ہو اور اسلامی معاشرے کے آئیڈیلز پر پورا اترتا ہو۔ مسلمان استاد کو اپنے طلبہ کا سچا خیر خواہ ہونا چاہیے اور اسے طلبہ سے اپنے بچوں کی طرح حسنِ سلوک کرنا چاہیے اور طلبہ کو اسے باپ کی طرح عزت و احترام دینا چاہیے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں استاد کا کردار یہ ہے کہ وہ ایسا فرد تیار کرے جو مغربی معاشرے کے آئیڈیلز کے مطابق ہوتا کہ وہ معاشرے سے ہم آہنگ ہو کر علم کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کر سکے اور معاشرے کے تقاضوں کے مطابق کامیاب زندگی گزار سکے۔

مغربی معاشرے کے تعلیمی اداروں میں استاد کی حیثیت ایک ملازم کی سی ہوتی ہے جو اپنی تنخواہ کے لیے کام کرتا ہے۔ طلبہ تعلیمی ادارے کے کلائنٹ اور شرکائے پروگرام سمجھے جاتے ہیں۔ وہاں استاد اور شاگرد کے درمیان احترام کا وہ تصور مفقود ہوتا ہے جو مسلم معاشرے میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔

طالب علم

اسلامی تصور

تعلیم کا اسلامی تناظر یہ ہے کہ ایک طالب علم کے پیشِ نظر دین کا ضروری علم حاصل کرنا ہوتا کہ وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنا سکے اور اللہ اور رسول کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکے اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ صرف ملازمت یا تجارت اور دنیاوی خوشحالی اس کے پیش نظر نہ ہو۔ تاہم ایسے علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنا بھی مطلوب ہے جو مسلم معاشرے کی ضرورت ہوں اور فرد کی معاشی ضروریات پوری کرنے میں اس کے معاون

Marfat.com

ہوں۔ مسلمان طالب علم کو اپنے اساتذہ کا ادب واحترام کرنا چاہیے۔

مغربی تصور

ایک طالب علم کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی علوم وفنون میں مہارت حاصل کر سکے تا کہ دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزار سکے اور معاشرے سے ہم آہنگی اختیار کر سکے۔ مغرب میں تعلیم، خصوصاً اعلیٰ تعلیم، ایک تجارت سمجھی جاتی ہے، جہاں فیسیں بہت زیادہ ہیں اور غریب طلبہ اس میں داخلہ نہیں لے سکتے۔ طالب علم اپنے آپ کو گاہک (Client) اور شریک کار (Participant) سمجھتا ہے۔

ہم نصابی سرگرمیاں

اسلامی تصور

ایک مسلم تعلیمی ادارے، انتظامیہ اور اساتذہ کو ہم نصابی سرگرمیاں اس انداز میں منظّم کرنی چاہیے کہ اسلامی اصول واقدار طلبہ میں راسخ ہو جائیں اور یہ ان کی تربیت کا ایک موثر ذریعہ ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم نصابی سرگرمیاں ایسی ہوں جو طلبہ کے علم میں اضافہ کریں، ان میں تجسس کو ابھاریں اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشیں۔ وہ طلبہ کو ایسا ماحول مہیا کریں جس میں انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی حوصلہ افزائی ہو۔ ان کی تعمیری عادتیں، اسلامی اخلاق اور طرز عمل پختہ ہو۔

مغربی تصور

ہم نصابی سرگرمیاں ایسی ہونی چاہئیں جو طلبہ کے علم اور مہارتوں میں اس طرح اضافہ کریں کہ وہ اپنے معاشرے کی اقدار سے ہم آہنگ زندگی گزار سکیں اور ان کی تعمیری

Marfat.com

عادتیں جیسے خود اعتمادی، محنت کی عادت، صاف ستھرا رہنا، تنظیم اور منصوبہ بندی سے کام کرنا۔ تحقیق کو اپنانا..... وغیرہ پختہ ہو سکیں اور ان کی شخصیت کا حصہ بن جائیں۔

تعلیمی انتظامیہ

اسلامی تصور

تعلیم کو کاروبار بنانا اسلامی تعلیمات کی رو سے جائز نہیں ہے اور نہ مسلم معاشرے کی ۱۲۰۰ سالہ تاریخ میں یعنی مسلم معاشرے میں مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے نفوذ سے پہلے تعلیم کبھی مال تجارت رہی ہے۔ مسلم معاشرے کی یہ بھی ایک منفرد، عظیم اور حیران کن روایت رہی ہے کہ تعلیم کبھی ریاست کے ہاتھ میں نہیں رہی بلکہ یہ پرائیویٹ سیکٹر میں علماء کے زیر نگرانی معاشرے کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ حکمران طبقے، امراء اور معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ اسے اپنے لیے خدمت اور نیکی کا ایک بڑا شعبہ سمجھتے تھے اور اس میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے چنانچہ مسلم معاشرے میں ہر جگہ تعلیم کے لیے اوقاف (Endeowments Trusts) قائم تھے جو تعلیمی ادارے اور اساتذہ کے اخراجات پورے کرتے تھے لہٰذا اساتذہ دلجمعی اور سنجیدگی سے پڑھاتے تھے اور طلبہ اسی سنجیدگی اور دلجمعی سے پڑھتے تھے اور مسلم معاشرے میں شرح تعلیم ۸۰-۹۰ فیصد سے کم نہیں ہوتی تھی۔

اس وقت ہمارے معاشرے میں تعلیمی ادارے چلانے والوں نے اگر تعلیم کو کاروبار بنالیا ہے تو یہ اسلامی تعلیم کے برعکس مغربی تہذیب کے اثرات قبول کرنے کی وجہ سے ہے۔

مسلمان معاشروں میں آج جو تعلیم کم ہے اور جو ہے وہ غیر معیاری ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم کی اہمیت کا احساس نہیں۔ یہ نہ ہمارے حکمرانوں کی ترجیحات میں شامل ہے اور نہ وہ اس کے لیے ضروری بجٹ مہیا کرتے اور منصوبہ بندی کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم اسلامی تناظر میں دینے کی بجائے مغربی تہذیب کے اصولوں کے مطابق دی جاتی ہے اور مہنگی ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں سکول کی تعلیم لازمی ہے اور ریاست کی ذمہ داری ہے اگرچہ پرائیویٹ سیکٹر میں سکول قائم کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مغرب میں تعلیم معاشرے کے آئیڈیلز کے مطابق ہے اور ایسا فرد سے تیار کرنے میں کامیاب ہے جو معاشرے کے اختیار کردہ نظام حیات کے مطابق زندگی گزار سکے۔ تعلیم فرد کی کردار سازی بھی معاشرے کے اصول واقدار کے مطابق کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشرہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ہے اور یہ صفات چونکہ مسلم معاشرے میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا وہ دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے پسماندہ ہے۔

تعلیم نسواں (Women Eduction)

اسلامی تصور

اسلام معاشرت میں عورتوں اور مردوں کے الگ الگ دائرہ کار کا علمبردار ہے۔ چنانچہ اسلام میں مخلوط معاشرت اور مخلوط تعلیم کا کوئی تصور نہیں۔ خواتین کی تعلیم سے اسلام کو مقصود یہ ہے کہ مسلمان ہونے کی عمومی ذمہ داریوں کے علاوہ ایک مسلم خاتون ہونے کے لحاظ سے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اچھی ماں ہو جو اولاد کی اچھی تربیت کرے اور انہیں مستقبل کا اچھا مسلمان بنائے۔ بحیثیت بیوی وہ خاوند کو راحت، خوشی اور پرسکون گرہستی مہیا کرے اور جیسا کہ معروف ہے کہ ان کاموں کے لیے قرآن وسنت گھر کو اس کا دائرہ کار بناتے ہیں اور بیرونِ خانہ اس کی سرگرمیاں کم سے کم رکھتے ہیں اور صرف ناگزیر ضرورت یا

Marfat.com

مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں لہٰذا اسلامی معاشرے میں عورتوں کی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو مسلمان خاتون کو اس کی خصوصی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے تیار کرے۔

پاکستان کے دیہی علاقوں اور خصوصاً خیبر پی کے، بلوچستان اور قبائلی علاقوں میں عورتوں کی کم شرح تعلیم کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو اپنے گھر/گاؤں/قصبے سے باہر بھجوانا نہیں چاہتے جہاں وہ محفوظ نہ ہوں اور نہ ہی ان کو مغربی اصول واقدار پر مبنی تعلیم دلوانا چاہتے ہیں جو ان کے اندر دین واخلاق سے وابستگی کمزور کر دے اور خصوصاً ان میں شرم وحیا اور عصمت وعفت کے جوہر کو کم کر دے۔ اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ طالبات کا نصاب طلبہ سے الگ ہو، ان کے تعلیمی ادارے طلبہ سے علیحدہ ہوں یعنی تعلیم کسی سطح پر بھی مخلوط نہ ہو۔ سکولوں، کالجوں کی نگرانی کے ڈائریکٹوریٹ بھی خواتین پر مشتمل اور الگ ہوں اور ان میں مردوں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

مغربی تصور

مغرب کی تہذیب مرد اور عورت کی مساوات کی قائل ہے لہٰذا مغرب کے نظام تعلیم میں عورتوں کے لیے الگ تعلیم اور تعلیمی اداروں کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ مغرب کا نظام معیشت ایسا ہے کہ وہاں عورتوں کو بھی کام کرنا پڑتا ہے لہٰذا انہوں نے اپنا نظام معاشرت بھی ایسا بنا لیا ہے کہ عورت کام کر سکے لیکن یہ عورت پر ظلم اور دوہرا بوجھ ہے کیونکہ اسے کام اور ملازمت کے ساتھ بہر حال گھر بھی دیکھنا پڑتا ہے اور بچے بھی پالنے پڑتے ہیں۔

Marfat.com

دینی/مذہبی تعلیم

اسلامی تصور

ہمارے ہاں دینی مدارس میں دی جانے والی تعلیم کو دینی تعلیم کہا جاتا ہے اور سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دی جانے والی تعلیم کو جدید یا دنیاوی تعلیم کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ تقسیم اور طریق کار غلط ہے اور جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ قرآن وسنت کی تعلیم بھی دینی تعلیم ہے اور عمرانی اور سائنسی علوم کی تعلیم بھی دینی تعلیم ہی ہے اگر وہ قرآن وسنت کے مقاصد اور تعلیمات کے مطابق ہو یا کم از کم ان کے خلاف نہ ہو۔ اسی طرح ایسی تعلیم کو 'دینی' کہنا بھی محل نظر ہے جو آج کے دنیاوی امور میں مسلمانوں کی رہنمائی نہ کرے۔

دینی مدارس کو اگر دینی تعلیم کے تخصص کے ادارے قرار دیا جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں لیکن ان مدارس کی تعلیم اس لحاظ سے ناقص ہے کہ یہ قرآن وسنت اور متعلقہ علوم کی ایسی معیاری تعلیم نہیں دے رہے جو عصر حاضر کے مسلم معاشرے کی ضرورتوں کو پورا کرے اور یہ تعلیم ایسا فرد تیار نہیں کرتی جو عصر حاضر میں مسلم معاشرے کو درپیش چیلنج اور معاصر مسائل میں ان کی رہنمائی کر سکے۔

ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دی جانے والی تعلیم ان معنوں میں غیر اسلامی یا غیر دینی ہے کہ یہ مقاصد تعلیم، نصاب، تربیت اساتذہ اور ہم نصابی سرگرمیوں میں مغربی فکر وتہذیب کی نقل کرتی ہے اور نہ اس کا نصاب موثر طور پر اس ضروری دینی تعلیم کا احاطہ کرتا ہے جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور نہ اس کے عمرانی اور سائنسی علوم اسلامی تناظر کو پیش نظر رکھ کر مدوّن کیے گئے ہیں۔

موجودہ تعلیم میں ثنویت (Dichotomy) کا تصور کہ دینی مدارس میں جدید دنیاوی علوم نہ پڑھائے جائیں اور جدید سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مذہبی تعلیم وتربیت کا

Marfat.com

موثر انتظام نہ ہو، خلاف اسلام ہے اور مسلم ممالک پر مغربی استعمار کے غلبے کا نتیجہ ہے اور سیکولرازم کو پروان چڑھاتا ہے ہے۔ اس کی بجائے مسلم نظام تعلیم ہمیشہ موحد (Integrated) رہا ہے مطلب یہ کہ تعلیم میں دینی و دنیاوی تعلیم کی تقسیم غلط ہے اور مسلمانوں کا نظام تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہا ہے جس میں بیک وقت دینی اور دنیاوی علوم پڑھائے جاتے رہے اور آج بھی پڑھائے جانے چاہئیں۔

مسلمانوں کے موجودہ نظام تعلیم کو صحیح اسلامی تعلیمی نظام کے مطابق کیسے بنایا جائے؟ یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک دو کام نہ کیے جائیں: ایک تعلیم کو مغربی تہذیب کی نقالی کے شکنجے سے نکالنا یعنی (Dewesternization) جیسے انگریزی ذریعہ تعلیم کا خاتمہ، 'او' ا۔ 'اے' لیول کے امتحانات کا خاتمہ، مخلوط تعلیم کا خاتمہ، انگریزی زبان اور کلچر کی بالادستی کا خاتمہ [جیسے بچوں کو مغربی یونیفارم پہنانا نا، دوپٹے کی بجائے گلے میں 'V' کی پٹی لٹکانا، کلچرل ویک۔ اور فن فیئر کے نام پر فحاشی، عریانی اور ناچ گانے کو فروغ دینا وغیرہ)۔

دوسرے پورے تعلیمی نظام کی اسلامی تشکیل نو کرنا (Reconstruction of Knowledge and Education in Islamic Perspective)۔ اس کے لیے جو اقدامات درکار ہیں، وہ یہ ہیں: قرآن وسنت کی موثر تدریس، عمرانی اور سائنسی علوم کی اسلامی تناظر میں تدوین نو، اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کے علاوہ نظریاتی تربیت تاکہ وہ طلبہ کی اسلامی تربیت کرنا سیکھ جائیں اور اپنے آپ کو بطور ماڈل پیش کرسکیں، ہم نصابی سرگرمیوں کی اسلامی تناظر میں تنظیم نو جیسے صدق، شکر اور صفائی کے ہفتے منانا، استقبال رمضان، جنگ بدر اور معراج رسول کے ایونٹ منظم کرنا اور سیرت کانفرنسوں کا اہتمام کرنا وغیرہ۔

مغربی تصور

مغرب میں ساری تعلیم مغربی تہذیب کے اس ورلڈ ویو اور فلسفہ علم پر مبنی ہے جس کی بنیادیں ہیومنزم، سیکولرازم، امپیریلزم اور کیپٹلزم پر مبنی ہیں۔ یہ ورلڈ ویو چونکہ لادینیت اور

Marfat.com

الحاد پر مبنی ہے لہٰذا اس ورلڈ ویو اور فلسفہ علم میں مذہب کی تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اور نہ ہی دیگر علوم کو مذہبی تناظر میں مدون کرنا ان کے لیے قابل قبول ہوسکتا ہے۔ مغربی ممالک میں چونکہ سارے دساتیر سیکولرازم پر مبنی ہیں لہٰذا کسی جگہ بھی حکومتی سطح پر مذہب کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ البتہ امریکی اور یورپی ممالک میں پرائیویٹ سیکٹر میں مذہبی تعلیم دینے کی آزادی سب کو میسر ہے اور ہر مذہب کے لوگوں نے اپنی مذہبی تعلیم کے ادارے بھی کھولے ہوئے ہیں اور عبادت گاہیں بھی قائم کر رکھی ہیں۔ (اگرچہ مسلمانوں پر خصوصی پابندیاں ہیں خاص کر ۹/۱۱ کے بعد)

دعوت دین و تبلیغ

اسلامی تصور

اسلام ایک مشنری دین ہے اور اسلامی تعلیمات کی رو سے چونکہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور قیامت تک کے لیے سارے انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اس لیے اب اللہ اور اس کے رسول نے یہ ذمہ داری امت اور (اس کے اہل علم) پر ڈالی ہے کہ وہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچائے، یہ عمل دعوت دین یا تبلیغ دین کہلاتا ہے اور ہم نے اسے تعلیم کے باب میں اس لیے ڈالا ہے کہ یہ ایک طرح کی غیر رسمی تعلیم ہی ہے۔

الحمدللہ پہلے دن سے مسلمانوں میں دعوت و تبلیغ کا احساس اور جذبہ موجود ہے اور مسلمان جہاں بھی جائیں اور جس شعبے زندگی سے وابستہ ہوں وہ اپنا یہ فرض ادا کرنا نہیں بھولتے۔ اس کام کے دو بڑے شعبے ہیں ایک مسلمانوں کے اندر دعوت و تبلیغ کا کام کرنا اور دوسرا غیر مسلموں تک دین پہنچانا۔ مسلمان ان دونوں شعبوں میں کام کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اسلام میں دعوت و تبلیغ کے لیے عیسائی پادریوں کی طرح کسی مخصوص طبقے کا کوئی

Marfat.com

تصور نہیں ہے بلکہ جو بھی دین کا جتنا علم رکھتا ہو وہ اسے آگے پہنچانے کا مکلّف ہے (اگر چہ بعض مسلم معاشروں میں صرف دینی مدارس سے فارغ التحصیل افراد کو ''علماء'' کہا جانے لگا ہے) اور جو علم دین کے متخصص ہیں ظاہر ہے ان کی تو یہ ذمہ داری ہے ہی۔ مسلمان تاجروں نے بھی اس میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور وہ تجارت کے لیے جس ملک میں بھی جاتے اور وہاں رہائش اختیار کرتے تھے وہاں وہ دعوت و تبلیغ دین کا کام بھی کرتے تھے چنانچہ مشرق بعید اور جنوب مشرقی ایشیاء کے اکثر ممالک خصوصاً ساحلی شہروں میں دین کی اشاعت کا کام مسلمان تاجروں نے ہی کیا ہے۔ مساجد مدارس کے علماء اور خانقاہوں کے صوفیوں نے بھی اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی ہیں۔ مسلم ریاتیں اور مسلم حکمرانوں کی فتوحات سے اگر چہ اسلام کم پھیلا ہے تاہم یہ ریاستیں اس غرض سے عام مسلمانوں اور مبلغین کی حوصلہ افزائی ضرور کرتی رہی ہیں۔

ایک ہزار سال تک جب تک مسلمان دنیا میں غالب تھے، دعوت و تبلیغ کا یہ کام زور و شور سے ہوتا رہا ہے تاہم جب وہ دین سے دوری کی وجہ سے خود مغلوب ہو گئے تو یہ کام پیچھے رہ گیا۔ بیسیویں صدی کے وسط کے بعد جب مسلمان ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو اب پھر آہستہ آہستہ اندرونِ ملک دعوتی سرگرمیوں کے علاوہ غیر مسلم معاشروں میں بھی وہ پہنچنے لگے۔

مغربی تصور

عیسائیت بھی اپنے آپ کو ایک مشنری دین کہتی ہے اور عیسائی پادری اور عیسائی مبلغین اس کی اشاعت کے لیے ماضی میں بھی سرگرم رہے ہیں اور آج کل بھی لوگوں کو عیسائی بنانے کی جدوجہد کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ہاں کی تبلیغی جماعت کی طرح وہاں بھی بعض تبلیغی تحریکیں (مثلاً مارمن) دعوت و اشاعت مسیحیت کے کام میں مشغول ہیں۔

مغربی تہذیب چونکہ کسی دین کی علمبردار نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو دین کہلانا پسند

Marfat.com

کرتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ تہذیب اپنی فکری یونیورسلائزیشن کے لیے اتنی ہی متحرک ہے جتنے کہ اسلام وعیسائیت بلکہ ان سے بڑھ کر مسلمان ملکوں پر استعماری قبضے (Colonolization) کے دوران اہل مغرب نے مسلمانوں کے اجتماع ادارے منہدم کر کے مغربی فکر وتہذیب کے مطابق اس کی تشکیل نو کی اور مسلمان ممالک کی بظاہر آزادی کے بعد بھی ان پر اپنے فکری وتہذیبی غلبے اور ان کو زیر دست رکھنے کے لیے سارے پرامن ذرائع اختیار کیے اور جب اس کے باوجود کچھ مسلمان ممالک مضبوط ہو گئے اور سر اُٹھانے لگے تو مغربی تہذیب کے علمبرداروں نے اپنی بھرپور فوجی قوت استعمال کر کے ان کو کچل دیا، ورنہ ظاہر ہے کہ افغانستان اور عراق، امریکہ اور یورپ کے لیے کیسے خطرہ بن سکتے تھے۔ گلوبلائزیشن کی تحریک بھی دراصل مغربی تہذیب کے غلبے اور یونیورسلائزیشن (Universalization) ہی کی ایک صورت ہے بلکہ میڈیا پروگراموں سے لے کر مغربی جمہوریت، IMF اور ورلڈ بنک، تحدیدِ آبادی کی کوششیں، اولمپک کھیلیں، بنیادی انسانی حقوق کے کمشن، تعلیمی اصلاح کی تنظیمیں، فوج اور عدلیہ کی تربیت کے سمجھوتے ..... یہ سب دوسری قوموں خصوصاً مسلمانوں کو فکری اور تہذیبی لحاظ سے مغلوب رکھنے ہی کے مختلف ادارے اور شکلیں ہیں۔

تربیت یا تصوف وتزکیۂ نفس

اسلامی تصور

بطورِ اصطلاح تزکیہ نفس سے مراد ہے نفس انسانی کی ایسی تربیت جس سے اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا ممکن اور سہل ہو جائے۔ تزکیہ کے لغوی معنی ہیں کسی چیز پر سے گرد وغبار دور کرنا اور اس کی خوبیوں کو جلا دینا اور جب اس کی اضافت نفس کے ساتھ ہو تو

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نفس انسانی ساری اچھی باتوں کو اپنا لے اور بری باتوں سے باز آجائے۔ اب اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے، اسلام میں اس کا منبع ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ گویا تزکیہ نفس گویا یہ ہے کہ آدمی ان ساری اچھی باتوں کو اپنا لے جن کو کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان ساری بری باتوں کو ترک کر دے جن سے بچنے کا اللہ نے کہا ہے۔

قرآن حکیم کی رو سے تزکیہ نفس کا سب سے بڑا ذریعہ تعلیم کتاب وحکمت یعنی تعلیم قرآن حکیم کی اور جو دوسرے علوم وفنون کی ہو وہ بھی قرآنی تعلیمات کے مطابق ہو، ان کے خلاف نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم اگر صحیح ہو تو منطقی طور پر تربیت بھی صحیح ہوتی ہے۔ تزکیہ قرآنی اصلاح ہے اور تربیت تعلیم کی۔

صدرِ اول میں جب اسلام تیزی سے پھیلا تو نو مسلموں کی اتنی ہی تیزی سے مطلوبہ تربیت نہ ہو سکی جبکہ دولت کی کثرت اور سہولتوں کی بہتات تھی اس کے نتیجہ میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہونی شروع ہوئیں تو مسلمان مصلحین نے لوگوں کی ایمانی اور اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ دی اور اس کے نتیجے میں خانقاہ کا ادارہ وجود میں آیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگ اپنے گھروں، تجارتوں اور ملازمتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر آبادی سے باہر کسی تنہا اور پرسکون مقام پر قیام پذیر ہو جائیں اور کسی نیک مرشد کی صحبت میں رہیں تا کہ ان کی اصلاح ہو سکے اور وہ اچھے باعمل مسلمان بن سکیں۔ یہ ادارہ تصوف کہلانے لگا۔ رفتہ رفتہ اصلاحِ نفس ایک فن بن گیا اور اس کے چار منہج یا مسلک بن گئے جن میں سے چار زیادہ معروف ہیں یعنی نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ جو کہ اپنے بانیوں کے نام سے منسوب ہیں۔ شروع شروع میں ان اداروں کو چلانے والے محدث، فقیہ اور دین کے عالم ہوتے تھے اور وہاں دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا لیکن پھر مرورِ وقت سے ان سب میں اضمحلال آ گیا اور آج کل تصوف کا نام باقی رہ گیا ہے اور اصلاح وتزکیہ کا عنصر غائب ہو گیا ہے۔ اس میں یونانی، ہندی، ایرانی اور یہودی اثرات داخل ہو گئے ہیں جنہوں نے اس کا

Marfat.com

اسلامی مزاج بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ تصوف کے دو بڑے مکاتبِ فکر ہیں: ایک کو تربیتی اور دوسرے کو علمی یا فلسفیانہ کہا جاسکتا ہے۔ تربیتی مکتب فکر وہ ہے جس کا ہدف لوگوں کو اچھا مسلمان بننا، اور تقویٰ کا حصول ہونا ہے۔ دوسرا مکتب فکر وہ ہے جس نے تصوف کو علمی رنگ دے دیا اور اسے فلسفیانہ، دانشورانہ اور روحانی مباحث کا موضوع بنالیا جیسے وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے نظریات۔

اہل غرض و ہوس نے آج کل تصوف کو تجارت اور کاروبار بنالیا ہے اور ان کے پیش نظر محض حب دنیا و حب مال اور حب جاہ و منصب ہوتی ہے۔ آج کل کے وراثتی گدی نشینوں کے پاس نہ دین اور تزکیے کا علم ہے نہ عمل۔ رہے نام اللہ کا۔

مغربی تصور

سریت یا Mystiscism تقریباً ہر مذہب اور تہذیب میں پایا جاتا ہے اور عیسائیت میں بھی موجود ہے۔ بعض لوگ Mystiscim کا ترجمہ تصوف کرتے ہیں جو کہ صراحتاً غلط ہے۔ کیونکہ تصوف مسلمانوں کے مخصوص مذہبی تناظر میں پروان چڑھا ہے اور اسے Generalize نہیں کیا جاسکتا۔

بعض لوگ نفسیات، نیم نفسیات (Para-psychology) علم نجوم، ہپناٹیزم، روحوں کو بلانا، علم الاعداد، دست شناسی، جادو (طلسم و نیرنجات) رمل وغیرہ کے ڈانڈے بھی تصوف سے جاملاتے ہیں جس میں ظاہر ہے کوئی وزن نہیں۔

تشکیک یا ارتیابیت (Scepticism)

مغربی تصور

مغربی فکر تشکیک کو علم کا منبع قرار دیتی ہے یعنی یہ کہ ہر چیز میں شک کیا جائے۔ پھر

Marfat.com

مشاہدے اور تجربے سے حقیقت حال کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور تسلی بخش اور Verifiable شواہد ملنے کے بعد ہی اسے قابلِ اعتماد علم کہا جا سکتا ہے۔ تشکیک کا ایک بڑا علمبردار کانٹ ہے جس نے کہا کہ میں ہر چیز کے ہونے کے بارے میں شک رکھتا ہوں۔ سوائے اپنی ات کے بارے میں شک کرنے کے کیونکہ جب میں یہ بات سوچ رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ میں بلا شک وشبہ وجود رکھتا ہوں۔ اسے اس نے یوں کہا کہ:

"I Think Therefore I am"

یہی نقطہ نظر مغرب میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کا سبب بنا کیونکہ دانشوروں نے اشیاء کو "جیسی کہ وہ ہیں" قبول کرنے سے انکار کر دیا جب تک مشاہدہ اور تجربہ ان کی تصدیق نہ کر دے۔ شاید سائنس اور ٹیکنالوجی کی حد تک اس اصول کا اطلاق مفید ہوتا لیکن اہل مغرب نے اسے مذہب اور اخلاق پر منطبق کر کے مذہبی حقائق کو بھی علم ماننے سے انکار کر دیا اور انہیں توہمات قرار دے دیا اور یہی بات خرابی کی بنیاد بنی۔ دوسری طرف چرچ کے پاس چونکہ حقیقی (غیر محرف) کتاب مقدس موجود نہ تھی لہٰذا اس نے اُس وقت کے یونانی اور رومی عمرانی وسائنسی علوم ومعارف کو جزو دین بنا لیا اور ان کے موید بلکہ علمبردار بن گئے اور سترہویں صدی میں جب مشاہدہ وتجربہ کی بنیاد پر سائنسی حقائق سامنے آنے لگے تو ان کے پرانے مذہبی عقائد کی (جو یونانی فکر وسائنس کے مطابق تھے) تغلیط ہو گئی۔

اسلامی تصور

اسلام کیونکہ ایک الہامی مذہب (ہماری اصطلاح میں دین) ہے اور وحی پر مبنی ہے، جس کا مرکزی تصور توحید یعنی اللہ کا وجود ہے جو ہمارا خالق، مالک، رازق ہونے کے ساتھ ساتھ، العلیم اور ہادی بھی ہے یعنی وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انہیں ایسا علم عطا فرماتا ہے جو حتماً صحیح اور قابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی ابتداء میں سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہمیں ہدایت طلبی کی دعا سکھائی اور اس کے بعد فوراً سورۃ بقرہ کے شروع میں

Marfat.com

اس دعا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کہ قرآن میں ہدایت کا علم موجود ہے اور وہ حتمی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو علم ہے وہ ہر قسم کی تشکیک سے پاک ہے۔ لہٰذا اسلام میں مغربی فلسفہ علم کے منہج تشکیک کا ایک فی صد گزر بھی نہیں ہوسکتا۔ گویا مغرب کا منہج علم تشکیک کا اور مسلمانوں کا منہج علم یقین کا ہے مزید یہ کہ اللہ نے محمد ﷺ کو آخری نبی قرار دے کر قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی گویا مسلمانوں کے پاس قرآن کی صورت میں حتمی علم موجود ہے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ایمنؓ کے پاس گئے تو وہ انہیں دیکھ کر رونے لگیں انہوں نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں۔ آپؓ اپنے اللہ کے پاس بہتر مقام میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے لیے نہیں رو رہی بلکہ اس لیے رو رہی ہوں کہ ہم وحی سے محروم ہو گئے ہیں اور حدیث بتاتی ہے کہ معاملے کی اہمیت اور سنگینی کو محسوس کر کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی رونے لگے۔

عمرانی، سائنسی اور دوسرے علوم کی ترقی اسلامی حوالے سے کوئی چیلنج نہیں بنتی کیونکہ ہمارے پاس قرآن اور سنت کی موجودگی میں صحیح علم کا ایک حتمی معیار موجود ہے لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی علم کی کوئی بھی بات اگر وہ قرآن وسنت کے خلاف ہے تو وہ غلط ہے اور ہر وہ بات (خواہ وہ کسی بھی علم کی ہو) صحیح اور قابلِ قبول ہے اگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا کم از کم اس کے خلاف نہیں ہے۔ اور چونکہ قرآن کلام الٰہی ہے اور فطرت کارِ الٰہی ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ سائنس یا کوئی دوسرا علم کسی ایسے نتیجے پر پہنچ جائے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو اور یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اپنے عہد میں زریں سائنسی علوم میں ترقی کی تو ان کو کبھی اس مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ کسی دنیاوی علم میں کوئی ایسی بات آ گئی ہو یا ثابت

Marfat.com

ہوگئی ہو جو خلافِ قرآن وسنت ہو۔

آج مسلمانوں کے لیے چیلنج یہ ہے کہ وہ اسلامی ورلڈ ویو کے پیراڈائم میں عمرانی اور سائنسی علوم کی تخلیق اور تشکیل نو کریں نہ کہ مغرب کے الحادی ورلڈ ویو کے پیراڈائم کے تخلیق اور تشکیل کردہ عمرانی اور سائنسی علوم کا اتباع کریں اور اسے اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

باب پنجم

معاشرتی اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

معاشرہ/سوسائٹی (Society)

اسلامی تصور

فرد کی شخصی اور انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی اور معاشرتی زندگی اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ اسے اللہ کے دیے ہوئے اصولوں پر منظّم کیا جائے۔ لہٰذا اسلام کی رو سے معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے البتہ اسلام اس میں اتنی لچک ضرور رکھتا ہے کہ وہ معاشرتی رسوم و رواج جن سے معاشرہ مانوس ہو اور وہ اس کے ''معروفات'' میں شامل ہوں انہیں وہ قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ اسلام کی کسی تعلیم کے صریحاً خلاف نہ ہوں۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد محبت، اخوت، عدل اور مساوات پر ہے یعنی سارے انسان، انسانی حقوق کے لحاظ سے برابر ہیں اور ایک ہی ماں باپ (یعنی آدم وحوا) کی اولاد ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کے درمیان سارے معاملات عدل و انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

مغربی تصور

ہیومنزم (Humanism) نے خدا اور مذہب کی بالادستی کو چیلنج کیا۔ تحریک اصلاح مذہب نے اصلاح کے نام پر مذہب کو کمزور کیا اور معاشرے پر سے اس کی گرفت ختم کر دی جب کہ سیکولرازم نے مذہب اور خدا کو افراد کی ذاتی زندگیوں تک محدود کر دیا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے کی تنظیم اور فعلیت (Working) کو مذہب کی رہنمائی سے محروم کر کے اس نے انسانوں کی خواہشات اور ان کی ہوائے نفس کے تابع کر دیا چنانچہ اس وقت مغربی معاشرے کی تنظیم اور فعلیت سو فیصد انسانی عقل اور ان کی خواہشوں کے تابع ہے۔ مغربی

Marfat.com

معاشرہ بھی اگر چہ انسانی مساوات کا قائل ہے لیکن وہاں نسل، رنگ، زبان، مذہب اور وطن کے تعصّبات اس کو گہنا دیتے ہیں۔

خاندان/فیملی (Family)

اسلامی تصور

اسلام کی رو سے چونکہ انسان کی موجودہ زندگی اللہ کی طرف سے امتحان ہے کہ وہ اسے اللہ کی رہنمائی میں بسر کرتا ہے یا نہیں لہٰذا اُس کی اسکیم یہ ہے کہ ایک وقت موعود (قیامت) تک زمین پر انسانی زندگی کا تسلسل جاری رہے۔ اس کے لیے اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی کی بقاء کے لیے خاندان کا تصور دیا ہے یعنی مرد و عورت شادی کریں، بچے پالیں، خاندان اور قبیلے وجود میں آئیں اور یہ سلسلہ جاری رہے چنانچہ اسلامی تعلیمات خاندان کے ادارے کو تقویت دیتیں اور فرد کو اجتماعی زندگی گزارنے کی تلقین کرتی ہیں اور اسے خاندان بن کر اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے متعین ہدایات سے نوازتی ہیں جیسے نکاح کی ترغیب، رشتے داروں سے حسنِ سلوک، بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت وغیرہ۔

تاہم یہ ذہن میں رہے کہ خاندان کی اہمیت پر اتنا زور دینے کے باوجود اسلام خاندان کے اکٹھے رہنے (Joint Family System) کی ترغیب نہیں دیتا، بلکہ اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ نوجوان جوڑے نئے گھر میں الگ رہیں کیونکہ اکٹھے رہنے میں اسلام کے پردے کے تصور پر عمل نہیں کیا جا سکتا اور اس سے اخلاقی مفاسد جنم لیتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت جو جوائنٹ فیملی رائج ہے وہ اسلام سے زیادہ ہندو معاشرت سے متاثر ہو کر اختیار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

عیسائیت کے منزل من اللہ مذہب ہونے کی وجہ سے اگرچہ اہل مغرب میں خاندان کا تصور موجود تھا لیکن ہیومنزم، سیکولرازم، میٹریلزم اور ریفارمیشن (تحریک اصلاحِ مذہب) نے اس تصور کو مجروح کر دیا اور انفرادیت (Individualism) اور آزادی (لبرلزم) کے تصور کو مبالغہ کی حد تک بڑھا کر خاندان کے تصور کو کمزور کر دیا۔ چنانچہ موجودہ مغربی معاشرے میں خاندان کا ادارہ ٹوٹ کر بکھر چکا ہے اور جتنے عوامل خاندان کے ادارے کو مضبوط کرنے والے تھے (مثلاً میاں بیوی کے رشتے کا تقدس، اولاد کی پرورش اور محبت، والدین کی بڑھاپے میں خدمت، خاندان کا مل کر اکٹھے رہنا، طلاق کو برا سمجھنا وغیرہ) وہ بتدریج کمزور ہو کر ناپید ہو گئے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان اسباب کی بنیاد پر مغرب میں خاندان کا ادارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور معاشرتی زندگی ناہمواری اور ناخوشی کی وجہ سے ناسور بنتی جا رہی ہے۔

تقابل

اسلام خاندانی زندگی کی حمایت کرتا اور اسے مضبوط کرنے کے رہنما اصول عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے زوال کے اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمانوں میں خاندان کا ادارہ ابھی تک مضبوط ہے (گو خاندان کے بارے میں مغربی تصورات کی پیروی میں اب کچھ کمزور ہو رہا ہے)۔ مغرب نے خاندان کے بارے میں مذہبی تعلیمات کو فراموش کر دیا اور ہیومنزم اور لبرلزم نے فرد کے کردار کو بڑھا کر اسے خودغرضی کی حد تک پہنچا دیا ہے جس کی وجہ سے وہاں خاندان کا ادارہ تباہ ہو گیا ہے اور فرد کی زندگی میں ناخوشی اور بے اطمینان کا بڑا سبب بن چکا ہے۔

Marfat.com

عورت ومرد کی مساوات (Gender Equality)

اسلامی تصور

عورت اور مرد بالخصوص میاں اور بیوی میں حقوق وفرائض کا تعین ایک بنیادی مسئلہ ہے جس پر خاندان اور معاشرے کے استحکام کا انحصار ہے اور ماضی میں بہت سی قومیں اور تہذیبیں اس لیے تباہ ہوگئیں کہ وہ اس مسئلے کا صحیح اور متوازن حل نہ تلاش کر سکیں۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی یہ ہے کہ ان کے پاس الٰہی ہدایت موجود ہے اور قرآن وسنت نے اس مسئلے کو دو اور دو چار کی طرح واضح کر دیا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں بیوی یا عورت ومرد انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی ہیں اور دونوں یکساں احترام، محبت اور حسنِ سلوک کے مستحق ہیں البتہ اسلام نے خاندان کے انتظامی ڈھانچے میں قیادت اور لیڈرشپ کی ذمہ داری مرد کو عطا کی ہے اور اسے خاندان کے لیے کمانے، ان کی کفالت کرنے اور بیرون گھر مشقت کے کاموں کی ذمہ داری اس کے سر ڈالی ہے اور بچوں کی پیدائش اور پرورش، دینی اور تہذیبی تقاضوں کے مطابق ان کی تربیت اور گھر داری عورت کی ذمہ داری قرار دی ہے۔ اسلام نے عورت پر کوئی معاشی بوجھ نہیں ڈالا۔ وہ بچپن میں والدین، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں اولاد کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اسلام نے اسے حق ملکیت دیا ہے اور بوقت ضرورت تجارت اور ملازمت وغیرہ کی اجازت بھی دی ہے۔ اسی طرح وہ مرد کو طلاق دے نہیں سکتی لیکن عدالت کے ذریعے طلاق لینے کا حق اسے حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلقی، جسمانی اور خُلقی طور پر عورت ومرد کو ان دونوں دائرہ ہائے کار کے لیے موزوں بنایا ہے۔ یہ سسٹم اور نظام کار نہایت عقلی اور منطقی ہے اور قابلِ عمل ہونے کے لحاظ سے اتنا موزوں ہے کہ پچھلے ۱۴۰۰ سال سے مسلم معاشرے کو اس نے ایک مستحکم

Marfat.com

معاشرتی ڈھانچہ فراہم کیا ہے، خاندان کو استحکام بخشا ہے اور آج بھی جب مسلمان امت دوسرے بہت سے شعبہ ہائے زندگی میں زوال پذیر ہو چکی ہے اور دوسری تہذیبوں سے پیچھے رہ گئی ہے لیکن مسلمان معاشرتی تعلقات اور خاندانی نظام کے لحاظ سے مغربی تہذیب اور دیگر ترقی یافتہ معاشروں سے بہت بہتر حالت میں ہیں، والحمدلله علی ذلك۔

مغربی تصور

تحریک نشأۃ ثانیہ نے ہیومنزم کے ذریعے فرد کی جس تقدیس کا پرچار کیا اس کا ایک نتیجہ فرد کی مساوات بھی ہے یعنی سارے انسان بلاتفریق عورت اور مرد مساوی حقوق اور فرائض رکھتے ہیں لہٰذا میاں اور بیوی بھی مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ عورت بھی مرد کی طرح جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے، جس کے ساتھ چاہے بغیر نکاح کیے رہ سکتی ہے اور خاوند کو طلاق دے سکتی ہے، مرد کی طرح حق ملکیت رکھتی ہے اور ملازمت اور تجارت کر سکتی ہے عورت اور مرد کی مساوات کا یہ اصول بظاہر عورت کی حمایت اور تحفظ کے لیے بنایا گیا ہے لیکن غیر فطری، غیر عقلی اور غیر سائنسی ہے لہٰذا اس نے مغربی معاشرے میں زندگی کو تلخ اور ناخوشگوار بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مغربی معاشرے میں طلاقوں کی کثرت ہے۔ لوگ بغیر نکاح کے اکٹھے رہتے ہیں اور بچوں کی تربیت سے صرف نظر ہو جاتا ہے۔ بوڑھوں کو کوئی توجہ اور احترام نہیں ملتا اور وہ زندگی کے آخری ایام Old Homes میں گزارتے ہیں بچے بالغ ہوتے ہی ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان سب امور کے نتیجے میں مغرب میں خاندان کا نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ ذہنی ناآسودگیوں نے منشیات کے استعمال کو فروغ دیا ہے اور ذہنی امراض کے ہسپتالوں کی تعداد وہاں دن بدن بڑھ رہی ہے۔

تقابل

اسلام مرد اور عورت کے درمیان مساوات (Equality) کی بجائے انصاف (Equity) کا علمبردار ہے اور دونوں کے حقوق اور فرائض کا تعین ان کی خلقی ساخت،

Marfat.com

صلاحیتوں اوران کے دائرہ کار کے مطابق کرتا ہےاور تنظیمی لحاظ سے قیادت کا رول مرد کو دیتا ہے۔معاشی ذمہ داریاں بھی اس کے حصے میں آتی ہیں۔اس کے مقابلے میں مغربی تہذیب چونکہ ہدایت الٰہی سے محروم ہے لہٰذا اہل مغرب میں عورت اور مرد کی مساوات کا اصول انسانی عقل پر مبنی ہے اور اگر چہ اس میں بظاہر عورتوں کی آزادی، حقوق اور مساوات کا نعرہ لگایا جاتا ہے لیکن عملاً اس نے عورت کو دکھ اور ناخوشی کے سوا کچھ نہیں دیا اور مغرب کا خاندانی نظام تلپٹ ہو چکا ہے۔

نکاح رشادی (Marriage)

اسلامی تصور

اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ انسانی زندگی قیامت تک زمین پر باقی رہے اس لیے اس نے انسان میں توالد اور تناسل کا نظام جاری کیا ہے اور اس کو منظّم کرنے کے لیے نکاح کا قاعدہ مقرر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت ایک مرد کے تصرف میں رہے اور ان کا یہ رشتہ معاشرے میں مشہور اور معروف ہو تا کہ بچوں کو شناخت میسر آئے اور ان کی پرورش مرد کی ذمہ داری رہے اور اس سیٹ اپ کی بنیاد مودت اور محبت پر ہو تا کہ خاندان پیار محبت سے اکٹھا رہے اور ایک خوشگوار معاشرے کو جنم دے۔ جب اسلام آیا تو اس وقت نکاح کے کئی طریقے مروج تھے جن کو ختم کر کے اسلام نے صرف وہ طریقہ جاری رکھا جو مسلمانوں میں اس وقت مروج ہے۔اس نظام کو قابل عمل اور مستحکم رکھنے کے لیے اسلام نے محرموں (قریبی رشتہ داروں جیسے ماں باپ، بہن بھائی، خالہ ماموں، چچا چچی) کے درمیان نکاح کو ممنوع قرار دیا۔ بچوں اور عورت کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر رکھی، بوقت ضرورت مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی اور مرد کو طلاق کا حق دیا اگر چہ اس فعل کو سخت ناپسندیدہ

Marfat.com

اور مکروہ کہا۔ عورت کی مرضی کے بغیر نکاح کو غلط کہا تاہم اسے اس کے والدین یا ولی (Guardian) کے توسط سے سرانجام دینے کی تاکید کی۔ نبی ﷺ نے عارضی نکاح (متعہ) سے منع کر دیا، حق مہر زیادہ رکھنے سے بھی منع کیا اور نکاح کو غیر ضروری رسم ورواج سے مُبرا رکھ کر اسے آسان بنایا۔

نسل کی حفاظت اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس نے عورت اور مرد کے درمیان غیر قانونی اور غیر شرعی جنسی تعلقات کی سخت ممانعت کی۔ غیر شادی شدہ افراد کے لیے ۱۰۰ کوڑے اور شادی شدہ افراد کے لیے رجم (سنگساری) کی سزا مقرر کی۔ پاکیزہ ماحول پیدا کرنے اور غیر شرعی جنسی ترغیبات سے بچانے کے لیے اسلام نے عورت کو پورا جسم ڈھانپنے، غیر ضروری بناؤ سنگھار سے بچنے، گھروں میں ٹکنے اور حیاء کا حکم دیا۔ اس نے مردوں کو ستر پوشی اور غض بصر کا حکم دیا اور دونوں کو فحاشی، عریانی، گانے بجانے، ناچنے اور بے حیائی کی حرکتوں سے منع کیا ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں جدیدیت کو اپنانے کی وجہ سے نکاح کی مذہبی تعلیمات پیچھے رہ گئیں اور ہومنزم، سیکولرزم اور لبرلزم پر مبنی شادی بیاہ کے نئے ضابطے سامنے آ گئے جن کی رو سے عورت اور مرد کو بدلحاظ سے مساوی حقوق حاصل ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے جس سے چاہیں جنسی تعلق قائم کر سکتے ہیں، شادی کر کے یا بغیر شادی کے۔ عورت کو مرد کی طرح طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔ مغربی معاشرے کا معاشی نظام ایسا ہے کہ وہاں کفالت کی ذمہ داری اگرچہ مرد پر ہے لیکن اکثر عورتوں کو بھی رزق کمانے کے لیے ملازمت کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا بچوں کو پالنا وہاں ایک مسئلہ ہے جس کے لیے وہاں چھوٹے بچوں کو پالنے کے مراکز (Day Care Centres) سنٹرز اور سکول کی باقاعدہ تعلیم سے پہلے کے عرصے کے لیے پری سکول (Pre-school) کی تعلیم وجود میں آ گئی ہے جس میں پلے گروپ، نرسری، اور پریپ

Marfat.com

کلاس کے نام پر بچوں کو مصروف رکھنے کا انتظام ہوتا ہے۔ چونکہ تعلیم مغربی معاشرے میں مخلوط ہوتی ہے لہٰذا دوران تعلیم ہی بہت سی لڑکیاں مائیں بن جاتی ہیں۔

مغربی معاشرے میں چونکہ عورت نکاح کے بغیر بھی کسی مرد کے ساتھ رہ سکتی ہے طلاقوں کی بھی وہاں کثرت ہے لہٰذا بچے کو باپ کی بجائے ماں کی نسبت سے پکارا اور لکھا جاتا ہے اور عورتوں کا نام اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اس کے شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے کا پتہ نہ چلے۔ اس وجہ سے معاشرے میں بروکن چلڈرن (Broken Children) کی کثرت ہے یعنی اکثر بچوں کو سگے ماں باپ میسر نہیں ہوتے اور بعض اوقات ان کو اپنے باپ کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ یوں مغربی معاشرے میں حرامی بچوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے اور والد کے چھوڑ جانے پر بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ماں پر آ جاتی ہے۔ مغربی معاشرے میں جنسی بگاڑ کی ایک صورت یہ بھی پیدا ہوگئی ہے کہ ہم جنس شادیوں کو بعض یورپی ممالک نے قانونی قرار دے دیا ہے یعنی وہاں عورت عورت سے اور مرد مرد سے قانونی طور پر شادی کر سکتا ہے۔

تقابل

اسلام عورت اور مرد کے جنسی معاملات کو منضبط کر کے ایک پاکیزہ ماحول پیدا کرتا ہے۔ وہ جنسی غریزہ کے منضبط استعمال کو سادہ اور آسان بناتا ہے تاکہ انسانی جبلت کا یہ داعیہ مناسب طور پر ادا ہوتا رہے اور اس کے غلط استعمال پر شدید سزا دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مغربی معاشرہ عورت اور مرد میں مساوات قائم کر کے اور ان کو لامحدود آزادی دے کر جنسی بے راہ روی کے راستے کھولتا ہے (جس کا مظہر یہ ہے کہ وہاں عورت اور مرد کا بغیر نکاح جنسی تعلق قانونی سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ان کی آزاد مرضی سے ہو۔ یہ قابل مذمت صرف اس وقت ہوتا ہے جب فریقین میں سے کسی ایک کی مرضی کے خلاف ہو)۔ دوسرے لفظوں میں مغرب میں زنا بالرضا حلال اور زنا بالجبر حرام ہے اس وجہ سے نئی نسل کی پرورش کا

Marfat.com

نظام وہاں بگڑ گیا ہے اور حرامی اور بروکن چلڈرن کی کثرت نے معاشرتی انتشار کو بہت بڑھا دیا ہے اور مسلمانوں کا معاشرتی نظام اور نکاح اور خاندان کا ادارہ آج بھی مغرب سے بہت بہتر، پائیدار اور قابلِ عمل ہے۔

طلاق (Divorce)

اسلامی تصور

اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلم معاشرے میں طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے۔ نکاح قانونی طور پر ایک معاہدہ ہوتا ہے میاں اور بیوی کے درمیان جسے خاوند تحریری یا زبانی طور پر ختم کر سکتا ہے لیکن اسلام نے اس کے خاتمہ کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اس سے بچنے اور اسے مشکل بنانے کے لیے یہ طریقہ کار تجویز کیا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی نہ دی جائیں بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اور طلاق دینے کے فوراً بعد میاں بیوی دونوں کے خاندانوں کے بڑوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کریں۔ اسلام میں اس طرح دی جانے والی پہلی دو طلاقیں رجعی ہوتی ہے یعنی ہر طلاق کے بعد ۹۰ دن کے اندر خاوند بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ اس طرح اسلام کوشش کرتا ہے کہ طلاق جلدی وقوع پذیر نہ ہو الا یہ کہ اختلافات بہت سنجیدہ اور گہرے ہوں اور فریقین کی زندگی عذاب بن گئی ہو۔ ایسی صورت حال میں جب اکٹھے رہنا تکلیف اور مصیبت کا سبب بن جائے تو پھر اس رشتے کو ختم کرنے میں کوئی ہرج نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہی ہوتا ہے۔

اسلام میں عورت کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں لیکن وہ اگر چاہے تو عدالت کے ذریعے خاوند کا دیا ہوا مال (یعنی مہر) واپس کر کے نکاح ختم کرا سکتی ہے۔ اسے طلاق کی بجائے خُلع کہا جاتا ہے۔ اس خلع کی بنیادیں کافی وسیع ہیں اور عورت اس بنیاد پر بھی خلع لے

Marfat.com

سکتی ہے کہ وہ کسی وجہ سے خاوند کو پسند نہیں کرتی۔

مغربی تصور

مغرب میں مرد اور عورت کے مساوات کے اصول کی بنا پر مرد کی طرح عورت کو بھی طلاق دینے کا حق حاصل ہے اور عورت چونکہ منفعل مزاج اور جلد باز ہوتی ہے لہٰذا مغرب میں اکثر طلاقیں عورت کی طرف سے دی جاتی ہیں نیز مغرب میں طلاق دینا اگرچہ عدالت کی طرف سے ہوتا ہے لیکن یہ آسان ہے چنانچہ امریکہ اور یورپ میں طلاقوں کی کثرت نے خاندانی زندگی تباہ کر دی ہے اور وہاں طلاق کی شرح ۵۰٪ کے قریب ہے۔اس صورت حال میں بچے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور وہ ماں کی ذمہ داری بن جاتے ہیں اور وہ بھی اپنی آزادی کی خاطر ان سے جلد از جلد چھٹکارا چاہتی ہے۔

تقابل

طلاق کو بُرا سمجھنے کی اسلامی پالیسی کی وجہ سے مسلم معاشرے میں آج بھی طلاق دینے کا رجحان کم ہے اور خاندان اور معاشرہ آج بھی مغرب کے مقابلے میں کہیں مستحکم ہے۔ اس کے مقابلے میں مغربی معاشرے میں طلاق کی کثرت ہے اور خاندان اور معاشرہ اس کی وجہ سے انتشار اور انارکی کا شکار ہے۔

والدین کے حقوق وفرائض

اسلامی تصور

قرآن وسنت کی رو سے اولاد کا یہ فرض ہے کہ وہ والدین کی خدمت کرے، ان کا کہا مانے اور اطاعت کرے الا یہ کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی حکم دیں۔اسلام حکم دیتا ہے

Marfat.com

کہ والدین جب بوڑھے ہوجائیں تو ان کے سامنے اُف بھی نہ کی جائے، ان کی کفالت کی جائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل کی جائے۔

دوسری طرف والدین کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی اسلامی تناظر میں تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں تا کہ وہ کل کو اچھے باعمل مسلمان بن سکیں اور ان کی اطاعت کر کے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکیں۔ ان کی مناسب جگہ شادی کریں اور ان کو مالی طور پر خود کفیل بنانے اور پیروں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔

مغربی تصور

والدین کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ بچوں کی عمدہ پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرین خصوصاً جب تک بچے بالغ نہ ہو جائیں اور اولاد کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ والدین کی اطاعت کرے لیکن مغرب کی مادہ پرست تہذیب نے فرد کی آزادی اور پرائیویسی کا ایسا تصور دیا ہے کہ بچے بالغ ہونے کے بعد والدین کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اُن کے محتاج اور بوڑھے ہونے پر ان کی خدمت اور کفالت کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مغرب میں ریاست کو بوڑھے افراد کے لیے رہائشی مراکز (Old Homes) بنانے پڑتے ہیں جہاں بوڑھے والدین اولاد کی شفقت سے محروم تنہائی اور تکلیف کی زندگی گزارتے ہیں۔

تقابل

والدین کی اطاعت اور کفالت کرنا اگرچہ قانونی نہیں اخلاقی فرض ہے لیکن مسلمانوں میں یہ اخلاقی قدریں ان کی ساری کمزوریوں اور تہذیبی زوال کے باوجود اتنی قوی ہیں کہ مسلم معاشرے میں اکثر ان پر عمل ہوتا ہے۔ اگر اس میں کچھ کمی آئی ہے تو اس کی وجہ مغربی تہذیب سے متاثر ہونا ہے۔ دوسری طرف مغربی تہذیب میں ان اخلاقی قدروں پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ وہاں ریفارمیشن (اصلاح مذہب) کی تحریک نے مذہبی اور اخلاقی قدروں کو بے وقعت کر دیا ہے اور ہیومنزم، لبرلزم اور میٹریلزم نے غیر محدود پرائیویسی، انفرادی آزادی اور

Marfat.com

مالی ومعاشی خودغرضی کا ایسا تصور دیا ہے کہ والدین کی خدمت کی کوئی اہمیت مغربی معاشرے میں باقی نہیں رہی۔

میاں بیوی کے حقوق وفرائض

اسلامی تصور

قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی سے حسن سلوک کرے، اس کی کفالت کرے اور اپنی مالی حیثیت کے مطابق اس کو رہائش، خوراک، لباس، سواری وغیرہ مہیا کرے جب کہ بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ خاوند کی اطاعت کرے (الّا یہ کہ وہ اسے کسی خلاف شرع کام کا حکم دے)۔ اس کے مال کی حفاظت کرے، اس کی اولاد کی اچھی تربیت کرے، اس کی عزت کی حفاظت کرے اور جن آدمیوں کو خاوند ناپسند کرے انہیں اس کی غیر موجودگی میں گھر میں نہ آنے دے۔ خاوند کے والدین، بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ گھر کی صفائی، کھانا پکانا اور کپڑے دھونا وغیرہ عورت کی معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داری ہے نہ کہ قانونی اور اس کا انحصار معاشرے کے معروفات، رسم ورواج اور خاوند کی مالی حالت پر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ میاں کے حقوق بیوی کے فرائض ہیں اور میاں کے فرائض بیوی کے حقوق ہیں۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب کی فکری بنیادوں یعنی ہیومنزم، لبرلزم، سیکولرزم وغیرہ کی روشنی میں مغرب کے ہاں خاندان سے متعلق جو قوانین ہیں ان کی رو سے عورت اور مرد ہر لحاظ سے مساوی ہیں اور میاں بیوی میں سے کسی کو ایک دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے لہٰذا عورت پر مرد کی اطاعت واجب نہیں بلکہ دونوں مفاہمت اور خوش اسلوبی سے ایک دوسرے کے

Marfat.com

حقوق وفرائض کا لحاظ رکھتے ہیں۔عورت اور چھوٹے بچوں کی کفالت اگرچہ خاوند کے ذمے ہے مگر مغرب کے جو معاشی حالات ہیں ان میں عورت کو بھی عموماً کام کرنا پڑتا ہے اور بالعموم ملازمت کے ساتھ گھرداری کی ذمہ داریاں بھی سنبھالنا پڑتی ہیں جس سے اس پر کام کا دوہرا بوجھ پڑتا ہے۔

تقابل

مسلم معاشرے میں میاں بیوی کے حقوق کا تعلق وحی کے احکام کی روشنی میں ہوتا ہے۔اسلام ایک متوازن اور مستحکم خاندان کی بنیادیں مہیا کرتا ہے جب کہ مغرب کے عائلی قوانین انسانی عقل کی پیداوار ہیں، غلط اصولوں پر مبنی ہیں اور انہوں نے خاندان کے ادارے کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔

اولاد کے حقوق وفرائض

اسلامی تصور

اللہ کی سکیم کے مطابق انسانی بچہ ایسی حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ وہ کسی ضرورت میں خود کفیل نہیں ہوتا اور اسے کئی برس تک مستقل نگہداشت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اس غرض سے اللہ نے ماں کے دل میں بچے کے لیے محبت کا جذبہ رکھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود تکلیف برداشت کرتی ہے لیکن بچے کی پرورش بہت محبت سے کرتی ہے۔والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے تو اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کریں تاکہ وہ اچھا مسلمان اور مسلم معاشرے کا مفید شہری بن سکے اور دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکے۔

اسی طرح اولاد کا یہ فرض ہے کہ وہ ماں باپ کی، جو تکلیف اُٹھا کر انہیں پالتے ہیں

Marfat.com

اطاعت کرے، ان کو خوش رکھے اور جب وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی خدمت کرے۔ چنانچہ اسلام نے جہاں والدین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بچوں کی پرورش اور تربیت اسلامی تناظر میں کریں وہیں اولاد کو تلقین کی ہے کہ وہ والدین کی فرمانبرداری کریں۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب عورت کی تربیت اس طرح کرتی ہے کہ وہ اس کا جذبہ اُمومت کچل کر رکھ دیتی ہے چنانچہ مغرب کی بہت سی خواتین ماں بننا نہیں چاہتیں اور اسے ایک ناروا بوجھ سمجھتی ہیں اور وہاں کے معاشی اور معاشرتی حالات ایسے ہیں کہ وہ بچوں کی پرورش اور تربیت کے لیے وقت نہیں نکال سکتیں چنانچہ بچے عام طور پر ڈے کیئر سنٹرز (Day Care Centers) اور پری سکول (Pre School) کے پلے گروپ (Play Group) اور نرسری (Nursery) میں پلتے ہیں۔ جب بچے والدین کی شفقت سے محروم رہتے ہیں تو فطری طور پر ان کے دل میں ماں باپ کا احترام اور ان کی خدمت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا چنانچہ اگر والدین بچوں کے ساتھ سختی کریں اور ان پر ہاتھ اٹھائیں تو مغرب میں بچے کے حقوق کا تصور یہ ہے کہ وہ فون کر کے پولیس کو بلا سکتے ہیں تا کہ والدین کو تھانے لے جا کر تنبیہ کی جائے اور بعض صورتوں میں سزا دی جائے کہ وہ بچوں کے حقوق صحیح طرح ادا نہیں کر رہے۔

مغرب میں بچوں کی بہت بڑی تعداد بالغ ہونے کے بعد والدین کے ساتھ نہیں رہتی اور جب والدین بیمار، بوڑھے اور ریٹائر ہو جائے ہیں تو ان کی خدمت کرنے کی بجائے انہیں حکومت کے بنائے ہوئے Old Homes میں چھوڑ آتے ہیں جہاں وہ تنہائی اور کسمپرسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے یوم پیدائش (Birthday) پر یا کرسمس (یعنی عید) کے موقع پر انہیں فون کر لیتے یا پھول بھجوا دیتے ہیں یا بہت ہوا تو انہیں مل آتے ہیں۔

Marfat.com

تقابل

بچے کے حقوق و فرائض کے حوالے سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک خوشگوار ہنستا کھیلتا خاندان وجود میں آتا ہے جب کہ مغرب میں ہیومنزم اور لبرل ازم نے بچوں اور والدین کے محبت بھرے تعلقات میں دراڑیں ڈال دی ہیں جس کی وجہ سے وہاں ایک متوازن اور مستحکم خاندانی ڈھانچہ وجود میں نہیں آسکا۔

ہمسایوں کے حقوق

اسلامی تصور

حسن معاشرت کو اسلام بہت اہمیت دیتا ہے اور معاشرے میں افراد کے درمیان اچھے تعلقات کے فروغ کے لیے اسلام ہمسایوں کے حقوق پر بہت زور دیتا ہے۔ ہمسائے سے مراد صرف رہائش میں قریب رہنے والے لوگ نہیں بلکہ اسلام میں ہمسائیگی کا تصور وسیع ہے اور دفتر میں ساتھ کام کرنے والے اور سفر میں عارضی طور پر ساتھ رہنے والے لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ان لوگوں کی شدید مذمت کرتا ہے جو روزمرہ کی ضرورت کی معمولی چیزیں بھی ہمسایوں کو دینے سے ہچکچاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہمسایوں کے حقوق کی اتنی سخت تاکید کی کہ صحابہ سمجھنے لگے کہ شائد اسے وراثت میں حق دار بنا دیا جائے گا۔ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہر صورت میں ہے خواہ ہمسایہ فاسق و فاجر اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔ پاکستان میں آج بھی خصوصاً دیہات میں ہمسایوں اور اہل محلّہ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے غم و خوشی میں شریک ہونے کا رویہ عام ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغرب میں Individualism اور پرائیویسی کے تصور نے حسن معاشرت کو تباہ کر دیا ہے اور ایک خود غرضی کی فضا طاری کر دی ہے جس میں ہر آدمی کو اپنے مفاد اور اپنی راحت کی فکر ہوتی ہے نہ کہ ہمسایوں اور رشتے داروں کی۔ چنانچہ مغرب کے طرزِ زندگی میں لوگ اپنے آپ تک محدود رہنا پسند کرتے ہیں اور ان کا اپنے ہمسایوں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی وہاں ہمسایوں کے لیے ایثار کرنے کا کوئی رویہ پایا جاتا ہے۔

پردہ

اسلامی تصور

معاشرے کو مستحکم بنیادیں مہیا کرنے کے لیے اسلام چونکہ نسل کی حفاظت پر زور دیتا ہے اور غیر قانونی جنسی تعلق کی شدید مذمت کرتا ہے لہٰذا وہ ان روزنوں کو بھی بند کرتا چلا جاتا ہے جو اس طرف کھلتے ہیں مثلاً وہ عورت اور مرد کے لیے الگ الگ دائرہ کار تجویز کرتا ہے اور مخلوط اجتماعات اور مخلوط تعلیم و ملازمت وغیرہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ وہ بلاضرورت عورتوں کے گھر سے نکلنے اور معاشی جدوجہد میں ان کی شرکت کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ وہ عورتوں اور مردوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بلاضرورت غیر محرموں کو نہ دیکھیں اور انہیں ستر اور پردے کا حکم دیتا ہے۔ پردے کا تصور یہ ہے کہ عورت کا سارا جسم سوائے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے مناسب لباس سے ڈھکا ہوا ہو (بعض علماء چہرے کو بھی اس میں شامل سمجھتے ہیں) اور مردوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ ساتر لباس پہنیں اور خصوصاً ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ بہرحال ڈھانپے رکھیں۔ اس کے علاوہ شریعت چاہتی ہے کہ خواتین جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جائیں تو خوشبو نہ لگائیں، زیور نہ پہنیں اور بن سنور کر فیشن کر کے نہ نکلیں بلکہ

Marfat.com

سادگی اختیار کریں اور چادر، برقع وغیرہ سے جسم کو ڈھانپ کر باہر نکلیں۔ حیاء اور عفت کے احکام کی بناء پر اسلامی معاشرے میں عورتوں کے باریک اور تنگ لباس پہننے، بال کٹوانے اور کھلے چھوڑنے، وِگ پہننے..... وغیرہ پر پابندی ہے نیز فحاشی، عریانی اور عورتوں کے ناچنے گانے کا بھی وہاں کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

مغربی تصور

مغرب مذہب سے جان چھڑا چکا اور وہاں معاشرت کی بنیادیں ہیومنزم، سیکولرازم، لبرلزم اور انڈی وجیولزم پر ہیں اس لیے وہاں عورت اور مرد کی مساوات اور فرد کی لامحدود آزادی کے تصور نے ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے جس میں حیا اور عفت کا کوئی تصور باقی نہیں رہا لہٰذا عورت ہو یا مرد وہ اپنی زندگی میں کسی بھی قسم کی پابندیاں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں چنانچہ وہ جیسا چاہیں لباس پہنتے ہیں اور جتنا چاہیں پہنتے ہیں اور ایسے کلب بھی مغربی معاشرے میں عام ہیں جہاں سرے سے کوئی لباس نہیں پہنا جاتا۔ اسی طرح عوامی جگہوں (Public Places) بازاروں، کلبوں، سوئمنگ پولز اور ساحل سمندر وغیرہ پر عورتیں اور مرد برائے نام لباس ہی پہنتے ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلامی تصور

اللہ نے انسانی فطرت ایسی رکھی ہے کہ انسان اکیلا نہیں رہتا بلکہ مل کر اور معاشرہ بنا کر رہتا ہے۔ مزید یہ کہ کسی ایک فرد کے لیے تنہا اسلامی زندگی بسر کرنا آسان نہیں ہوتا جب تک کہ باقی معاشرہ بھی اللہ کی بندگی کے مطابق زندگی بسر کرنے میں اس کا معاون اور دستگیر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی اور ریاستی زندگی کے لیے بھی احکام دیئے

Marfat.com

ہیں تا کہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ سکے جہاں افراد اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ایک دوسرے کے معاون ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو کسی ممکنہ بگاڑ سے بچانے کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لیے یہی کافی نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں اسلامی احکام پر عمل کرے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دے اور اگر کوئی برائی کے راستے پر چل رہا ہو تو وہ اسے روکے اور منع کرے۔

قرآن اور سنت نے مسلمانوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی سخت تاکید کی ہے اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ نیکی کو اپنی انفرادی زندگی تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے اجتماعی زندگی میں بھی لے کر آئیں۔ اللہ و رسول (ﷺ) نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتی تھیں لہٰذا انہیں اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

مغربی تصور

اس میں شک نہیں کہ عیسائیت ایک مشنری مذہب ہے اور مغربی معاشرے میں بعض مذہبی لوگ اپنے مذہب کی تبلیغ اور خدمت خلق کا کام دینی جذبے سے کرتے ہیں لیکن جہاں تک جدید سوسائٹی کی معاشرتی اقدار کا تعلق ہے تو ہیومنزم، سیکولرازم، لبرلزم اور انڈی وجیولزم سے متاثر ہونے کی بنا پر اہل مغرب ایک دوسروں کی زندگی میں دخل نہیں دیتے اور وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا کیونکہ وہاں ہر شخص آزاد ہے اور اپنی ذات میں مگن ہے اور ایک کو دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں خواہ کوئی اچھا کام کرے یا برا لہٰذا ان معنوں میں مغربی معاشرے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

Marfat.com

فیملی پلاننگ / برتھ کنٹرول

Family planning and Barth Control

اسلامی تصور

اسلامی تعلیمات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے اشیاء اور جانداروں میں عموماً اور انسانوں میں خصوصاً جوتانیث وتذکیر کا سلسلہ رکھا ہے اوران کو جوڑے جوڑے بنایا ہے اس کی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اس کی نسل جاری رہے اور معدوم نہ ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور مردوں میں توالد اور تناسل کا جو سلسلہ رکھا ہے اسلامی تعلیمات اس کی تائید اور تحفظ کرتی ہیں چنانچہ نبی ﷺ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اور اسے اپنی سنت قرار دیا نیز ان عورتوں کی تعریف کی جو توالد میں کثرت رکھتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ آخرت میں میری امت تعداد میں سب سے زیادہ ہوگی اور جب کچھ لوگوں نے آپ سے عزل (برتھ کنٹرول) کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس روح نے آنا ہے وہ تو آ کر رہے گی۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کی عمومی تعلیمات فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول یعنی کوشش کر کے کم اولاد پیدا کرنے کے حق میں نہیں ہیں الا یہ کہ خصوصی حالات ہوں جیسے عورت بیمار ہو اور اس کی صحت کمزور ہو۔ اسی طرح اسلام عار کی وجہ سے بچیوں کے قتل یا غربت کی وجہ سے قتل اولاد یا اسقاط حمل کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی رائے ماضی میں اور عصر حاضر میں جمہور علماء کی ہے اوران اسلامی تعلیمات اور معاشرتی روایات کی وجہ سے ہی مسلمانوں میں شرح پیدائش آج بھی باقی قوموں سے زیادہ ہے۔ جمہور علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کی وجہ عالم اسلام میں وسائل کی کمی نہیں بلکہ اس کے اسباب دوسرے ہیں مثلاً وسائل کا ضیاع دولت کی غلط تقسیم اور بین الاقوامی صہیونی مالیاتی ادارے (IMF.World

Marfat.com

Bank) امیر قوموں کا استحصال، نااہل حکمران اور ناقص منصوبہ بندی وغیرہ۔

مغربی تصور

مغربی ممالک میں ہیومنزم اور نیرل ازم نے عورتوں کو آزادی کی راہ دکھائی اور زندگی کے ہر میدان میں مردوں سے مساوی ہونے کا خناس ان کے دماغ میں بھر دیا۔

سرمایہ دارانہ نظام نے عورت کو کام کرنے پر مجبور کیا اور وہ کارخانوں، دفتروں، سکولوں، دکانوں، ہسپتالوں..... وغیرہ میں کام کرنے پر مجبور ہوئی۔ جس کے نتیجے میں اس نے گھر کی اور بچے پالنے کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی۔ ان وجوہات کی بنیاد پر فیملی پلاننگ مغرب میں مقبول ہوگئی اور اس وقت حالت یہ ہے کہ مغربی عورت بچے پیدا کرنے اور پالنے پر تیار نہیں، اسقاط حمل کو اپنا ذاتی کی حق سمجھتی ہے۔ آبادی اور شرح پیدائش میں کمی مغرب کا بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے اور انہیں لیبر فورس مشرقی اور مسلم ممالک سے منگوانی پڑتی ہے۔ اسلام اور مسلم دشمنی کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ مغربی ممالک خصوصاً یہودی ادارے مسلمان ملکوں میں فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول کی ترویج کے لیے کوشاں ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں شرح پیدائش کم ہو جائے تا کہ مسلمانوں کی آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اور جسے وہ اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں، اس کی رفتار کم ہو جائے۔

Marfat.com

باب ششم

معاشی اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

معاشیات کی حیثیت (Sataus of Economics)

اسلامی تصور

اسلام معاشیات کو اہمیت دیتا ہے لیکن زندگی کی اسکیم میں اسے وہ بنیادی اہمیت نہیں دیتا جو غیر اسلام پر مبنی دنیاوی نظام اور وحی کی روشنی سے محروم عقل اسے دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد جو پیغام لوگوں تک پہنچایا اور جو وعدے ان سے کیے ان میں معیشت کو مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔ قرآن کی مکی سورتوں کے مضامین کو اگر ہم دیکھیں تو ان میں بنیادی اہمیت توحید، آخرت، رسالت اور قرآن حکیم کو دی گئی ہے اور مدنی زندگی میں بھی جب کہ ایک ریاست وجود میں آ چکی تھی اور آپ ﷺ کو وہاں اقتدار بھی حاصل تھا تو آپ ﷺ نے اگرچہ لوگوں کی معاشی بہبود کے لیے اقدامات کیے لیکن بہرحال معیشت کو اس میں کلیدی حیثیت حاصل نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کی بنیادی ترجیحات وہی تھیں جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ نبی ﷺ کی ذاتی زندگی بھی زہد و قناعت پر مبنی سادہ اور مفلسانہ زندگی تھی اور یہ خود اختیاری تھی کیونکہ اگر آپ ﷺ امیرانہ زندگی گزارنا چاہتے تو اس کے وسائل آپ ﷺ کو میسر تھے۔

قرآن مال و دولت کو فتنہ اور آزمائش قرار دیتا ہے، مال جمع کرنے کی حرص کی مذمت کرتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی بات کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء راشدین نے اپنی حکومتوں کے دوران اگرچہ امت کی فلاح و بہبود اور معاشی بہتری کے لیے بہت سے اقدامات کیے لیکن حضرت عمرؓ مسجد نبویؐ میں مال غنیمت کے ڈھیر دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے رونے لگے تھے۔

Marfat.com

مغربی تصور

وحی، مذہب اور خدا کے مقتدر ہوئے کے تصور کو رد کر دینے کی وجہ سے مغربی فکر و تہذیب میں آخرت کا اور دنیا پر اسے ترجیح دینے کا کوئی تصور موجود نہیں اور دنیا کی زندگی اور اس میں مال و دولت اور آسائشوں اور سہولتوں کی کثرت ہی اہل مغرب کا بنیادی اور محوری مقصد حیات بن چکی ہے۔ یوں معیشت ان کی بنیادی قدر بن گئی ہے اور مغرب کی مادہ پرستی (Materialism) اور اس کا سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) دنیا پرستی اور مال پرستی کا علمبردار ہے۔ خصوصاً کارل مارکس، اینجلز اور ان کے پیروکاروں نے معیشت کو انسانی زندگی کی سب سے بنیادی قدر اور انسانی فکر و عمل اور تاریخ و تہذیب پر اثر انداز ہونے والا سب سے بڑا عامل قرار دیا ہے۔

مال کی تعریف (Defination of wealth)

اسلامی تصور

مال سے مراد ہر وہ چیز ہے جو معاشی قدر رکھتی ہو خواہ وہ کوئی جنس ہو (جیسے گندم) یا دھات (جیسے سونا) یا جاندار (مثلاً گائے) یا زمین یا انسانی محنت ہو۔ اِلا یہ کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو مثلاً ایک مسلمان کے پاس اگر شراب کا سٹاک ہو تو شرعی لحاظ سے وہ ''مال'' نہیں ہے نہ اس کی کوئی قیمت اس کے لیے حلال ہے۔

اسلام کی رو سے ہر قسم کے مال کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہی زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اس کا مالک ہے لہٰذا ''مال'' خواہ وہ جس قسم کا بھی ہو اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اس کا صرف ''امین'' ہے۔ لہٰذا امین ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس میں اسی طریقے سے تصرف کرے جس کی اجازت اصل مالک

Marfat.com

دیتا ہے۔قرآن وسنت کی رو سے مال اللہ تعالیٰ کی عطاء اور انسان کی تقدیر ہوتا ہے نہ کہ انسان کے زور بازو کا نتیجہ کیونکہ انسان محنت اور تدبیر کا مکلّف ضرور ہوتا ہے لیکن اس کے نتائج اس کی قدرت میں نہیں ہوتے۔

مغربی تصور

مغرب میں اللہ کی ملکیت کا تصور نہیں پایا جاتا اور جو مال جس انسان کے پاس ہو وہ اسے اپنے زور بازو، محنت، قابلیت اور صلاحیت کا نتیجہ سمجھتا ہے اور خود کو اس سال کا مالک سمجھتا اور اللہ کے احکام سے قطع نظر اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔

تقابل

اگر چہ فرد کو حق ملکیت حاصل ہونے کا تصور اسلام اور مغربی تہذیب میں مشترک ہے لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اسلام میں فرد کا یہ حق بعض شرائط سے مشروط ہے۔اسی طرح کمیونزم عوام کی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے اور اسلام بھی عدل اجتماعی کا علم بردار ہے لیکن اسلام افراد کے حق ملکیت کو سلب کرنے کا حامی نہیں اور نہ وہ ریاست کی ڈکٹیٹرشپ کا قائل ہے۔یوں کیپٹل ازم اور کمیونزم کے مقابلے میں اسلام اپنا منفرد معاشی پروگرام رکھتا ہے جو بعض مماثلتوں کے باوجود اپنی سپرٹ اور فارم دونوں میں کیپٹل ازم اور کمیونزم سے مختلف ہے۔

رزق

اسلامی تصور

رزق سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو عطا کرتا ہے اور انسان اسے اس دنیا میں استعمال کرتا ہے جیسے اولاد، اجناس، حیوانات (Live Stock) وغیرہ۔انسان کو جو

Marfat.com

رزق اس دنیا میں ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور انسان کی تقدیر ہوتا ہے انسان کی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ انہی معنوں میں ہم اللہ کو رازق کہتے ہیں جو اپنی مہربانی سے ہمیں رزق عطا کرتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی وسیلہ حصولِ رزق کا سبب بنتا ہے مثلاً آجر (Employer) یا قطعہ زمین وغیرہ، مسلمان اس کو رازق نہیں کہتے بلکہ رزق کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

مغرب کا تصور

اہل مغرب رزق کو اللہ کی عطاء کی بجائے اپنے زور بازو، محنت و تدبیر، منصوبہ بندی اور عقل و دانش کا نتیجہ سمجھتے ہیں نہ کہ اللہ کی عطا اور اس کی تقدیر۔

حلال و حرام

اسلامی تصور

مال کا حقیقی مالک چونکہ اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا انسان کو یہی زیبا ہے کہ وہ مال کمانے اور اس کے خرچ کرنے میں ان احکام کی پابندی کرے جن کا حکم مال کے اصل مالک یعنی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مال کمانے اور خرچ کرنے میں جن ذرائع کی اللہ نے اجازت دی ہے، وہ حلال ہیں اور جن سے منع کیا ہے وہ حرام اور باطل ہیں مثلاً سود سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے کیونکہ اللہ نے اس سے منع کیا ہے اور تجارت کی آمدنی حلال ہے کیونکہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا حلال ہے لیکن ناچنے گانے والیوں پر خرچ کرنا حرام ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ صرف حلال ذرائع سے کمائیں اور صرف حلال کاموں میں خرچ کریں اور حرام اور باطل طریقوں سے کمانے یا حرام طریقوں سے خرچ کرنے سے ہر قیمت پر بچیں۔ یاد رہے کہ حلال و حرام کی وضاحت شریعت نے کر دی ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں پیدائش و تقسیم دولت میں اللہ کی طرف سے حلال وحرام کے قرار دیئے جانے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا البتہ ریاست کی پارلیمنٹ آمدنی اور خرچ کے جن طریقوں کو قانونی یا غیر قانونی قرار دے وہ اس پر عمل کرتے ہیں جیسے تجارت قانونی ہے اور سمگلنگ غیر قانونی یا جیسے رشوت غیر قانونی ہے لیکن رسمی ڈسکاؤنٹ قانونی ہے۔

جمع مال وحرص

اسلامی تصور

اسلام چونکہ پرائیویٹ ملکیت کی اجازت دیتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص جائز محنت اور جائز ذرائع سے زیادہ مال کما لیتا ہے تو اس میں برائی کا کوئی پہلو نہیں ہے لیکن اسلام اس چیز کو بُرا سمجھتا ہے کہ آدمی ہر وقت مال جمع کرنے کے چکر میں پڑا رہے اور اس کی حرص میں مبتلا ہو جائے یا وہ اس کے لیے ذرائع کے جائز اور ناجائز ہونے کی پابندی بھی نہ کرے یا اللہ نے جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ بھی نہ کرے جیسے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں چونکہ آخرت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا کوئی تصور نہیں اور دنیا اور اس کی رنگینیاں اور اس کی کثرت ہی مطلوب ہے لہٰذا وہاں جمع مال محمود ہے اور اس کے لیے پابندی صرف ان ذرائع کی ہے جنہیں وہ خود یعنی پارلیمنٹ میں ان کے نمائندے غیر قانونی قرار دے دیں۔

Marfat.com

توکل وقناعت

اسلامی تصور

توکل سے مراد یہ ہے کہ آدمی حصولِ رزق کے لیے جائز طریقے سے جدوجہد کرے اور اس کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے اور قناعت یہ ہے کہ آدمی کی جائز محنت اور حلال ذرائع سے جتنا رزق اور مال اسے ملے اس پر وہ خوش اور مطمئن ہو جائے۔

توکل اور قناعت دونوں مثبت اور تعمیری قدریں ہیں انہیں ان منفی معنوں میں نہیں لینا چاہیے کہ یہ دنیا میں معاش کے لیے جدوجہد کرنے یا اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کی نقیض ہیں جس طرح کہ بعض لوگ غلط فہمی سے سمجھتے ہیں۔ توکل سے مقصود یہ ہے کہ آدمی محنت کرے لیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔ قناعت سے مقصود یہ ہے کہ آدمی محنت کرے اور اس کے نتیجہ میں اللہ جو بھی اسے دے اس پر وہ مطمئن ہو جائے۔ یوں یہ حرص و ہوس مال کی نقیض ہیں رزق حلال کے لیے جائز جدوجہد کی نہیں۔ یہ انسان کے لیے خوشی، اطمینان اور سکون کا سبب ہیں اور اسے اضطراب اور بے سکونی سے بچاتی ہیں۔

مغربی تصور

وحی، مذہب، تصورِ آخرت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے محرومی کی وجہ سے اہل مغرب توکل اور قناعت جیسی اقدار سے محروم ہیں اور ہر وقت دنیا کمانے، معیار زندگی بلند کرنے اور مال و دولت کی کثرت کی خواہش و جدوجہد کی وجہ سے بے سکونی اور اضطراب کی زندگی گزارتے ہیں جب کہ رزق تو ہر انسان کو اتنا ہی ملتا ہے جتنا اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔

Marfat.com

تقابل

مسلمانوں میں سے بہت سے افراد آج کل چونکہ اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اوراس کے برعکس مغربی طرزِ حیات کواپنانے کوہی ترقی اور کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں لہٰذاان کی اکثریت توکل وقناعت جیسی دولت سے محروم ہے، معیارِ زندگی بلند کرنے کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے اور حقیقی خوشی وسکون سے محروم ہے..... اور ستم یہ کہ ان کی اکثریت مال و دولت سے بھی محروم ہے۔ اور ظاہر ہے اس وقت تک محروم رہے گی جب تک اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی کہ اس کی فلاح اور کامیابی اسلامی اصولوں کواپنانے میں ہے نہ کہ ملحدانہ مغربی فکروتہذیب کی پیروی میں۔

زہد کا تصور

اسلامی تصور

زہد سے مراد ہے رزق کفاف پر گزارہ کرنا اور جو اللہ دے، اس پر خوش اور مطمئن رہنا اور کثرت کی خواہش وحرص نہ کرنا۔ رزق کفاف سے مراد یہ ہے کہ زندگی گزارنے کے وسائل کو ممکن حد تک کم ترین درجہ میں استعمال کرنا، زیادہ کی حرص نہ رکھنا اور نہ اس کے لیے کوشش کرنا۔

اسلام زہد کی زندگی کو پسند کرتا ہے اور نبی ﷺ نے کشائش کی زندگی گزارنے کے وسائل رکھنے کے باوجود خود اپنی پسند اور خوشی سے زاہدانہ زندگی گزاری۔ کسبِ رزق حلال میں اعلیٰ ترین درجے کی احتیاط کرنا، رزق حرام سے بچنے میں مبالغہ کرنا، جمع مال کی رغبت نہ رکھنا، مال کو بے دریغ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، اور قناعت اور توکل زاہدانہ زندگی کے لوازمات ہیں۔

Marfat.com

اگرچہ درمیانہ درجے کی معاشی زندگی گزارنا اعتدال اور میانہ روی کی ذیل میں آتا ہے جو اسلامی لحاظ سے قابل مذمت نہیں ہے لیکن زاہدانہ زندگی گزارنا قابل تعریف اور حصولِ کمال کا مظہر ہے۔ اسی طرح معیارِ زندگی بلند کرنے کی دوڑ میں حصہ لینا اسلام میں غیر محمود ہے اور اس کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنا اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش رکھنا مذموم ہے اور اس کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنا معصیت ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں زاہدانہ زندگی گزارنے کا کوئی تصور نہیں بلکہ کثرت کی خواہش مغربی ورلڈ ویو کے عین مطابق ہے اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی عدم موجودگی میں دنیا کی سہولتوں اور آسائشوں کے لیے جدوجہد کرنا عین مطلوب ہے اور مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام یہی کچھ سکھاتا اور پروان چڑھاتا ہے اور حب دنیا، حب جاہ اور حب مال اس کا لازمی نتیجہ ہے۔

سودی کاروبار

اسلامی تصور

معاشی سرگرمی کے تین جزو ہوتے ہیں۔ ۱۔انسان ۲۔محنت؛ اور ۳۔سرمایہ

سرمایہ دارانہ نظام سرمایے کو بنیادی اہمیت دیتا ہے، کمیونزم/سوشل ازم محنت کو بنیادی اہمیت دیتا ہے جب کہ اسلام انسان کو اساسی اہمیت دیتا ہے اور سرمایے اور محنت کا ایک متوازن کردار انسانی بہتری کے لیے تجویز کرتا ہے۔

اسلام کے بعض معاشی اصول بظاہر مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام سے ملتے ہیں اور اسی طرح اس کی بعض تعلیمات سوشلزم سے یکسانیت رکھتی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا معاشی نظام مذکورہ دونوں نظاموں سے مختلف اور منفرد ہے جس کے بنیادی

Marfat.com

اصول وحی نے دیئے ہیں اوران اصولوں کی روشنی میں امت نے اپنا معاشی نظام وضع کیا ہے جوانسانون کی بہتری کا ضامن ہے۔

سود کے حوالے سے اسلام کا موقف یہ ہے کہ محض سرمایہ کے استعمال سے نفع اندوزی کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ اس سے نہ صرف محنت کا استحصال ہوتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں لازماً تقسیم دولت کا توازن بگڑتا ہے، اس سے غریبوں کا استحصال ہوتا ہے اورامیر، امیر تر اورغریب، غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

مغربی تصور

مغرب کے سرمایہ دارانہ معاشی نظام پر یہودی فکر کی چھاپ بہت گہری ہے۔ جوسود پر مبنی ہے۔ سود یہ ہے کہ سرمایہ خرچ کر کے بغیر کسی محنت کے اس پر متعین نفع لیا جائے۔ یوں سود مغربی معیشت کا بنیادی جزو ہے۔ اس کے نتیجے میں مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کا جو تفصیلی ڈھانچہ بنا ہے سود اس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور سود کے بغیر سرمایہ دارانہ معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مغربی معیشت کے سود پر مبنی ہونے کے نقصانات واضح ہیں اور دنیا ان کو بھگت بھی رہی ہے اور جس طرح کمیونزم کا معاشی نظام ناکام ہو گیا اور اسی وجہ سے سوویت روس اوراس کے حلیف ممالک کا جس طرح دیوالیہ ہوا، اسی طرح جلد یا بدیر سود پر مبنی مغربی معیشت بھی کسی وقت بیٹھ جائے گی اور امریکہ اور یورپ کی معیشت بھی تباہ ہو جائے گی کیونکہ سودی نظام غیر فطری اور غیر عقلی ہے اور معیشت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس کا یہ برا نتیجہ تو اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کی اکثر آبادی آج بھی مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے غربت کا شکار ہے اور بہت سی نان جویں کی محتاج ہے اور اکثریت کے استحصال کی وجہ سے صرف چند مغربی ممالک ہی خوشحال ہیں۔

Marfat.com

بنک اور قرض

مغربی تصور

بینکنگ مغرب کے سرمایہ دارانہ اور سود پر مبنی معاشی نظام کا بنیادی جزو ہے جس میں یہ تکنیک استعمال کی جاتی ہے کہ عام لوگوں کو سود اور منافع کی ترغیب دے کر ان کی بچتیں بنک میں جمع کی جائیں اور یوں جمع شدہ سرمایہ صنعت کاروں کو انڈسٹری لگانے کے لیے دے دیا جائے اور اس سے جو منافع ملے اس میں سے تھوڑا بہت عوام کو بھی دے دیا جائے۔ اس طرح وہ لوگ جن کے پاس پہلے سے سرمایہ اور وسائل ہوتے ہیں وہ مزید سرمایہ لے کر مزید انڈسٹری قائم کرتے رہتے ہیں اور یوں امیر سے امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ غریب لوگ نہ بنک سے قرض لے سکتے ہیں اور نہ کوئی کاروبار کر سکتے ہیں۔

یوں نظام سرمایہ داری کے تحت مغرب کی پوری معیشت قرضوں پر چل رہی ہے اور یہودیوں نے ورلڈ بنک اور انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) جیسے ادارے بنا کر دنیا بھر کے ترقی پذیر ممالک خصوصاً اسلامی ملکوں کو قرضوں کے جال میں جکڑ لیا ہے اور ان پر اپنی معاشی پالیسیاں مسلط کر رکھی ہیں۔ وہ مسلسل سود وصول کرتے رہتے ہیں اور اصل زر کبھی کم ہونے میں نہیں آتا۔ اس طریقے سے بڑی بڑی ملٹی نیشنلز وجود میں آتی ہیں اور وہ معاشی پالیسوں کو کنٹرول کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر ممالک کی معیشت سودی قرضوں پر انحصار کرتی ہے جن میں خود امریکہ بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں بنک اور مالیاتی ادارے معاشی بحران کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ روس کی طرح امریکی معیشت بھی ڈوب جائے گی۔

Marfat.com

اسلامی تصور

اسلام میں قرض خواہ وہ کسی ذاتی ضرورت کے لیے ہو یا تجارت وغیرہ میں کسی معاشی جھٹکے سے سنبھلنے کے لیے بلاسود اور رفاہی نوعیت کا ہوتا ہے اسی لیے اسے ''قرض حسن'' کہا جاتا ہے اور قرآن وسنت قرض خواہ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ مقروض سے نرمی کا برتاؤ کرے، ضرورت ہو تو اسے مزید مہلت دے اور اگر ممکن ہو تو بالکل ہی معاف کردے۔

مسلم معیشت میں اگرچہ بڑے پیمانے پر تجارت مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح پر ہوتی تھی لیکن وہ سود پر مبنی نہیں تھی۔ نیز قرضوں کا جو نظام تھا وہ یا تو امانتوں کی صورت میں ہوتا تھا یا مضاربہ و مشارکہ کی صورت میں محنت اور سرمائے دونوں کے تعامل سے معاشی سرگرمیوں کی بنیاد بنتا تھا جس میں سود کا عمل دخل کہیں بھی نہ تھا۔ اب یہودیوں اور مغربی ممالک نے مسلمان ممالک کو IMF اور ورلڈ بنک کے ذریعہ نہ صرف سودی قرضوں کے جال میں پھانس لیا ہے بلکہ مسلمان ملکوں کی معیشت اور خصوصاً ان کا بینکنگ سیکٹر بھی مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی نقالی میں سود پر مبنی ہے۔ کچھ مسلمان سکالرز اور مسلم حکومتیں یہ کوشش کر رہی ہیں کہ بینکنگ کے نظام کو اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ اس رویے کے حامی یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد سے ایسا کرنا جائز اور ممکن ہے جبکہ ان کے مخالفین کا کہنا یہ ہے کہ یہ درحقیقت نام اور اصطلاحات بدل کر سود کو جائز کرنے والی بات ہے کیونکہ اسلام کا معاشی نظام جو وحی پر مبنی ہے اپنے اصولوں اور سپرٹ میں اس سرمایہ دارانہ نظام سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے۔ جو انسانی عقل اور مغرب کے ملحدانہ ورلڈ ویو کی پیداوار ہے اور جب دنیا و مال اور سود پر مبنی ہے۔

علماء اور اسلامی سکالرز کی بہت بڑی اکثریت بنک کے منافع یا سود کو رباء سمجھتی ہے جو اسلام میں حرام ہے اور جسے اللہ نے اپنے خلاف جنگ قرار دیا ہے۔ اور ان کے نزدیک مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام اور بنکوں کے سودی نظام کو اسلامی نظام میں اصولاً نہیں ڈھالا

Marfat.com

جاسکتا کیونکہ دونوں کا ورلڈ ویو ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بنکوں کے نظام میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں اور انہیں سودی قرضوں اور سودی نظام سے ہٹا کر صرف خدمات مہیا کرنے والی ''سروس انڈسٹری'' قرار دے دیا جائے یا بطور ایک سرمایہ کار ادارہ پیسے جمع کرانے والوں کی مرضی سے اسلامی اصولوں (مضاربہ، مشارکہ وغیرہ) پر تجارت کی اجازت دے دی جائے تو ان کے کردار کو اسلامی بنایا جاسکتا ہے لیکن اس صورت میں بنکوں کے موجودہ ڈھانچے اور طریق کار کو ختم کرنا ہوگا اور اس میں بنیادی تبدیلیاں لانا ہوں گی۔ یہ کام ناممکن نہیں لیکن یہ صرف ریاستی سطح پر ہوسکتا ہے جس کو کرنے کی بظاہر نہ تو مسلم حکمرانوں میں اخلاقی جرأت نظر آتی ہے اور اسلامی لحاظ سے آزادانہ سوچ اور تخلیقی و تحقیقی صلاحیتوں کی بھی کمی ہے تاہم علماء اور مسلمان عوام کی بہت بڑی اکثریت کی خواہش یہی ہے کہ یہ کام کیا جائے۔

انفاق، اسراف اور بخل

اسلامی تصور

اسلام اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو رضائے الٰہی کا سبب قرار دیتا ہے اور مومنوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر اس کے دیئے ہوئے مال میں سے غریبوں، مسکینوں اور دوسرے حق داروں پر خرچ کریں۔ انفاق کی بعض صورتوں کو اس نے مذہبی فریضہ قرار دیا ہے جیسے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور بعض کفارات میں (جیسے قسم اور روزہ توڑنے کا کفارہ) یہاں تک کہ وہ بوقت ضرورت اپنی ضروری حاجات سے زائد سارا مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے جبکہ مسلمان رضائے الٰہی کی خاطر اپنی ضروریات کو قربان کر کے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ غزوۂ تبوک کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

Marfat.com

مال خرچ کرنے میں اسلام کی بنیادی روش میانہ روی اور اعتدال کی ہے لہٰذا خواہ ضروری امور ہوں یا غیر محمود دونوں میں مبالغہ کے ساتھ خرچ کرنا اسراف وتبذیر ہے جو اسلام کی رو سے ناپسندیدہ ہے جیسے آسائش، سہولتوں اور اپنے نام ونمود اور فخر کے لیے مبالغہ کے ساتھ خرچ کرنا مثلاً شادی بیاہ میں یا بہت بڑا مکان بنا لینا یا بہت ہی قیمتی کپڑے پہننا.....وغیرہ۔

اسلام اگر فضول خرچی اور اسراف کو برا کہتا ہے تو بخل کو بھی ناپسند کرتا ہے۔ بخل یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنا مطلوب اور محمود ہو وہاں بھی خرچ نہ کیا جائے جیسے اپنی مالی حیثیت کے مطابق اپنے کپڑوں، مکان اور سواری پر خرچ کرنا۔ اگر کوئی مالی حیثیت رکھنے کے باوجود ضروری امور پر خرچ نہ کرے تو یہ بخل ہے اور اسلام اس کی مذمت کرتا ہے۔

مغربی تصور

انڈسٹرلائیزیشن اور مصنوعات کی بڑے پیمانے پر تیاری کے نتیجے میں صنعت کار اس پر مجبور ہو گئے کہ وہ اپنی پیداوار فروخت کرنے کے لیے لوگوں کو ان کی مصنوعات کی خریداری کی ترغیب دیں چنانچہ مارکٹنگ وہاں ایک ضروری شعبہ بلکہ انڈسٹری بن گیا اور معاشرے کو ایک کنزیومر (Consumer) سوسائٹی یا صراف سوسائٹی بنانا ان کا ہدف بن گیا جو ہر وقت خریدتی اور مال خرچ کرتی رہے۔ اور اسی کے مطابق انہوں نے اپنا معاشی ڈھانچہ تشکیل دیا مثلاً وہاں بنک بہت آسانی سے آپ کو مکان اور ضروریات زندگی جیسے کار، فریج، اے سی وغیرہ خریدنے کے لیے سودی قرضے دیتے ہیں اور قسطوں پر یہ اشیاء مہیا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ یوں گویا مغرب میں ہر آدمی اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرتا ہے اور مالی مشکلات میں گھرا رہتا ہے۔ کساد بازاری، مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے چونکہ لوگ قسطیں بروقت بنکوں میں جمع نہیں کرا پاتے تو بنک دیوالیہ ہو جاتے ہیں اور یوں معاشی مشکلات گھمبیر ہوتی جاتی ہیں۔

Marfat.com

تقسیم دولت

اسلامی تصور

اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں تقسیم دولت کا نظام فعال طریقے سے کام کرتا رہے اور اس کے نزدیک یہ ناپسندیدہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جائے اور امیر بہت امیر اور غریب بہت غریب ہو جائے۔ اس کی بجائے وہ یہ چاہتا ہے کہ زندگی کی بنیادی ضروریات ہر انسان کو میسر رہیں اور تفاوت صرف آسائشات وغیرہ میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین اصول فقہ مقاصد شریعت میں زیادہ اہمیت بنیادی ضروریات زندگی مہیا کرنے کو دیتے ہیں یہاں تک کہ زندگی بچانے کے لیے حرام کھانے کی گنجائش موجود ہے۔ تقسیم دولت کو ممکن بنانے کے لیے شریعت نے وراثت، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، عشر اور بعض کفارات کو لازمی قرار دیا ہے اور سود کو منع کیا ہے۔ اگر ان اسلامی احکام پر عمل کیا جائے تو نہ بڑی جاگیر داریاں وجود میں آسکتی ہیں اور نہ لامحدود سرمایہ کسی کے پاس جمع ہو سکتا ہے اور نہ افلاس کا عفریت معاشرے میں پنجے گاڑ سکتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ دورِ حکمرانی کا تجربہ بتاتا ہے کہ اس زمانے میں معاشرے میں خوشحالی عام تھی اور افلاس و غربت کا وہاں گزر نہ تھا۔

مغربی تصور

مغرب کا معاشی نظام چونکہ سرمایہ داری پر منحصر ہے اور سود کو جائز ٹھہراتا ہے اور زکوٰۃ اور وراثت کی طرح تقسیم دولت کا نظام وہاں موجود نہیں ہے لہٰذا وہاں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے اور امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

مالیات

انشورنس

اسلامی تصور

انشورنش کا سادہ تصور یہ ہے کہ تجارت کرنے والے باہمی تعاون اور مدد کے لیے ایک گروپ بنالیں اور اس میں طے شدہ رقم جمع کرتے ہیں۔ اگر کسی حادثے وغیرہ میں کسی رکن کا مالی نقصان ہوجائے تو اس اجتماعی فنڈ سے اس کی مدد کر دی جائے۔ انشورنس کی یہ سادہ صورت ہے ماضی میں مسلم تاجروں کے ہاں مروج رہی ہے اور اس میں کوئی پہلو غیر اسلامی نہیں اور اسے آج بھی اپنایا جاسکتا ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں انشورنس خود ایک بہت بڑا کارواں اور انڈسٹری بن چکی ہے اس کا کردار یہ ہے کہ یہ تجارت انسانی زندگی تعلیم، گھر، کاروبار، کارخانہ.....وغیرہ کو نقصان کی صورت میں مالی مداوہ مہیا کرتے ہیں۔ بظاہر یہ مقصد نیک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اس لحاظ سے غیر اسلامی ہے کہ اس میں سود کا دخل ہوتا ہے اور اس کی اکثر صورتوں میں قمار اور غرر موجود ہوتا ہے۔ قمارہ سے مراد یہ ہے وسائل اور منافع کی الل ٹپ اور بغیر کسی اصول اور دلیل پر تقسیم جس کی واضح مثال جوا ہے۔ غرر سے مراد حصول دولت اور منافع کی وہ صورتیں ہیں جن کو شریعت باطل قرار دیتی ہے جیسے منافع کا متعین ہونا۔ مال وصول کیے بغیر آگے بیچ دینا۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں یہ سب قانونی اور جائز ہے کیونکہ مغربی نظام سود پر مبنی ہے اور جن امور کو اسلامی شریعت قمار، غرر یا اصولِ آمدنی کی باقی صورتیں قرار دیتی ہے وہ وہاں قانونی ہیں۔

Marfat.com

تقابلی مطالعہ

چونکہ مغربی تہذیب دنیا پر غالب ہے اور اس نے اپنی سیاسی فوجی اور معاشرتی اور معاشی قوت اور اثر ورسوخ سے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کو ساری دنیا پر ٹھونس رکھا ہے اور ترقی پذیر ممالک خصوصاً عالم اسلام کو مختلف طریقوں اور سازشوں سے معاشی طور پر پسماندہ بنا رکھا ہے لہٰذا وہ مغرب کے معاشی نظام اور اصولِ وضوابط کو اپنانے پر مجبور ہیں۔ تاہم وہ اس کے ساتھ مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں۔ اسلام پر عمل بھی کرنا چاہتے ہیں اس لیے وہ مغرب کے معاشی اداروں میں تھوڑی بہت کتر بیونت کر کے اور تھوڑے بہت اسلامی اصول ان میں داخل کر کے ان کو اسلامی قرار دینے کی روش پر گامزن ہیں۔ یہی کچھ انشورنس کے میدان میں ہوا کہ وہ مغرب کے انشورنش کے ڈھانچوں میں تھوڑی بہت تبدیلیاں کر کے انہیں اسلامی قرار دے رہے ہیں اور انہوں نے اسے اسلامی بنکنگ کی طرح اسلامی انشورنس یا تغافل کا نام دے رکھا ہے، جو اپنی سپرٹ میں سرمایہ دارانہ اور شکل کے لحاظ سے کسی حد تک اسلامی ہے۔

مہنگائی رقیمتوں کا تعین

اسلامی تصور

اسلامی معاشات میں قیمتوں کا تعین صرف مارکیٹ کی عوام پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ حکومت بھی عوامی مفاد کی خاطر اس میں مداخلت کر سکتی ہے اور قیمتوں کا تعین کر سکتی ہے اور وہ ان عوامل کو بھی کنٹرول کر سکتی ہے جو قیمتیں بڑھنے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

یہ تو تسعید کے حوالے سے ایک اصولی بات تھی عملی صورت حال یہ ہے کہ مسلم ممالک خصوصاً پاکستان میں مہنگائی (یعنی اجناس کی قیمتیں) اتنی زیادہ ہیں کہ عوام بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہیں کر سکتے۔ جب کہ بنیادی ضروریات زندگی جیسے کھانا، کپڑا،

Marfat.com

مکان، سواری وغیرہ عوام کو مہیا کرنا ایک مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے۔

ہماری رائے میں مہنگائی کے عوامل مصنوعی ہیں مسلمان ملکوں کی معیشت جس طرح اسلام اور مسلم دشمن امریکہ، یورپ اور یہودیوں کے پنجے میں ہے اور انہوں نے منصوبہ بندی اور سازشوں سے ایسے حالات پیدا کر رکھے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان ممالک کی معیشت برے حالوں میں ہے اور ان کے زیر اہتمام IMF اور ورلڈ بنک جیسے ادارے مسلمان ممالک کی معیشت کو کنٹرول کرتے اور بنیادی ضروریات زندگی کی قیمتوں کا تعین بھی وہی کرتے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہے کہ مسلمان عوام نان جوین کو ترستے رہیں اور بنیادی ضروریات زندگی سے محروم رہیں اور وہ اس وقت تک اس میں کامیاب ہیں اور اکثرت مسلمان حکمران ایسے ہیں جو ان کے پروردہ ہیں اور ان کی پلاننگ پر ہنسی خوشی عمل کرتے ہیں اور ان کو اس کا احساس نہیں کہ وہ کسی سازش کا شکار ہو رہے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان حکمران سرمایہ دار اور اعلیٰ بیوروکریٹ خود ظالم ہیں۔ ملک کا سرمایہ لوٹ کر اپنی جیبوں میں بھرتے ہیں اور سوئیز لینڈ جیسے ممالک میں جمع کرواتے ہیں اور اگر عوام مہنگائی سے مرتے ہیں تو ان کی بلا سے۔

مغربی تصور

مغرب میں قیمتوں کا تعین مارکیٹ پر چھوڑا جاتا ہے اور مغربی حکومتیں عموماً معاشی عوامل کو کنٹرول کر کے قیمتیں عوام کی دسترس میں رکھتی ہیں جب کہ کیمونزم بھی اس میں ناکام ہو چکا ہے کہ ساری معیشت کو سرکاری کنٹرول میں لے کر قیمتوں کا تعین خود کرے۔

Marfat.com

ذخیرہ اندازی (Hoarding)

اسلامی تصور

اسلام کی معاشی تعلیمات یہ ہیں کہ بنیادی ضروریات زندگی ہر انسان کی دسترس میں رہیں چنانچہ ہوا اور پانی اللہ نے اتنے وافر مقدار میں پیدا کیا ہے کہ وہ ہر ایک کو میسر ہے کھانے کے وسائل بھی اللہ تعالیٰ نے اتنے سادہ اور عام رکھے ہیں مثلاً فصلوں کے لیے زمین اور بارش اور سورج کی روشنی کا مہیا ہونا وغیرہ کہ اگر ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو انسانوں کے لیے اس کی کمی نہیں ہوسکتی لیکن انسانوں کی خودغرضی اور دوسروں پر تفوق کی حرص نے معاشی حالات کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ امیر قوموں کے پاس وسائل کی فراوانی ہے اور غریب ممالک خصوصاً مسلم ممالک کے عوام بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں۔

اسلام نے معاشرے میں وسائل کی منصفانہ تقسیم کا ایک پورا نظام واضح کیا ہے جس کا ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ وہ تاجر اور سرمایہ دار کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اناج کا اس لیے ذخیر کرے کہ وہ جب مہنگائی ہو جائے تو تب اسے بیچ کر زیادہ نفع حاصل کر سکے گویا اسلام میں ذخیرہ اندازی ممنوع ہے اور اسلامی حکومت اس پر کڑی سزا دے سکتی ہے۔

Marfat.com

انڈسٹریلائزیشن (Industrialization)

اسلامی تصور

اسلام میں معاشی جدوجہد کا تصور یہ ہے کہ انسان اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکے اور زندگی کے اعلیٰ تر مقاصد کے لیے جدوجہد کر سکے جیسے اللہ کی عبادت اور اطاعت کرنا مخلوق خدا کی خدمت کرنا، اپنے جسم اور عزت نفس کی حفاظت کرنا وغیرہ۔ اس میں ترقیز بنیادی ضروریات زندگی پورا کرنے پر ہوتی ہے نہ کہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر جو نفس اور شیطان کے نزدیک لامحدود اور بے انتہا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا کی محبت، مال و جاہ کی حرص، طول مد اور کثرت کی خواہش کی مذمت کرتا اور قناعت توکل اور زہد کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ گویا خواہشوں کی تہذیب اور تقلیل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم تہذیب میں اگرچہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں خاطر خواہ ترقی ہوئی لیکن مسلم تجار ہمیشہ اشیاء کی ضرورت کی حد تک تیاری (Manufacturing) تک محدود رہے اور اس کی کثیر تیاری (Mass production) کی طرف نہیں گئے۔ لہٰذا مسلم دور میں اشیاء کی تیاری انفرادی حد تک گھریلو سطح پر (Cottage Industry) اور چھوٹے تجارتی اداروں Medium size industry تک محدود رہی اور کثیر پیداواری یا Mass Prodution تک نہیں گئی۔

مغربی تصور

اسلام کے مقابلے میں مغربی تہذیب کا ورلڈ ویو اور سرمایہ دارانہ نظام چونکہ آخرت سے صَرف نظر کرتے ہوئے دنیا کی محبت اور بہتری پر ترکیز کرتا تھا اس لیے کثرت کی حرص و ہوس، دنیاوی خواہشات کا لامحدود ہونا اور دنیاوی آسائشوں اور سہولتوں کا لامتناہی ہونا اس

Marfat.com

کا ایک منطقی نتیجہ تھا اور خدا، رسول اور وحی کی عدم موجودگی کی وجہ سے خواہشوں کا بے لگام ہونا بھی منطقی تھا، چنانچہ دنیا میں انسان کی مادی بہتری اور غیر محدود خواہشات کی پیروی کثیر پیداواری (Mass Prodution) کی مقتضی ہوئی اور یہی چیز مغرب میں انڈسٹریلائزیشن کی محرک بنی۔ پھر اس کے لیے مشینوں کی تیاری اور ان کے لیے ایندھن (Fuel) کی فراہمی اور اس سے پیدا ہونے والی آلودگی (Industrial Polution)، مزدوروں کی کثیر تعداد، بڑے بڑے شہروں کا وجود میں آنا، صنعتوں کے فروغ کے لیے کثیر سرمایہ کی ضرورت اور اس کی فوری و بسہولت منتقلی اور اس کے لیے بنکنگ اور سودی قرضوں کا نظام، اس مال کی فروخت کے لیے مارکٹنگ کا ایک نظام وجود میں لانا خواہ اس کے لیے اخلاقی اقدار تج دینی پڑیں مثلاً سازشوں سے قوموں کو لڑانا تاکہ اسلحہ انڈسٹری چلتی رہے، برتھ کنٹرول کی مصنوعات کی صنعت کو فروغ دینا اور مسلم ممالک کو ان کی برآمد تاکہ ان کے اخلاق تباہ ہوں اور ان کی آبادی کم ہو، بڑے شہروں کو آبادی کی منتقلی اور معاشرتی اقدار کی تباہی، بزنس کی ضروریات کے لیے ٹیکنالوجی خصوصاً انفارمیشن ٹیکنالوجی کو فروغ اور اس کے ذریعے فحاشی و عریانی کی ترویج اور اخلاقی و مذہبی اقدار کی تباہی، عورتوں کا کام پر مجبور ہونا، مردوں کے مساوی اور آزاد ہو جانا، ان کو مارکٹنگ وسیلز میں استعمال کیا جانا، طلاقوں کی کثرت، بروکن چلڈرن و حرامی بچوں کی کثرت، تربیت اولاد سے بے نیازی، مادی زندگی پر انحصار، بے روزگاری، مذہب و اخلاق سے دوری، جرائم کی کثرت، زندگی کا مشین بن جانا، مقصدیت سے دوری، منشیات کا استعمال، ذہنی و قلبی بے اطمینانی، خودکشی کا رجحان، نفسیاتی ہسپتالوں اور دماغی شفا خانوں کی کثرت ..... یہ سب برائی کی ایک زنجیر (Vicious Circle) ہے اور یہ سب انڈسٹریلائزیشن کا منطقی نتیجہ ہے۔

Marfat.com

باب ہفتم

سیاسی اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

سیاسی نظام

اسلامی تصور

قرآن وسنت چونکہ سیاسی نظام کی صرف بنیادی باتوں سے بحث کرتے ہیں اوران تفصیلات سے تعارض نہیں کرتے جن کے مستقبل میں بدل جانے کا امکان ہولہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ہمیں کوئی منضبط تفصیلی سیاسی نظام نہیں دیا اور یہ کہ مسلمان اہل علم (یا حکمران) قرآن وسنت کی سیاسی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی نظام کی جوتفصیلات بھی متعین کریں گے وہ اسلامی سمجھی جائیں گی خواہ وہ زمان ومکان کے تغیر کی بنیاد پر ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ اسلامی حوالے سے یہ بحث نہیں اٹھائی جانی چاہیے کہ اسلام کا سیاسی نظام صدارتی ہوتا ہے یا پارلیمانی اوراس کی مقنّنہ ایک ایوانی ہوتی ہے یا دوایوانی کیونکہ مسلمان معاشرے اپنی ضرورت کے مطابق جس طرح کا سیاسی نظام چاہیں وضع کر سکتے ہیں مثلاً مسلمانوں کے ہاں ماضی میں وزارتیں (وزیر بمعنی وزیراعظم یا چیف ایگزیکٹو) دوطرح کی ہوتی تھیں وزارت تنفیذ اور وزارت تفویض۔ اول الذکر میں وزیراعظم وسیع اختیارات کا حامل ہوتا تھا اور خلیفہ کی حیثیت آئینی ہوتی تھی جب کہ ثانی الذکر میں خلیفہ بطور چیف ایگزیکٹو کام کرتا تھا اور وزیر (یعنی وزیراعظم) کا دائرہ عمل محدود ہوتا تھا اور وہ صرف وہی کام سرانجام دیتا تھا جس کا خلیفہ اس سے مطالبہ کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ پہلی صورت پارلیمانی نظام کے قریب ہے اور دوسری صدارتی نظام کے۔ اور یہ کہ خلیفہ کی ذات میں اختیارات کے ارتکاز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بلکہ یہ ایک انتظامی، سیاسی اور اجتہادی معاملہ ہے جس کا

Marfat.com

انحصار سیاسی روایات ، معاشرے کے حالات، خلیفہ کے تدین..... وغیرہ پر ہے۔ اور سلطات ثلاثہ یعنی مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ میں اختیارات کی تقسیم ایک اجتہادی معاملہ ہے اوران کے درمیان اختیارات کم وبیش ہوسکتے ہیں۔

مغربی تصور

ہیومنزم (Humanism) کی رو سے انسان خودمختار بلکہ مختارِ مطلق ہوتا ہے اور وہ خود ہی ہر طرح کے اختیارات کا منبع ہوتا ہے لہٰذا سیاسی نظام کی تخلیق اور تشکیل بھی اس کی مرضی پر منحصر ہے۔اور سیکولرزم کی رو سے چونکہ خدا، وحی اور مذہب کا کوئی تعلق معاشرے اور ریاست کی تنظیم سے نہیں ہونا چاہیے لہٰذا سیاسی نظام کی تخلیق اور تشکیل میں بھی ان کا کوئی کردار نہیں ہوتا چنانچہ انسانی عقل اور تجربے کی بنیاد پر مغرب نے نیشنلزم اور جمہوریت پر مبنی جو سیاسی نظام وضع کیا ہے وہ محض عقلِ انسانی اور تجربے کی تخلیق ہے اور اس کی کوئی مذہبی یا الہامی بنیاد نہیں ہے۔

تقابل

اسلام میں سیاست دین کا جز اور اس کے تابع ہے۔ دین نے چند بنیادی سیاسی تعلیمات دی ہیں جن کی روشنی میں مسلمان اپنے سیاسی نظام کی تفصیلات وضع کر سکتے ہیں جب کہ مغرب کے سیاسی نظام میں وحی اور مذہب کا کوئی کردار نہیں اور وہ خالص انسانی عقل وفہم کی پیداوار ہے اور چونکہ اس کا ورلڈ ویو اور تصورِ علم اسلامی عقائد اور اسلامی فلسفۂ علم سے مختلف بلکہ ان کے برعکس ہے لہٰذا مغرب کے سیاسی نظام کا مسلم معاشروں کے لیے غیر موزوں اور ضرر رساں ہونا اظہر من الشّمس ہے۔

Marfat.com

ریاست (State)

اسلامی تصور

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کو نظمِ اجتماعی مطلوب ہے کہ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان معاشرے کی صورت میں رہیں اور معاشرہ ریاست کی صورت میں منظّم ہو اور دونوں اس ہدایت الٰہی کے مطابق کام کریں جو اس نے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں تک پہنچائی ہے۔ اس کے لیے جو اصطلاحات قرآن وسنت میں استعمال ہوئی ہیں وہ خلافت، امامت اور امارت وغیرہ کی ہیں نہ کہ آج کل کی طرح ریاست اور حکومت کی؛ اور نہ ان میں ریاست اور حکومت میں وہ نمایاں فرق نظر آتا ہے جو آج کل کی سیاسی اصطلاحات میں موجود ہے۔ تاہم اس سے حقیقت نفس الامری پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اصطلاحات وقت اور زمانے کے بدلنے اور علوم میں ترقی کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور ادارے اور ان کا دائرہ کار بھی وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے لہٰذا ہم یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں سیاست اور ریاست کے بارے میں ہمیں خاصی تفصیل کے ساتھ رہنمائی ملتی ہے اور اسلامی ریاست کی نوعیت اس کے مقصد وجود، حدودِ عمل اور اس کے رہنما اصولوں کے بارے میں اور خلافت، تصورِ قومیت، دستور، شہریت، قانون سازی، بنیادی حقوق وغیرہ کے بارے میں تفصیلات قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ ہم ان تعلیمات کو آج کے اداروں پر منطبق کر سکتے ہیں گو اصطلاحات کا فرق اپنی جگہ رہے گا۔

ریاست کو ایک ناگزیر اجتماعی ضرورت ہونے کی بنا پر اسلام میں شرعی تقدس حاصل ہے اور اس سے بغاوت یا انہدام کی سزا موت ہے کیونکہ اس کے بغیر نظم اجتماعی مختل ہو جاتا ہے اور فساد فی الارض کی وجہ سے انسانی جان و مال اور عزت و ناموس خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

اسلام میں ریاست کی بنیاد ایک نظریۂ حیات پر ایمان لانے کا اشتراک ہے نہ کہ نسل، علاقے، زبان اور رنگ کی ہم آہنگی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قوم کی بجائے امت اور وطن کی بجائے دارالاسلام کا تصور پایا جاتا ہے اور سارے مسلم معاشرے اصولاً ایک ہی ریاست سمجھے جاتے ہیں چنانچہ استعماری غلبے سے پہلے مسلم دنیا میں پاسپورٹ اور ویزے کا کوئی تصور نہ پایا جاتا تھا اور نہ ان میں تجارت، گھر بنانے اور ملازمت وشادی کرنے میں مقامی و غیر مقامی کا کوئی فرق پایا جاتا تھا جیسا کہ ابن بطوطہ نے اپنے مشاہدات میں لکھا ہے۔

ریاست کا مغربی تصور

مغرب کا سیاسی نظام، وہاں کے انسانوں کا وضع کردہ ہے اور مغرب سیکولرازم پر یقین رکھتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب یا آسمانی ہدایت کا معاشرے اور ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہے اور سیاسی نظام اور ریاست کی صورت گری کرنا عوام کے نمائندوں کا کام ہے۔ ریاست اور اس کے اداروں جیسے آئین، پارلیمنٹ وغیرہ پر چونکہ اجتماعی زندگی کا انحصار ہوتا ہے لہٰذا اہل مغرب نے انہیں تقدس عطا کیا ہے اور ان کے وجود کو خطرے میں ڈالنے والے پر سخت ترین سزاؤں کا نفاذ کیا ہے چنانچہ وہاں جمہوریت، ریاست، آئین، پارلیمنٹ کی بالادستی کو نہ ماننا ناقابلِ معافی جرم ہے جس کی سزا اکثر مغربی ممالک کے دساتیر میں موت یا عمر قید ہوتی ہے۔

نیشنلزم اور ریاست کے تصور نے مل کر مغرب میں نیشن سٹیٹ (Nation State) کے تصور کو فروغ دیا ہے یعنی لوگ رنگ، نسل، زبان اور علاقے کے اشتراک کی بناء پر ایک قوم بنتے ہیں اور اس طرح بننے والی قوم ایک ریاست کا تقاضا کرتی ہے۔

تقابل

ریاست کا اسلامی تصور مغرب کے تصورِ ریاست کے بالکل متضاد ہے کیونکہ اسلامی

Marfat.com

ریاست دینی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہی عمل کرتی ہے جب کہ مغربی ریاست کی تفصیلات انسانوں کی وضع کردہ ہیں اور وہاں مذہب یا وحی کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔

حاکمیتِ اعلیٰ (Sovereignty)

اسلامی تصور

اسلام میں حاکمیت اعلیٰ کا تصور یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم اعلیٰ ہے۔ اس حاکمیتِ اعلیٰ کا مطلب مسلم ریاست میں قانونی طور پر اللہ کے قانون یعنی شریعت کی بالادستی ہے اور اس کا یہ مطلب نعوذ باللہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بالفعل ریاست کا حاکم ہوتا ہے یا مسلم حکمران اللہ کا نمائندہ اور اس کا مقرر کردہ ہوتا ہے بلکہ مسلمان حکمران بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح اللہ کا عبد ہوتا ہے اور اس پر بھی سارے شرعی احکام کا اسی طرح انطباق ہوتا ہے جس طرح دوسرے مسلمانوں پر اور وہ اللہ کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے۔

حاکمیت اعلیٰ اور عبد ہونے کے مسئلے کو خلافت سے کنفیوز نہیں کرنا چاہیے۔ انسان بحیثیت بنی نوع انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ ان معنوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق و باطل میں اختیار کی آزادی دی ہے اور اسے زمین میں تصرف کا حق اور آزادی دی گئی ہے۔ البتہ اسے زیبا یہی ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا استعمال کائنات کے اصل حاکم یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کرے۔ مسلمان حاکم کو خلیفہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اختیارات اللہ کی تعلیمات کے مطابق اور اس کے احکام کے تحت انجام دیتا ہے نہ کہ اپنی آزاد مرضی سے کام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ اللہ کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کا خلیفہ کا نہیں اللہ کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہوں اور اسی لیے حضرت عمرؓ نے خلیفہ کا لفظ استعمال کرنا ترک کر دیا تھا کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو خلیفۃ

Marfat.com

خلیفة الرسول (یعنی رسول ﷺ کے خلیفہ کا خلیفہ) کہلاتے تو یہ سلسلہ آگے چل کر لمبا اور مضحکہ خیز بن جاتا اس لیے انہوں نے صحابہ کے مشورے سے امیر المومنین کا لقب پسند فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ مسلم سیاسی اصطلاح میں خلیفہ مسلمان حکمران کو کہتے ہیں جس کا تعین اور عزل مسلمان باہمی مشاورت سے کرتے ہیں اور وہ اپنے اختیارات مسلمانوں کے ساتھ مشاورت سے اور اللہ کی شریعت کے تحت استعمال کرتا ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں حاکمیت اعلیٰ عوام کا حق سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہاں ہیومنزم کی رو سے فرد خودمختار ہے اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے بارے میں جو فیصلہ چاہے کر سکتا ہے لہٰذا ایک ریاست میں افراد کا مجموعہ یعنی عوام حاکمیت اعلیٰ کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ جس کو چاہیں حاکم بنائیں اور اپنے نمائندوں کے ذریعے جو قانون چاہیں منظور کرائیں۔ ان کے اس اختیار پر کوئی رکاوٹ اور پابندی لگانے والا نہیں سوائے ان پابندیوں کے جن کو وہ خود اپنے مفاد میں قبول کر لیں۔ ایک مغربی ریاست میں قانون وہی ہوتا ہے جو عوام چاہتے ہیں۔ لہٰذا ریاست میں آئینی بالادستی بھی افراد یعنی عوام کو حاصل ہوگی اور پارلیمنٹ بھی اسی لیے وہاں سپریم یا سب سے بالاتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہاں عوام کے نمائندے جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح عوام ریفرنڈم کے ذریعے جو فیصلہ کریں وہ بھی حتمی ہوتا ہے۔

تقابل

اسلام میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور عوام اور ان کے منتخب حکمران دونوں اس کی نازل کردہ شریعت کے پابند ہوتے ہیں جب کہ مغرب میں عوام ہی حاکم اعلیٰ ہوتے ہیں اور خدا اور وحی کی برتری کا کوئی تصور مغربی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔

Marfat.com

حبِ وطن (Nationalism)

اسلامی تصور

اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد ان کا نظریہ ہوتا ہے یعنی جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ ایک معاشرہ بن جاتے ہیں اور معاشرہ اپنے آپ کو مزید منظّم کرنے کے لیے ایک ریاست کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں وطنیت، قومیت سے مشروط نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح مغرب میں قوم (Nation) وطن، زبان رنگ اور نسل کی یکسانیت کی وجہ سے بنتی ہے اسلام میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہاں قومیت کی بنیاد صرف نظریہ ہی ہے اور قومیت یا وطنیت حق کی بنیاد نہیں ہے بلکہ قومیت وطنیت، خاندان حتیٰ کہ ماں باپ سے تعلق کی بنیاد بھی اسلامی نظریہ ہی ہے۔ اگر نظریہ کا مفاد اور تقاضا ہو تو وطن سے ہجرت کر کے دوسری جگہ منتقل ہوا جا سکتا ہے (اور بعض دفعہ ایسا کرنا فرض ہو جاتا ہے مثلاً اگر اپنے وطن میں اسلامی احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو)۔ اسی لیے نظریہ کی بنیاد پر اپنی قوم سے بھی لڑا جا سکتا ہے اور والدین اور خاندان کو بھی چھوڑا جا سکتا ہے گویا ہر نظم اجتماعی کی بنیاد اسلامی نظریہ ہے۔ اسی لیے وطن کو اسلام میں دارالاسلام کہا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے مسلمانوں میں اخوت کا گہرا رشتہ ہوتا ہے خواہ ان کے رنگ، نسب، وطن، زبان الگ ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ کو "سیدنا بلالؓ" یعنی ہمارے آقا بلالؓ کہا کرتے تھے حالانکہ وہ افریقہ کے کالے حبشی اور (سابق) غلام تھے۔ اور اپنی رحلت سے پہلے نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مسلم لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا تھا جو کہ عرب رسم و رواج کی رو سے غلام زادے تھے اور بالکل نوعمر تھے جب کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ ان کے ماتحت تھے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں قومیت کی بنیاد وطن، نسل، رنگ اور زبان کی یکسانیت پر ہے یعنی جو لوگ ایک جگہ پر رہتے ہوں، ایک زبان بولتے ہوں، ایک نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کی رنگت ایک جیسی ہو وہ ایک قوم ہوتے ہیں؛ اور قوم اور وطن معیارِ حق و باطل ہوتے ہیں۔ قوم اور وطن کے مفاد اور دفاع کے لیے جنگیں لڑی جاتیں اور ہر قسم کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں چنانچہ یورپ میں جو دنیا کی عظیم ترین جنگیں لڑی گئیں جن میں اتنا جانی اور مالی نقصان ہوا کہ ساری انسانی تاریخ میں اتنا نہیں ہوا، اس کی بنیادی وجہ یہی نیشنلزم کا تصور تھا۔

تقابل

اسلام میں قومیت اور وطنیت کی بنیاد اسلامی نظریہ ہے جو وسیع تر اخوت اور بین الاقوامیت (Universalization) کا مظہر ہے جب کہ مغرب میں قومیت کی بنیاد، وطن، نسل، رنگ اور زبان کی یکسانیت ہے جس نے انسانیت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے باہمی آویزش میں ڈال رکھا ہے۔

شورائیت و جمہوریت (Democracy)

اسلامی تصور

اسلام میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مسلمان عوام اور حکمران دونوں اللہ کا عبد ہونے کی حیثیت سے اس کی شریعت کی پیروی کے پابند ہیں اور ان کے نظام مملکت کی بنیاد شورائیت ہے مطلب یہ کہ اسلام میں حکمرانی نہ تو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتی ہے

Marfat.com

(Divine right of the King) یعنی حکمران اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نہیں ہوتا اور نہ یہ آمریت ہوتی ہے کہ حکمران کی تعیناتی وتنزلی کا اختیار اس کی اپنی مرضی پر ہو اور وہ جیسے چاہے حکومت کرے بلکہ مسلم حکمران مسلمانوں کا امیر یا سردار (امیرالمومنین) یا خلیفہ (خلیفة الرسول) ہوتا ہے اور وہ مسلمانوں کے باہمی مشورے سے امیر المومنین یا خلیفہ بنتا ہے۔ یہ شورائیت قرآن وسنت کا حکم ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کا بنیادی جزو ہے۔ جہاں تک اختیارات کے ارتکاز اور تقسیم کا تعلق ہے یعنی امیر المومنین کے پاس کتنے اختیارات ہوں، مجلس شوریٰ کے پاس کتنے اختیارات ہوں یا منتظمہ، مقنّنہ وعدلیہ اور صوبوں میں اختیارات کی تقسیم کس طرح ہو؟ تو ان کے بارے میں کوئی منصوص شرعی حکم موجود نہیں ہے بلکہ یہ دائرہ اجتہاد کی چیز ہے لہٰذا امت کے اہل علم (مجتہدین) ضرورت اور حالات کے مطابق ان کی تفصیلات کا تعین کر سکتے ہیں۔

مغربی تصور

مغرب میں فرد چونکہ آزاد اور خود مختار ہوتا ہے لہٰذا حاکمیت اعلیٰ وہاں عوام کا حق سمجھی جاتی ہے، اور حاکم کے تعین اور تنزل کا حق بھی عوام کو حاصل ہوتا ہے جس کے لیے مغربی ممالک میں باقاعدہ انتخابات کا ایک نظام قائم ہے جس کے ذریعے عوام اپنے نمائندے اور حکمران منتخب کرتے ہیں۔ چونکہ یہ افراد اور عوام خود مختار بلکہ مختار مطلق ہوتے ہیں لہٰذا ان کے نمائندے بھی ان کے اختیارات کو استعمال کر سکتے ہیں گویا وہ جو انتظامی فیصلہ چاہیں کر سکتے ہیں اور جو قانون چاہیں بنا سکتے ہیں یعنی حلال وحرام اور جائز وناجائز کا تعین ان کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

تقابل

جیسا کہ سطور بالا کے مندرجات سے واضح ہے کہ اسدلام کا سیاسی نظام اپنی اصولی بنیادوں میں مغرب کے جمہوری نظام کے بالکل برعکس ہے لہٰذا اسلام کے شورائی نظام کو مغرب کے جمہوری نظام پر قیاس کرنا غلط ہے۔ نہ مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کہا

Marfat.com

جاسکتا ہے اور نہ اس میں اسلامی اصولوں کا پیوند لگا کے اسے اسلامی بنایا جاسکتا ہے اور نہ اس سے اسلامی مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن مغرب نے اپنی سیاسی معاشی اور عسکری بالادستی کی وجہ سے اور مسلمان ممالک کی کمزوری اور ان میں اپنے اثر ونفوذ کی وجہ سے اپنی جمہوریت کو دین کی طرح ایک مقدس اصول اور نا قابل رد ضابطہ بنا دیا ہے اور اسے ایک ایسا تقدس عطا کر دیا ہے کہ کوئی آدمی مغربی جمہوریت کی مخالفت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا چنانچہ مغربی دانشور فوکویاما مغربی جمہوریت کو انسانی تاریخ کی معراج یا اعلیٰ ترین سطح قرار دیتا ہے۔ امریکہ ویورپ مسلم معاشروں میں ''اسلامی جمہوریت'' کو (جو اسلام اور مغرب کی الحادی اور سرمایہ دارانہ جمہوریت کا ان مل بے جوڑ مجموعہ ہے) ایک اکائی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمان معاشروں میں جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کی مخالفت کرنا دقیانوسیت اور نکّو بننے کے مترادف بن چکا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مغربی جمہوریت میں انتہائی تضاد ہے اور وہ کبھی ہم رنگ اور یک جا نہیں ہو سکتے اور نہ اسلامی جمہوریت پر عمل کے نتیجے میں مسلم معاشروں میں اسلامی اصول واقدار پر عمل کے لیے موزوں ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن ممالک میں اسلامی جمہوریت رائج ہے وہاں اس کے نتیجے میں مغربی تہذیب اور اس کی اقدار کو بالادستی حاصل ہوئی ہے نہ کہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آیا ہے۔

دستور وآئین (Constitution)

اسلامی تصور

اسلام میں حاکمیت اعلیٰ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے لہٰذا اس کی کتاب (قرآن حکیم) اور اس کے رسول ﷺ کی سنت اسلام کے بنیادی مآخذ ہیں اور انہی سے اسلام کے سیاسی نظام کی بنیادیں واضح ہوتی ہیں لہٰذا قرآن وسنت ہی مسلمانوں کے لیے بنیادی دستور کی

Marfat.com

حیثیت رکھتے ہیں، سیاسی شعبے میں بھی اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں بھی۔ اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن وسنت ہی اسلامی ریاست کا آئین ہوتے ہیں۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی اور ریاستی نظام کی تفصیلات مہیا کرنا بھی ایک جائز و منطقی ضرورت ہے جسے قرآن وسنت کے علاوہ ریاستی آئین کا حصہ بنایا جاسکتا ہے لہٰذا ریاست اور آئین کے مغربی تصورات سے قطع نظر ایک ہم عصر اسلامی ریاست میں بھی دستور کا وجود افادیت سے خالی نہیں تاہم اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ دستور کے شروع ہی میں یہ وضاحت کردی جائے کہ قرآن وسنت ہی مسلمانوں کا بنیادی دستور ہے اور یہ کہ ریاست چلانے کے لیے انسانوں کا وضع کردہ یہ دستور قرآن وسنت کے تابع ہوگا اور اس کا کوئی جزو یا اس کی کوئی ایسی تشریح قابل قبول نہ ہوگی جو قرآن وسنت کے خلاف ہو اور یہ کہ ریاست میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکے گا اور نہ کوئی انتظامی یا عدالتی حکم یہاں قرآن وسنت کے خلاف دیا جاسکے گا بلکہ یہاں شریعت اسلامی کی مکمل بالادستی ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہو تو ظاہر ہے انسانوں کا وضع کردہ دستور مسلم عوام کے لیے کوئی مقدس دستاویز نہیں ہوسکتی۔

آج کل ایران، پاکستان اور سعودی عرب کے آئین کسی حد تک اسلامی ہیں جب کہ اکثر مسلم ممالک کے دساتیر مغربی ممالک کے دساتیر کا محض چربہ ہیں اور اسلامی بنیادوں سے محروم ہونے کی وجہ سے غیر اسلامی ہیں۔

مغربی تصور

مغرب میں ہیومنزم کی رو سے انسان خود مختار بلکہ مختار مطلق ہے اور سیکولرازم کی رو سے وحی الٰہی کے اتباع کا مکلّف نہیں ہے لہٰذا وہاں افراد اور عوام کا یہ حق ہے کہ وہ جس طرح کا چاہیں آئین بنائیں اور ریاستی اداروں کی صورت گری جیسے چاہیں کریں۔ اسی لیے مغرب میں دساتیر کی منظوری عام طور پر عوام کی رائے سے (بذریعہ ریفرنڈم) حاصل کی

Marfat.com

جاتی ہے۔ وہاں آئین کو انتہائی تقدس حاصل ہوتا ہے، نہ اس کے خلاف کوئی قانون بنایا جاسکتا ہے اور نہ کوئی انتظامی حکم جاری کیا جاسکتا ہے اور عدالتیں قوانین کی تشریح اور ان کا جائزہ آئین کے تحت ہی لیتی ہیں۔ یوں آئین کو وہاں بنیادی اور مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور آئین ہی میں سیاسی نظام کی تفصیلات یعنی ریاست کے اہداف و مقاصد، اداروں کے حدود کار، حکومتوں کی تشکیل، انتخابات اور بنیادی حقوق کے تعین کے بارے میں تفصیلات طے کی جاتی ہیں۔ پارلیمنٹ میں قانون سازی بھی آئین کے تحت رہ کر ہی کی جاتی ہے۔

تقابل

اسلامی ریاست کا آئین قرآن وسنت کے تابع ہوتا ہے بلکہ قرآن وسنت ہی مسلم معاشرے میں بنیادی دستور کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ مغرب میں آئین انسانوں کا وضع کردہ اور ان کی مرضی کے تابع یعنی الحادی ہوتا ہے اور اس میں مذہب کو کسی بھی طرح کی بالادستی حاصل نہیں ہوتی اور ریاست کے سارے اعضاء یعنی مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ آئین کے تحت کام کرتے ہیں۔

اجتہاد اور قانون سازی (Legislation)

اسلامی تصور

اسلام میں قانون دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے احکام قرآن حکیم میں موجود ہیں اور خود قرآن حکیم کی رو سے سنت بھی اسی کا ایک حصہ ہے لہٰذا قرآن وسنت کی نصوص اسلام میں احکام کا بنیادی ماخذ ہیں اور نا قابلِ تغیر ہیں اور ساری امت مل کر بھی ان میں کوئی معمولی کمی بیشی نہیں کرسکتی اور نصوص میں عقل کا دائرہ ان کی تفہیم اور تطبیق تک محدود

Marfat.com

ہے۔ البتہ اسلام کو چونکہ قیامت تک کے لیے قابلِ عمل رہنا ہے لہٰذا قرآن وسنت مسلمان اہل علم (مجتہدین) کو اجتہاد کی اجازت دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اہل علم منصوص احکام پر قیاس کرتے ہوئے، ان کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان احکام کی روشنی میں نو پیش آمدہ امور کے حل کے لیے قواعد وضوابط (Rules and Regulations) وضع کر سکتے ہیں۔ اسلامی روایت میں اس طرح کے قواعد وضع کرنے کو قانون سازی (Legislation) سے تعبیر نہیں کیا گیا اور نہ کبھی مسلم معاشرے میں آزادانہ قانون سازی کا تصور کبھی رہا ہے بلکہ اسے اجتہاد کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان ریاست کی مجلس شوریٰ یا مجلس اہل حل وعقد (جسے آج کل پارلیمنٹ، نیشنل اسمبلی، سینٹ، وغیرہ کہا جاتا ہے)، کا یہ دائرہ کار نہیں ہے کہ وہ آزادانہ قانون سازی کر سکے بلکہ اس کا دائرہ کار صرف اجتہاد کرنا ہے۔

مسلم امت میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ اجتہاد کے اہل صرف وہی لوگ ہیں جو علوم قرآن وسنت، عربی زبان، فقہ اور اصولِ فقہ کے ماہر ہوں اور جن کی حالات حاضرہ پر گہری نظر ہو۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں چونکہ فرد خود مختار اور مکمل آزاد ہوتا ہے اور صرف وہی اپنے لیے زندگی گزارنے کے ضابطے بنا سکتا ہے لہٰذا وہاں پارلیمنٹ ہر لحاظ سے بالادست ہوتی ہے اور جو قانون چاہے بنا سکتی ہے جس کو چاہے حلال یا حرام قرار دے سکتی ہے کیونکہ وہ ان عوام کی نمائندگی کرتی ہے جو خود مختار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے پارلیمانوں نے ان بہت ساری چیزوں کو حلال قرار دے دیا ہے جنہیں دنیا بھر میں مذہب اور اخلاق کے علمبردار حرام قرار دیتے ہیں جیسے شراب نوشی، جواء، فحاشی، ہم جنس افراد کی شادی، نکاح کے بغیر، عورت مرد کا اکٹھے رہنا..... وغیرہ۔

Marfat.com

تقابل

مغرب میں قانون سازی عوام کا حق ہوتی ہے جسے پارلیمنٹ برائے کار لاتی ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں قانون دینے والی اللہ کی ذات ہوتی ہے جب کہ امت (کے اہل علم) کا دائرۂ کار اجتہاد کا ہوتا ہے۔ آج کل اگر مجلس شوریٰ کو پارلیمنٹ یا نیشنل اسمبلی کہیں تو پھر بھی اس کا دائرہ کار اجتہاد سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر انتخابات مغربی طرز کی جمہوریت کے مطابق ہوں تو اس چیز کا کوئی امکان نہیں ہے کہ مجلس شوری میں وہ لوگ آئیں جو اجتہاد کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں لہٰذا ان کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کو نہ تو حکم شرعی یا قانونی قرار دیا جاسکتا ہے (قانون اگرچہ عربی لفظ ہے لیکن یہ اسلامی تاریخ میں کبھی حکم شرعی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا) اور نہ مسلمان عوام ان کو وہ تقدس دے سکتے ہیں جو کہ مثلاً وہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے فقہی ضابطوں کو دیتے ہیں لیکن یہ حالات کا جبر ہے کہ امت کو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

اس کا ایک حل مسلمان عوام نے یہ نکالا ہے کہ وہ اپنے اکثر امور میں حکم شرعی دریافت کرنے کے لیے دینی مدارس کے علماء سے فتویٰ حاصل کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور اگر وہ پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کو اسلامی نہ سمجھیں تو ان پر عمل نہ کرنے کے حیلے بہانے ڈھونڈ لیتے ہیں۔

اس تناظر میں ایک اسلامی ریاست میں مجلس شوریٰ کو سپریم یا بالادرست قرار دینا بھی محل نظر ہے اور اگر تقابل کرنا ہی ہو تو عدلیہ کو اس لحاظ سے باقی اداروں پر بالادستی حاصل ہوتی ہے کہ وہ مقنّنہ کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کو بھی آئین یعنی قرآن وسنت کے معیار پر پرکھ کر انہیں خلاف اسلام اور خلاف آئین قرار دے کر رد کرسکتی ہے۔

Marfat.com

شہریت (Citizenship) اور اقلیتوں کے حقوق (Minority Rights)

اسلامی تصور

اسلام میں اجتماعیت کی بنیاد نظریاتی ہے یعنی جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں وہ آپس میں مل کر ایک معاشرہ بناتے اور ایک ریاست کی تشکیل کرتے ہیں۔ یوں وہ سارے مسلمان جو اس ریاست کے شہری ہوتے ہیں وہ ریاست کے حوالے سے اپنے حقوق و فرائض میں مساوی ہوتے ہیں اور ان کے درمیان فرق ان کی صلاحیت اور تقویٰ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

غیر مسلم افراد مسلمان معاشرے اور ریاست میں رہائش رکھ سکتے ہیں اور مسلم ریاست کے شہری بھی ہو سکتے ہیں لیکن ریاست کے بنیادی نظریے سے اختلاف کی وجہ سے ریاست کے چلانے اور اس کی بقاء اور حفاظت، فطری طور پر، ان کی ذمہ داری نہیں ہوتی لہٰذا اسلامی ریاست کے حوالے سے ان کے حقوق و فرائض مسلمانوں سے مختلف ہوتے ہیں اور اس کے چلانے میں ان کا کوئی قلیدی کردار نہیں ہوتا۔ وہ اس کے عام کارندے تو ہو سکتے لیکن اس کے آئینی عہدیدار (جیسے صدر، گورنر، وزیراعظم، وزیراعلیٰ) نہیں ہو سکتے جہاں ان کے ریاست کی بنیادی پالیسوں کی تشکیل پر اثر انداز ہو سکنے کا امکان ہو۔

چونکہ اسلامی ریاست کی بقاء اور سرحدوں کی حفاظت صرف مسلمانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے غیر مسلموں کی نہیں لہٰذا اس استثناء کی وجہ سے اور ریاست کو اس سلسلے میں جو اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے غیر مسلموں کو کچھ اضافی ٹیکس دینا پڑتا ہے (جسے جزیہ کہا جاتا ہے) جو کہ مندرجہ بالا وضاحت کی رو سے ایک نہایت معقول فیصلہ ہے۔

مغربی تصور

مغرب میں ریاست کی بنیاد چونکہ نظری نہیں ہوتی بلکہ نسل، زبان، رنگ اور وطن کا

Marfat.com

اشتراک ہوتا ہے لہٰذا ریاست میں رہنے والے سارے باشندے اصولاً اس ریاست کے شہری ہوتے ہیں اور وہ حقوق اور فرائض میں برابر ہوتے ہیں۔

تقابل

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم اپنے حقوق اور فرائض کے حوالے سے برابر نہیں ہوتے جس کی معقول وجہ موجود ہے اور یہ رویہ ناانصافی پر مبنی نہیں ہے کیونکہ غیر مسلموں کو یہاں بنیادی انسانی حقوق احسن طریقے سے ملتے ہیں لہٰذا اسلامی ریاست پر غیر مسلموں کے حقوق کے حق کے حوالے سے اعتراض بلا جواز ہے۔ اس کے برعکس مغربی ریاستوں میں اگرچہ کاغذی اور قانونی طور پر سارے شہریوں کو، بلا امتیاز مذہب، مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں لیکن امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ جو انتہائی برا سلوک ہوتا ہے اس سے ساری دنیا واقف ہے مثلاً کہیں مسلمان عورتوں کو حجاب لینے کی اجازت نہیں، کہیں مساجد اور ان کے مینار بنانے کی اجازت نہیں ہے، مسلمانوں کو مذہبی تہواروں کی چھٹیاں نہیں ملتیں، انہیں میرٹ پر ملازمتیں نہیں ملتیں، اسلامی لباس پہننے پر ان کو مطعون کیا جاتا ہے اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ہشتم

قانونی اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

شریعت، فقہ، قانون (Lew & legal systam)

اسلامی تصور

اسلام میں قانون کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق اور مالک ہے اور انسان اس کا عبد اور بندہ ہے جس کا کام اللہ کی عبادت اور اطاعت کرنا ہے چنانچہ یہ اللہ ہی کو زیبا ہے کہ وہ انسان کی ہدایت کا انتظام کرے، لہٰذا اللہ تعالیٰ جو تعلیمات پیغمبروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچاتا ہے وہ احکام اور تعلیمات انسانوں کے لیے گویا قانون کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی لیے ان کو 'شریعہ' (یا شریعت) کہتے ہیں جس کے لغوی معنی 'شارع' یا راستے کے ہیں جو منزل تک لے جانے والا ہو گویا شریعت وہ راستہ ہے جس پر چل کر اور جس کے مطابق زندگی گزار کر انسان کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

دینی اصطلاح میں شریعت سے مراد (وضعی قانون کے مقابلے میں) قرآن وسنت کے وہ منصوص احکام ہیں جن میں مسلمان کوئی تغیر وتبدل کرنے کے مجاز نہیں ہیں جبکہ اجتہادی احکام جن کے نصوص سے اخذ واستنباط میں انسانی عقل کا دخل ہوتا ہے وہ قابل تغیر وتبدل ہوتے ہیں اور فقہ کا دائرہ کار سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ احتیاط سے کام نہ لیتے ہوئے، اسلامی شریعت کی اصطلاح ڈھیلے ڈھالے انداز میں اس وسیع مفہوم میں بھی استعمال کرتے ہیں جس میں قرآن وسنت کے احکام اور اجتہادی وفقہی احکام دونوں شامل ہوں۔

اسلامی فقہ میں قانون کی بجائے 'حکم شرعی' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کا ماخذ قرآن وسنت کے علاوہ اجماع وقیاس اور استحسان ومصالح مرسلہ وسد الذرائع.....

Marfat.com

وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ قانون کا لفظ اگرچہ عربی میں مستعمل ہے لیکن اسلامی لٹریچر میں یہ حکمِ شرعی کے معنوں میں عموماً استعمال نہیں ہوتا۔

اسلام میں حکم شرعی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ریاست کی طرف سے نافذ بھی ہو بلکہ مسلم معاشرے میں فقہ واصول فقہ کی ترویج وترقی کا زیادہ تر کام مجتہدین نے پرائیویٹ سیکٹر میں کیا ہے اور آج بھی مسلمان حکم شرعی کی دریافت اور اس پر عمل کے لیے دینی مدارس کے مفتی حضرات سے رجوع کرتے ہیں۔

مغربی تصور

مغرب تہذیب میں قانون ان احکام اور قواعد وضوابط کو کہتے ہیں جنہیں ریاست اپنی قوت حاکمہ کے ذریعے معاشرے میں نافذ کرتی ہے اور جن کی مخالفت کرنے والا مستحق سزا ہوتا ہے اس کے مقابلے میں اخلاقی اقدار اور تعلیمات وہ ہوتی ہیں جن کو ریاست قوت سے عوام میں نافذ نہ کرے اور جس کی خلاف ورزی قابلِ سزا نہ ہو۔

مغرب میں قانون وہ ہوتا ہے جسے عوام اپنی بہتری کے لیے پارلیمنٹ میں اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے وضع کرتے ہیں اور جنہیں ریاست معاشرے میں قوت سے نافذ کرتی ہے۔

شارع/مجتہدین/قانون ساز

اسلامی تصور

اسلام میں قانون دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس کے احکام اس کی کتاب (قرآن حکیم) میں مندرج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی اسی کا ایک حصہ سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ بھی وحی پر مبنی ہوتی ہے اور رسول اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں کام کرتا ہے جس پر

Marfat.com

وحی نازل ہوتی رہتی ہے اور اسے کسی غلطی پر قائم رہنے نہیں دیتی۔ اسی وجہ سے اسلام میں پیغمبر کو معصوم عن الخطاء سمجھا جاتا ہے اور شارع حقیقی اگرچہ اللہ تعالیٰ ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق نبی ﷺ کی ذات پر بھی کیا جاتا ہے۔

چونکہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول تھے اور اسلام قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے راہِ ہدایت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت میں صرف وہ احکام بطورِ قانون اتارے جن میں تغیر وتبدل کی ضرورت نہ تھی۔ جہاں تک ان تفصیلی احکام کا تعلق ہے جو زمان ومکان کے تغیر سے تبدیل ہو سکتے تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور حکمت بالغہ سے صرف پالیسی امور عطا کیے اور تفصیلات امت کے اہل علم یعنی مجتہدین پر چھوڑ دیں۔ مجتہدین سے مراد ہے وہ علماء اور فقہاء جو علوم قرآن وسنت اور عربی زبان کے ماہر ہوں، فقہ اور اصول فقہ میں مہارت رکھتے ہوں (اصول فقہ سے مراد ہے قرآن وسنت سے استنباط اور حکم شرعی کے انکشاف کے اصول وقواعد کو اور فقہ کا لفظ عام طور پر ان شرعی احکام کے مجموعے پر بولا جاتا ہے جو مجتہدین اجتہاد کے ذریعے نصوص سے مستنبط کرتے ہیں) اور حالات حاضرہ سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ مجتہدین کوئی خاص طبقہ نہیں ہوتے بلکہ دین کا ہر وہ عالم اور فقیہ مجتہد ہو سکتا ہے جس میں اجتہاد کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔

مسلمانوں میں اجتہاد کا ادارہ ماضی میں پرائیویٹ سیکٹر میں حکومتی اثرات سے ماوراء کام کرتا رہا ہے اور مسلمان عامۃ الناس علماء کرام کے تقویٰ اور علم پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کے اجتہادات کو تسلیم کرتے رہے ہیں اور اسی کے نتیجے میں بتدریج ائمہ اربعہ، ظاہریہ اور اہل تشیع کے مسالک صدیوں سے مسلم معاشرے میں چلے آ رہے ہیں۔

عصر حاضر میں مرب کی ذہنی غلامی کی وجہ سے اکثر مسلم ممالک میں مغربی طرز کی جمہوریت اور اس کے اداروں کو معمولی اور برائے نام اسلامی تبدیلیوں کے ساتھ اپنا لینے کے نتیجے میں اب اجتہاد کا کام وہاں بھی پارلیمنٹ کے پاس چلا گیا ہے۔ جس میں اکثر و

Marfat.com

بیشتر علماء کرام یا ایسے افراد کی نمائندگی نہیں ہوتی جو اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں کہ عام المسلمین ان کے علم وتقویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے اجتہاد کو قبول کریں۔ اس کا انتظام بعض مسلم ممالک میں یہ کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کو اسلامی اور اجتہادی امور میں مشورہ دینے کے لیے علماء وفقہاء کی ایک کونسل بنادی جاتی ہے (جیسے ہمارے ہاں اسلامی نظریاتی کونسل ہے) لیکن پارلیمنٹ عموماً اس طرح کی کونسلوں کی سفارشات قبول نہیں کرتی اور مغربی طرزِ سیاست کے غلبے کی وجہ سے عوامی نمائندگی کی اساس پر خود کو سب سے سپریم سمجھتی ہے اور عموماً جو فیصلے چاہے کرتی ہے جس میں بہت سے فیصلے غیر اسلامی بھی ہوتے ہیں یعنی علماء وفقہاء اور عوام کی اکثریت انہیں صحیح اجتہاد نہیں سمجھتی۔ اس طرح کی کشمکش تقریباً ہر مسلمان میں آج کل پائی جاتی ہے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں ہیومنزم اور سیکولرازم کی رو سے انسان خود مختار ہے اور کسی خدائی ہدایت کا محتاج نہیں ہے لہٰذا وہ اپنے لیے قانون خود وضع کرسکتا ہے۔ اس کا طریقہ مغرب کے سیاسی نظام میں یہ ہے کہ عوام اپنے نمائندے منتخب کر کے پارلیمنٹ میں بھجواتے ہیں اور پارلیمنٹ جو قانون چاہے بناتی ہے اور جس چیز کو چاہیے حلال یا حرام قرار دے سکتی ہے۔ چنانچہ وہاں پارلیمنٹ سپریم باڈی ہوتی ہے جس کے قانون سازی پر کوئی رکاوٹ یا پابندی نہیں ہوتی سوائے عوامی نمائندوں کی اپنی مرضی اور عوامی خواہشات کے؛ چنانچہ مغربی پارلیمان جوئے، شراب نوشی، زنا بالرضا اور ہم جنس شادیوں وغیرہ کو قانوناً جائز قرار دے چکے ہیں۔

Marfat.com

اصولِ فقہ/اصولِ قانون (Juries prudence)

اسلامی تصور

قرآن وسنت کی نصوص سے اُخذ واستنباط کے طریقے جیسے نصوص پر قیاس کرنا، مقاصد شریعت کو سامنے رکھنا، مصالح کا لحاظ رکھنا اور سد الذریعہ وغیرہ وہ طریقے اور اصول ہیں جن کو مجتہدین اجتہاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مغربی تصور

وہ اصول وقواعد جن کو مغربی ماہرین نئے قوانین وضع کرتے وقت اپنے پیشِ نظر رکھتے ہیں جیسے عوامی خواہشات ورجحانات اور مقامی عادات اور رسم ورواج وغیرہ۔

تقلید اور جمود

اسلامی تصور

اللہ اور رسول کے احکام کی تقلید اور ان پر بلاشرط اور بلاچوں وچرا عمل، خواہ ان کے احکام کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، دین میں مطلوب اور محمود ہے۔ فقہی لحاظ سے تقلید کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی فقیہ کے موقف کی پیروی کرے خواہ اس کے دلائل اسے معلوم نہ ہوں۔ ان معنوں میں تقلید ہر اس مسلمان کی مجبوری اور ضرورت ہے جو دین کا گہرا اور عالمانہ علم نہ رکھتا ہو لہٰذا نہ یہ بری بات ہے اور نہ قابل مذمت۔ البتہ جو شخص دین کا گہرا علم رکھتا ہو، نصوص سے مسائل کا استنباط کرسکتا ہو یا فقہا کے دلائل کا تجزیہ کر کے ان میں ترجیحات قائم کرسکتا ہو اور یہ فیصلہ کرسکتا ہو کہ ان میں سے کون سی رائے اوفق بالقرآن

Marfat.com

والسنہ ہے، اس کے لیے کسی فقیہ کی تقلید کرنا ضروری نہیں کیونکہ اسلام اجتہاد اور حرکت کا قائل ہے اور جمود کو پسند نہیں کرتا۔

جو لوگ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی بات کرتے ہیں وہ ایک غیر معقول بات کرتے ہیں۔ نہ یہ دروازہ کسی نے بند کیا نہ کسی کے کہنے سے بند ہو سکتا ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عہد ازدھار میں مسلمانوں میں علمی حرکت تیز تھی اور تحقیق اور جستجو کی روایت مضبوط تھی جب کہ عہدِ زوال میں یہ علمی حرکت سست پڑ گئی اور مسلمان تحقیق و جستجو میں پیچھے رہ گئے۔ اس کے ذمہ دار مسلمان ہیں نہ کہ اسلام۔ اسلامی احکام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تحقیق و جستجو میں آگے بڑھیں اور اجتہاد کرتے رہیں تا کہ اسلام ہر زمان و مکان میں ہمیشہ قابل عمل رہے۔

مغربی تصور

مغرب میں قرون مظلمہ (Dark Ages) میں علمی حرکت مفقود تھی اور قانون پر بھی جمود طاری تھا۔ عہدِ جدیدیت میں مغرب نے نہ صرف علمی صنعتی اور سائنسی لحاظ سے ترقی کی بلکہ قانونی لحاظ سے بھی وہ جمود سے نکل آیا ہے اور وہاں کا قانونی ڈھانچہ اپنے تہذیبی منہاج (پیراڈائم) میں ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ ہے۔

تقابل

مسلمانوں کو اجتہادی سپرٹ سے کام لیتے ہوئے اور اپنے ورلڈ ویو اور تہذیبی اور فکری منہاج (پیراڈائم) کے اندر رہتے ہوئے اپنے قانونی ڈھانچے کو ترقی دینی چاہیے انہیں اس میں مغرب کی تقلید کی ضرورت نہیں کیونکہ مغرب کا قانونی ڈھانچہ اس ورلڈ ویو اور تہذیبی منہاج پر مبنی ہے جو اپنے اصولوں میں اسلام سے مختلف بلکہ اس کے متضاد ہے۔

Marfat.com

دستور وآئین (Constitution)

اسلامی تصور

آئین سے مراد وہ بنیادی قانون ہے جو ریاست اور اس کے مختلف اداروں کی کارکردگی کو منضبط کرتا ہے اور یہ عہد جدید میں مغرب کی ہمہ نوع ترقی اور سیاسی وقانونی پیش رفت کا نتیجہ اور مظہر ہے اور اس کی روایت محض ۲۰۰ سالہ پرانی ہے جب ۱۸۱۲ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا پہلا جمہوری دستور بنایا گیا۔ تاہم اگر ہم آئین کی اس مخصوص شکل سے قطع نظر کرتے ہوئے اصولی طور پر دیکھیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام قیام ریاست کا بھی قائل ہے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو اس کا آئین بھی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے میثاق مدینہ کو مدینہ کی ریاست کا پہلا مدوّن اور تحریری دستور کہا ہے۔

آئین کا تحریری اور مدوّن ہونا آج بھی ناگزیر نہیں اور آج بھی برطانیہ کا کوئی مدوّن تحریری دستور نہیں ہے لیکن اس سے اہل برطانیہ کو ملکی معاملات چلانے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔ مسلم تاریخ میں ریاست کے آئینی اور قانونی پہلوؤں پر کام ہوتا رہا ہے اور قرآن وسنت کی اسلامی اور قانونی تعلیمات معاشرے اور ریاست کی ضروریات پوری کرتی رہی ہیں۔ آج بھی سعودی عرب میں اس طرح کا مدوّن آئینی اور قانونی ڈھانچہ موجود نہیں جس طرح کا پاکستان میں ہے اس کے باوجود وہاں ریاست بھی کام کر رہی ہے اور عدالتیں اور دوسرے ادارے بھی۔ بالاختصار یہ کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو اگر ریاست کا آئین قرار دیا جائے تو آج بھی ایک معاصر اسلامی ریاست کا نظام چلایا جاسکتا ہے گو ریاست کے انتظامی ڈھانچے اور مختلف اداروں کی ورکنگ کی تفصیلات پھر بھی طے کرنی پڑیں گی خواہ ان پر لفظ آئین کا اطلاق کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغرب میں ریاست پر سے پاپائیت اور نسلی اقتدار کے خاتمے، انقلاب فرانس اور جدیدیت کے ابھرنے کے نتیجے میں بتدریج نیشن اسٹیٹ کا تصور سامنے آیا اور اسے چلانے کے لیے ایک مدوّن اور تحریری آئین کا چلن عام ہوا۔ چنانچہ ۱۸۱۲ء میں امریکہ کا پہلا دستور منظور کیا گیا اور اس کی متابعت اور مغرب کی سرمایہ دارانہ اور سیکولر جمہوریت کے سکہ رائج الوقت بن جانے کے بعد آج کل کی جدید ریاست میں آئین کے بغیر ریاست چلانے کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔

اسلامی قانون یا حکم شرعی

اسلامی قانون کی اقسام کو کئی حوالوں سے زیر بحث لایا جاسکتا ہے جیسے حکم شرعی اور اس کی اقسام، شریعت و اجتہاد، حدود و تعزیرات اور موضوعات کے لحاظ سے۔

(iii) حکم شرعی اور اس کی اقسام

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اسلام میں قانون دراصل اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس لیے اصطلاحاً اسے ''حکم شرعی'' کہتے ہیں۔ قانون کا لفظ اگرچہ عربی زبان میں مستعمل ہے لیکن اسلامی لٹریچر میں یہ کبھی حکم شرعی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔

حکم شرعی کا اطلاق ان احکام پر بھی ہوتا ہے جو قرآن و سنت کی نصوص پر مشتمل ہیں اور ان احکام پر بھی جن کو فقہا اور مجتہدین نے نصوص سے مستنبط کیا ہو۔

کلاسیکل فقہ میں حکم شرعی کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں: ایک حکم تکلیفی اور دوسرے حکم وضعی

حکم تکلیفی

حکم تکلیفی سے مراد وہ تمام احکام ہیں جو مکلّف سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا

Marfat.com

مطالبہ کریں اور اس میں صرف وہ احکام ہی شامل نہیں جنہیں ہم آج کی زبان میں قانون کہتے ہیں یعنی معاملات سے متعلق وہ ضابطے جن کو ریاست اپنی قوت سے نافذ کرتی ہے بلکہ اس میں ہر طرح کے احکام شامل ہیں خواہ ان کا تعلق معاملات سے ہو یا عبادات سے اور خواہ ریاست انہیں اپنی قوت حاکمہ سے نافذ نہ کرے جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا بھی حکم شرعی میں شامل ہیں۔

حکم تکلیفی کو فقہاء عموماً پانچ اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

(i) فرض یا واجب

جسے شریعت کرنے کا حکم دے اور جس کا ترک معصیت ہو جیسے نماز ادا کرنا یا ناپ تول پورا رکھنا۔

(ii) مستحب

جس کا کرنا اچھا اور محمود ہو لیکن نہ کرنا گناہ اور قابل مواخذہ نہ ہو جیسے نفل نماز یا صدقہ و خیرات کرنا۔

(iii) حرام

جسے شریعت نے کرنے سے منع کیا ہو اور جس کا کرنا گناہ اور قابل مواخذہ ہو جیسے چوری کرنا۔

(iv) مکروہ

جس کا نہ کرنا محمود ہو لیکن کرنا گناہ اور قابل مواخذہ نہ ہو جیسے روزے میں بار بار کلی کرنا یا نہانا۔

(v) مباح

جسے شریعت نے نہ کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ اس کے ترک کا بلکہ وہ کیا جا سکتا ہو مثلاً سڑکیں بنانا، ڈاک کا نظام قائم کرنا وغیرہ۔

Marfat.com

حکم وضعی(Declaratory law)

حکم وضعی حکم تکلیفی نہیں ہوتا بلکہ یہ سبب، شرط یا مانع ہونے کی وجہ سے حکم تکلیفی کے وضع کا سبب بنتا ہے جیسے وضو نماز کے لیے شرط ہے اور چوری کرنا سبب ہے قطع ید کا۔

شریعت

وہ احکام جو وحی پر مبنی ہوں (یعنی قرآن وسنت پر) مسلمان اس میں کمی بیشی کے مجاز نہیں ہیں۔

اجتہاد/فقہ

وہ احکام جو مسلم مجتہدین اور فقہاء نے فروعات اور محدثات (جدید امور) میں قرآن وسنت سے استنباط کرتے ہوئے مدوون کیے ہیں۔

حدود

عمومی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے سارے احکام اس کی قائم کردہ حدود ہیں لیکن فقہی تناظر میں اس سے مراد قرآن وسنت کے وہ احکام ہیں جو شارع نے شریعت کے مقاصد خمسہ (یعنی حفاظت دین، جان، مال، نسل اور عقل) کے لیے نازل کیے ہیں۔ یہ ناقابلِ تغیر ہیں یعنی مسلمان ان کو تبدیل نہیں کر سکتے ان کی حکمت یہ ہے کہ شارع نے لوگوں پر مہربانی کرتے ہوئے ان بنیادی امور کو لوگوں کی عقلوں پر نہیں چھوڑا جن کے بغیر معاشرہ صالح بنیادوں پر قائم نہیں رہ سکتا اور اپنی طرف سے منصوص اور منضبط احکام خود دے دیئے ہیں تاکہ انسانی معاشرہ مضبوط بنیادوں پر قائم رہ سکے۔ فنی لحاظ سے حدود کی تعداد پر فقہاء میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن حدود اللہ میں عام طور پر مندرجہ ذیل شعبوں کے احکام شامل سمجھے جاتے ہیں:

☆.....حفظ دین کے لیے ارتداد کی سزا موت۔

Marfat.com

☆.....حفظ جان کے لیے قصاص ودیت یعنی سزائے موت ومالی بدلہ۔

☆.....حفظ مال کے لیے چوری کی سزا قطع ید اور ڈکیتی کی سزا ملک بدری یا قتل ید و رجل یا سزائے موت ہے۔

☆.....حفظ نسل کے لیے زنا کی سزا غیر شادی شدہ کے لیے 100 کوڑے اور شادی شدہ کے لیے سزائے موت بذریعہ رجم

☆.....حفظ عقل کے لیے 80 کوڑے شراب نوشی کی سزا

تعزیر

حدود کے علاوہ باقی سارے جرائم کی سزا تعزیر کہلاتی ہے اور اس کا تعین حاکم یعنی حکمران اور قاضی کرتے ہیں۔

تعزیر معمولی تعذیب لے کر سزائے موت تک وسیع ہوسکتی ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ یہ حدود سے کم ہونی چاہیے۔

آج کل مغربی تہذیب کی پیروی میں مسلم ممالک میں بھی یہ کام منتخب پارلیمان کرتے ہیں۔

(ii) موضوعات کے لحاظ سے تقسیم

موضوعات کے لحاظ سے اسلامی احکام کو کئی شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسے:

(i) عائلی قانون

نکاح، طلاق، وراثت اور بچوں کی پرورش کے متعلق مسائل۔

(ii) فوجداری قانون

حدود اور قصاص ودیت اور انسانی جسم کے خلاف جرائم۔

Marfat.com

(iii) قانونِ مدنی ر دیوانی

جس میں جائیداد، زمین اور خرید وفروخت کے مسائل شامل ہیں۔

(iv) مالی قوانین:

کرنسی کے مسائل، ٹیکیسیشن تجارت، صنعت وحرفت وغیرہ۔

(v) سِیرَ

بین الاقوامی قانون جیسے اقوام کے درمیان تجارت، جنگ وصلح، معاہدوں سے متعلق احکام۔

(vi) پروسیجرل لاء

حصول انصاف کا طریق کار جیسے گواہی اور تزکیہ الشہود وغیرہ کے احکام۔

مغربی تصور

مغرب میں قانون کی تقسیم عموماً موضوعات کے لحاظ سے کی جاتی ہے جیسے سول لاء (دیوانی امور) کریمنل لاء (فوجداری امور)، دستوری قانون (آئین سے متعلق) فیملی لاء (عائلی امور) مالیاتی قوانین (تجارت اور مالیات سے متعلق)، انٹرنیشنل لاء (ممالک کے درمیان) پروسیجرل لاء (عدالتی پروسیجرز وغیرہ)۔ ہر قسم کے قوانین وہاں عوام کے منتخب نمائندے پارلیمنٹ میں بناتے ہیں جن کا منبع عوام کی ضرورت وخواہش اور عوام کا تعامل اور رسم ورواج ہوتے ہیں۔

Marfat.com

عقوبات (Punshment)

جرم وسزا کا فلسفہ

اسلامی تصور

اسلام میں اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی معصیت سے بچنے کا بنیادی داعیہ اللہ کی خوشنودی کا حصول اور اس کی ناراضی سے بچنا ہے۔ جو چیز مسلمان کو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے روکتی ہے وہ اُس کا یہ تصور ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، جو کچھ بھی کر رہا ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے، اسے سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اسے اللہ کے احکام کی خوش دلی سے اطاعت کرنا ہے تا کہ وہ اس سے راضی ہو جائے اور آخرت میں اپنی خوشنودی اور نعمتوں سے نوازے۔

اسلام انفرادی زندگی میں معصیت کے مقابلے میں اجتماعی زندگی اور معاشرے کے خلاف جرائم کو زیادہ برا سمجھتا ہے اور اس کے خلاف زیادہ سخت سزا دیتا ہے کیونکہ انفرادی زندگی میں معصیت کا نقصان صرف فرد کو ہوتا ہے جبکہ معاشرے کے خلاف جرم سے بہت سے افراد متاثر ہوتے ہیں اور اجتماعی زندگی کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی اگر شراب پیتا ہے تو بلاشبہ یہ بھی گناہ ہے لیکن اگر کوئی آدمی شراب بنانے کی فیکٹری لگا کر ہزاروں لوگوں کو شراب کی لت لگاتا ہے تو اسلام اس دوسری صورت میں اس کو زیادہ سخت سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام میں سزا سے مقصود صرف فرد کو اس کے جرم کی سزا دینا نہیں ہے بلکہ اسے دوسروں کے لیے عبرت بنانا بھی ہوتا ہے تا کہ دوسرے اس سے سبق سیکھیں اور اس جرم کا اعادہ نہ کریں۔

Marfat.com

اسلام سزا میں تناسب کا قائل ہے یعنی وہ ہلکے جرم پر ہلکی سزا دیتا ہے اور جن جرائم سے معاشرے کو زیادہ نقصان پہنچے انہیں سنگین قرار دے کر زیادہ سخت سزائیں تجویز کرتا ہے۔ مثلاً زنا چونکہ بہت سے مفاسد کا سبب ہے لہٰذا وہ اس کے مرتکب کو ۱۰۰ کوڑوں کی سزا تجویز کرتا ہے لیکن اس جرم کا مرتکب شخص اگر شادی شدہ ہو، اور اسے اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا جائز اور حلال ذریعہ میسر ہو تو اسلام اسے زیادہ کریہہ اور شنیع قرار دیتا اور اس کے لیے رجم کی سزا تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مجرم اس کار بد کے لیے قوت استعمال کرے اور اسلحے کے زور پر خواتین کی عصمت دری (Rape) کرے تو اسلام اسے حرابہ یعنی معاشرے کے خلاف جنگ قرار دیتے ہوئے اس کی سزا موت یا قطع یدورجلِ یا ملک بدری تجویز کرتا ہے۔

اسلام لوگوں کو سزا دینے میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتا جتنی اس بات میں رکھتا ہے کہ افراد کی تعمیر شخصیت اور کردار سازی اسلامی اصولوں کے مطابق ہو اور معاشرے میں ایسا تعمیری اور خیر و پاکیزگی پر مبنی ماحول پیدا کیا جائے کہ فرد کا دھیان معصیت اور قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کی طرف جائے ہی نہیں۔ چنانچہ مسلم ریاست کی ذمہ داری بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو سزا دینے کے مقابلے میں لوگوں کی تعمیر سیرت اور معاشرے کو خیر پر قائم رکھنے کی طرف زیادہ توجہ دے اور اسے اپنی اولین ترجیح بنائے۔

مغربی تصور

مغرب میں قانون کا منبع انسان اور اس کی عقل ہے اور قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں سزا کا تعین بھی پارلیمنٹ میں افراد کے نمائندے ہی کرتے ہیں۔

ہیومنزم اور لبرلزم کی رُو سے مغربی تہذیب میں فرد کو اجتماعیت یعنی معاشرے اور ریاست کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہے لہٰذا وہاں کوشش کی جاتی ہے کہ فرد کو سزا کم سے کم ملے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مغربی ممالک نے سزائے موت کو ختم کر دیا ہے

Marfat.com

خواہ جرم کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو۔

تقابل

اسلام جرم کو معصیتِ حکم الٰہی قرار دے کر اسے اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر روکنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ مغرب میں ایسی کوئی بنیاد موجود ہی نہیں۔ چنانچہ اسلام فرد کے مقابلے میں اجتماعیت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی صورت میں فرد کو سخت سزا دیتا ہے تاکہ معاشرہ اس کے شر سے محفوظ رہے جبکہ مغرب اجتماعیت کے مقابلے میں فرد کو الاؤنس دیتا ہے۔ اور سخت سزاؤں کا قائل نہیں خواہ جرائم کی کثرت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے مقابلے میں اسلام مجرم کو کڑی سزا دیتا ہے تاکہ دوسرے اس سے عبرت پکڑیں اور جرائم کم ہوں۔

سزا کی اقسام (Types of Punshment)

اسلام میں سزا کی اقسام تین ہیں:

☆.....جسمانی سزا

☆.....مالی سزا

☆.....قید کی سزا

جسمانی سزا

اسلام جسمانی سزا کی طرف زیادہ رجحان رکھتا ہے تاکہ جسمانی سزا کی تکلیف مجرم کو جرم کے ارادے سے باز رکھے اور اس کو آخرت کی سزا یاد دلا کر اس کی روح کو پاکیزگی کی طرف مائل کرے۔ چنانچہ اسلام میں قذف، شراب نوشی اور زانی غیر محصن کی سزا کوڑے مارنا ہے جبکہ چوری کی سزا قطع ید اور ڈاکہ و حرابہ کی سزا قطع ید و رِجل یا موت اور زانی محصن کی سزا رجم کرنا ہے اور جان کے خلاف جرائم کی سزا قصاص پر ہے یعنی جان کے بدلے میں

Marfat.com

جان اور ناک وکان کے بدلے میں ناک اور کان۔ اسی طرح قتل خطا کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا بھی سزا کا حصہ ہوتا ہے۔

مالی سزا

ایسے جرائم میں جو بہت شدید نہ ہوں اور جہاں فریق مخالف کو مالی ضرر پہنچا ہو وہاں شریعت مالی سزا پر اکتفا کرتی ہے چنانچہ روزہ اور قسم توڑنے اور مناسک حج کی بعض خلاف ورزیوں میں غلام آزاد کرنے مساکین کو کھانا کھلانے اور قربانی کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں۔ قتل خطاء میں دیت کی ادائیگی اور زخموں کا تاوان بھی مالی سزا ہی کا ایک حصہ ہیں۔

قید کی سزا

اسلامی روایت میں خصوصاً نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک اور عہد صحابہ میں لمبی قید کا کوئی واقعہ نہیں ملتا سوائے مقدمے سے پہلے یا اس کے دوران تحقیق وتفتیش کے لیے حوالات میں قید کے۔ اس کے بعد بھی مسلم مجتہدین اور فقہاء کے ہاں لمبی قید کا ذکر نہیں ملتا۔ بعض مسلم حکمرانوں کے اپنے مخالفین کو لمبی قید میں رکھنے کے واقعات اگرچہ ملتے ہیں لیکن یہ ایک نوع کا تجاوز اور ظلم سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام میں طویل قید کی روایت نہ ہونے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ قیدی کے اہل خانہ اور افراد خاندان اس سے شدید متاثر ہوتے ہیں اور اس سے قیدی کو ذہنی تعذیب سے گزرنا پڑتا ہے جو جسمانی سزا سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ مجرموں کے ساتھ رہنے سے انسان کے اندر جرم پر اصرار اور ترغیب کا رویہ جنم لیتا ہے اور اس کی اصلاح کے امکانات کم ہو جاتے ہیں اور اگر قید تنہائی ہو تو یہ زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

مغربی تصور

مغربی ممالک میں جس سزا کا رجحان سب سے زیادہ ہے وہ سزائے قید ہے جسے قابل قبول بنانے اور اس کے مضر اثرات کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے لیے قیدیوں کو

Marfat.com

بنیادی سہولتیں دی جاتی ہیں جیسے اچھی غذا، علاج، رہائش، ٹی وی، ٹیلیفون، تعلیم .....وغیرہ کی اور لوگوں کو آسانی سے پیرول پر رہا کر دیا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔

مغربی تہذیب میں جسمانی سزا کو معیوب اور ہتک آمیز سمجھا جاتا ہے اور اس سے اعراض برتا جاتا ہے۔

سزائے موت (Capital Punishment)

اسلامی تصور

اسلام کا فلسفہ جرم وسزا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کو فرد کے مقابلے میں اجتماعی مفاد زیادہ عزیز ہے چنانچہ اسلام ایسے جرائم میں جہاں فرد معاشرے کو سخت نقصان پہنچائے، جیسے دوسروں کی جان لینا (قصاص) یا امن وامان کو خطرے میں ڈالنا (حرابہ) یا خواتین کی عزت پر ہاتھ ڈالنا اور نسل کے تحفظ میں خلل ڈالنا (زنا) یا معاشرے اور ریاست کی نظریاتی بنیادوں کو چیلنج کرنا (ارتداد) تو ایسے معاملات میں اسلام فرد کو سزائے موت دینے کا حکم دیتا ہے تاکہ دوسرے اس سے عبرت پکڑیں اور ایسی حرکتوں سے باز رہیں تاکہ لوگوں کا دین، جان مال اور عزت محفوظ رہے اور افراد معاشرہ امن وسکون اور راحت وآرام کی زندگی گزار سکیں۔

مغربی تصور

ہیومنزم کی رو سے چونکہ انسان کو مرکزی اور محوری حیثیت حاصل ہے اور لبرل ازم کی رو سے اس کے فکر وعمل پر پابندی لگانا بے جا ہے اور انسان آزاد اور خود مختار ہے، کسی خدا، رسول اور مذہب کا پابند نہیں ہے کہ ان کی طرف سے مقرر کی گئی سزاؤں کو مانے لہٰذا فرد معاشرے کو جتنا بھی نقصان پہنچائے اس کی زندگی ختم کرنے یعنی اسے سزائے موت دینے

Marfat.com

کی مغربی تہذیب حمایت نہیں کرتی چنانچہ امریکہ کی بعض ریاستوں اور یورپ کے کئی ملکوں میں سزائے موت ختم کر دی گئی ہے۔ اور جن ملکوں میں سزائے موت مروج ہے ان پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ وہ اس قانون پر عمل نہ کریں ملک اس قانون ہی کو بدل دیں۔

تقابل

دنیا میں اس وقت سب سے کم جرائم سعودی عرب میں ہوتے ہیں جہاں اسلام کی سخت سزاؤں پر عمل درآمد ہوتا ہے اور سب سے زیادہ جرائم امریکہ میں ہوتے ہیں جہاں فرد کو لامحدود آزادی اور خودمختاری حاصل ہے اور اسے سزا دینے سے اجتناب برتا جاتا ہے۔

سخت سزائیں (بشمول سزائے موت) قرآن وسنت میں مذکور ہیں۔ اور ان پر عمل کے مسلمان پابند ہیں اور ان میں وہ کوئی تغیر وتبدل نہیں کر سکتے لہٰذا کوئی مسلمان سزائے موت کے خاتمے سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ مغربی ممالک پاکستان جیسے مسلم ممالک پر سیاسی اور معاشی دباؤ ڈال کر اپنا تہذیبی نقطہ نظر ان پر ٹھونس رہے ہیں اور انہیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ موت کی سزا پر عمل درآمد نہ کریں تو یہ زیادتی ہے اور خود مغربی پلورلزم (Pluralism) اور سیکولرازم کے خلاف ہے جن کی رو سے کسی فرد، گروہ یا ملک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کو اپنے مخصوص طرز فکر وعمل کو اپنانے پر مجبور کرے بلکہ ہر ایک کو اپنے مذہب اور اپنے نظریہ حیات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔

گواہی (Evidence)

اسلامی تصور

اسلام گواہی کو ایک شرعی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ مالی اور دیگر امور میں جہاں فریقین کے درمیان اہم معاملات طے ہو رہے ہوں وہ ان کو لکھ لینے کا حکم دیتا ہے اور ان پر گواہ

Marfat.com

ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے۔اسی طرح کسی تنازعہ یا جرم کی صورت میں اگر کسی مسلمان کے پاس کوئی معلومات ہوں جو متعلقہ تنازعے یا مقدمے پر اثر انداز ہو سکتی ہوں تو اسلام حکم دیتا ہے کہ گواہی چھپائی نہ جائے بلکہ سچی گواہی دی جائے۔اسلام نہ صرف جھوٹی گواہی کی مذمت کرتا ہے بلکہ صرف ان لوگوں کی گواہی قبول کرنے کی تلقین کرتا ہے جو سچے اور راست باز ہوں اور ان کا کردار مشکوک نہ ہو لہٰذا مسلم عدالت کا فرض ہے کہ وہ ''تزکیۃ الشہود'' کرے یعنی چھان پھٹک کرے کہ گواہ عادل، راست باز اور قابل اعتماد ہوں کیونکہ اسلامی تصور عدل جھوٹے مشکوک، اور اخلاقی لحاظ سے کمزور افراد کی گواہی قبول نہیں کرتا۔

جن جرائم کی سزا زیادہ سخت ہے وہاں اسلام گواہی کے لیے بھی کڑی شرائط رکھتا ہے مثلاً زنا کی سزا سخت ہے تو وہاں چار راست باز مسلمانوں کی گواہی لازمی قرار دی گئی ہے جب کہ مالی معاملات میں دو گواہوں کی گواہی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔اسلام عورتوں کو تھانے کچہری کے معاملات میں گھسیٹنا نہیں چاہتا اور ان کو گھر داری میں پرسکون زندگی مہیا کرنا ہے لہٰذا جہاں مرد گواہ میسر نہ ہوں وہاں وہ ایک مرد کے متبادل کے طور پر دو عورتوں کی گواہی کا مطالبہ کرتا ہے تا کہ تھانے، کچہری میں جاتے وقت اکیلی خاتون گھبرائے نہیں اور اگر گھبراہٹ میں کچھ بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔اس معقول روش کو اسلام دشمن عناصر عورت کی آدھی گواہی قرار دے کر اسلامی تعلیمات کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے ہیں حالانکہ ایسے معاملات میں جہاں صرف عورتیں ہی گواہی کے لیے میسر ہوں جیسے مثلاً بچے کی ولادت (ڈیلیوری) کے وقت تو وہاں صرف عورتوں کی گواہی پر ہی فیصلے کیے جا سکتے ہیں یا جن مقدمات میں کوئی مرد گواہ میسر نہ ہو اور عورت عینی شاہد ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

مغربی تصور

مغربی ممالک میں گواہوں کے راست باز اور سچا ہونے کی اس طرح تحقیق و تفتیش

Marfat.com

نہیں کی جاتی جس طرح اسلام میں کی جاتی ہے بلکہ جو گواہ بھی میسر آئیں ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کر دیا جاتا ہے نیز عورت اور مرد کی گواہی میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی اور شدید جرائم میں بھی گواہی کا کوئی خاص یا کڑا معیار وہاں معمول ہے نہیں۔

اثبات جرم

اسلامی تصور

اسلامی تصور کی رو سے ہر شخص بے گناہ ہے جب تک اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے اور جرم کے اثبات کی صورت یہ ہے کہ یا تو مجرم خود اپنی غلطی تسلیم کرے یا سچے، راست باز اور قابل اعتماد گواہ اس جرم کے وقوع کی گواہی دیں۔ حدود، قصاص اور حرابہ میں جہاں اسلام سخت سزائیں تجویز کرتا ہے وہاں جرم کے اثبات کے لیے بھی کڑی شرطیں لگاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم تاریخ میں حدود کے عملی نفاذ کی بہت کم مثالیں سامنے آتی ہیں کیونکہ ان کو ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے الا یہ کہ مجرم اللہ کے خوف سے ڈر کر خود اپنے جرم کا اقرار کر لے۔ اسی طرح شکوک وشبہات کی موجودگی میں بھی حدود نافذ نہیں کی جا سکتیں۔ قرائن کی گواہیاں، طبی معائنہ اور ٹیسٹ وغیرہ اگرچہ بظاہر قابلِ اعتماد ثبوت ہیں لیکن حدود و قصاص کے معاملات میں شدید احتیاط کے پیش نظر فقہاء ان کو تائیدی گواہی قرار دیتے ہیں اور ان کی بنیاد پر حدود کی سزائیں نافذ نہیں کرتے۔

مغربی تصور

مغربی نظام قانون میں مرد اور عورت کی گواہی اور بنیادی اور تائیدی گواہی وغیرہ میں فرق نہیں کیا جاتا اور نہ بڑے جرائم میں زیادہ گواہوں پر اصرار کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حقوق (Rights)

اسلام میں حقوق وفرائض کا اپنا ایک مخصوص تصور ہے اور یہاں حقوق سے زیادہ فرائض اہم ہوتے ہیں یعنی حق لینے کے مقابلے میں حقوق دینے کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک فریق کا حق دوسرے کا فریضہ ہوتا ہے جیسے اللہ کا حق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں، گویا اللہ کا حق ہے کہ اس کا عبادت کی جائے اور بندے کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔

اسلام میں حقوق کی دو بڑی قسمیں ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔

حقوق اللہ

حقوق اللہ سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسان نے اللہ کو ادا کرنے ہیں جیسے اللہ کا حق ہے کہ اس کی عبادت اور اطاعت کی جائے۔ واضح رہے کہ فرد کے مقابلے میں ریاست اور معاشرے کے اجتماعی حقوق بھی حقوق اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔

حقوق العباد

حقوق العباد سے مراد کسی انسان کے وہ حقوق ہیں جو کسی دوسرے انسان پر واجب الادا ہوں مثلاً والدین کا حق ہے کہ اولاد ان کی عزت واحترام کرے۔ گویا اولاد کا فرض ہے کہ وہ والدین کی اطاعت کرے۔ اسی طرح بچوں کا حق ہے کہ والدین ان کی خوراک اور پرورش کا انتظام کریں۔

قرآن وسنت نے زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کے حقوق وفرائض کا تفصیل سے تعین کر دیا ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے ان احکام پر عمل کریں۔ اگرچہ بظاہر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں اہم ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ حقوق العباد زیادہ اہم ہیں۔ وہ

Marfat.com

خودتو اپنے حقوق معاف کرسکتا ہے لیکن بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوں گے جب تک وہ ادانہ کیے جائیں یا متعلقہ فرد انہیں معاف نہ کردے۔

مغربی تصور

مغربی تہذیب میں چونکہ سیکولرازم نے مذہب کو ایک انفرادی معاملہ قرار دے دیا ہے اور اجتماعی زندگی کو وحی سے آزاد کردیا ہے اور ہیومنزم اور وجودیت (exixtentialism) نے خدا کے وجود کو غیر ضروری قرار دے دیا ہے اور انسان کو اس کی جگہ دے دی ہے لہٰذا مغرب میں حقوق اللہ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ البتہ انسانوں کے حقوق انہوں نے اپنے وضعی قوانین میں مدوّن کر رکھے ہیں جن پر وہاں عمل ہوتا ہے کیونکہ وہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور تقویٰ کا کوئی تصور موجود نہیں لہٰذا حقوق کا انحصار وہاں باہمی مفاد اور عقلی تقاضوں اور قانون سازی پر ہوتا ہے۔

بنیادی انسانی حقوق (Fundamental Human Rights)

اسلامی تصور

اسلام میں انسانوں کے حقوق وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں یا غیر منصوص امور میں مجتہدین امت کا جن پر اجماع ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا خطبۂ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا بہترین مرقع پیش کرتا ہے۔

۱۹۵۱ء میں پاکستان میں ۳۱ علماء نے اسلامی حکومت کے بنیادی اصولوں کے بارے میں جو ۲۲ نکات پیش کیے تھے ان میں اکثر بنیادی حقوق کا ذکر موجود ہے جو بعد میں پاکستان کے آئین میں شامل کر لیے گئے۔ معاشرت کے باب میں اکثر انسانی حقوق کا ذکر گزر چکا ہے۔

Marfat.com

مغربی تصور

مغرب میں بنیادی انسانی حقوق وہ ہیں جو مغرب کے ورلڈ ویو پر مبنی ہیں اور اہل مغرب انہیں اپنی شریعت کے طور پر ساری دنیا میں رائج کر رہے ہیں۔ ان کا پہلا نمایاں اظہار امریکی دستور میں ہوتا ہے۔

تقابل

بعد میں اقوام متحدہ نے بنیادی حقوق کا ایک ڈیکلریشن پاس کر کے دنیا میں اس کے نفاذ کی نگرانی کے لیے ایک کمشن بنا دیا ہے۔ اقوام متحدہ چونکہ مغربی ممالک نے بنائی ہے اور انہی کا اس پر اور اس کے اداروں پر غلبہ ہے اور مسلمان ممالک کمزور اور مغرب کے دریوزہ گر ہیں اور انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں لہٰذا اقوام متحدہ میں مغربی طاقتوں نے بنیادی حقوق کا جو چارٹر پیش کیا اور منظور کرایا ہے وہ مغربی ورلڈ ویو پر مبنی ہے اور وحی اور مذہب کی رہنمائی اور ان کے کئی اصولوں کو ردّ کرتا ہے۔ مسلمان ممالک نے محض اپنی کمزوری کی وجہ سے اس کو قبول کر لیا ہے حالانکہ اس میں کئی خلاف اسلام شقیں شامل ہیں جیسے مثلاً اس میں کہا گیا ہے کہ ہر فرد کو اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرنے اور چھوڑنے کا حق حاصل ہے، مذہبی تفریق سے قطع نظر ہر فرد کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق حاصل ہے۔ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں..... وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

باب نہم

فلسفہ سے متعلق اصطلاحات وتصورات

Marfat.com

باب نہم ☆

فلسفہ (Philosophy)

تعارف اور شعبے

فلسفہ ایک شعوری کوشش ہے جس میں انسان، حقیقت اور کائنات سے متعلق بنیادی سوالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مضمون کا مقصد فلسفے کے تمام افکار و نظریات کو زیرِ بحث لانا نہیں اور نہ اس میں فلسفے کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے بلکہ اس میں کچھ نظریات اور اصطلاحات کا تقابلی جائزہ لینا مقصود ہے تا کہ اسلامی اور مغربی فلسفے میں نظریاتی فرق واضح ہو سکے۔

یہاں تین شعبوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا:

۱- مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

۲- علمیات (Epistemology)

۳- قدریات (Axiology)

مابعد الطبیعیات

مابعد الطبیعیات فلسفے کا بنیادی اور مرکزی شعبہ ہے اور یہی اصل میں فلسفے کی پہچان اور اس کی شان ہے۔ اس میں طبیعیات سے ماورا جو سوالات ہیں ان کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کا تعلق مادّی اور جسمانی اشیاء سے نہیں بلکہ غیر مادی اور غیر جسمانی اشیاء سے ہے جو کہ اس طبیعی دنیا سے غیر متعلق ہیں۔

☆ یہ باب اس کتاب کے لیے ہمارے شاگردِ عزیز محمد عثمان نے لکھا ہے جو درسِ نظامی کے ساتھ ایم اے فلسفہ بھی ہیں۔

Marfat.com

مابعدالطبیعیات کے بنیادی سوالات یہ ہیں کہ صداقت کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ وجود کیا ہے؟ اس کائنات کا منبع کیا ہے؟ انسان کی اصل کیا ہے؟ مابعدالطبیعیات کو دو مزید بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱- وجودیات (Ontology)

۲- تکوینیات (Cosmology)

وجودیات

وجودیات کا تعلق مابعدالطبیعیات سے ہے اور اس کا مقصد یہ جاننا ہے کہ وجود اصل میں ہے کیا؟ اور وجود کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ اس کائنات کی کوئی حقیقت ہے بھی یا نہیں؟ کیا اس دنیا میں جو چیزیں وجود رکھتی ہیں کیا وہ واقعی وجود رکھتی ہیں یا پھر فریبِ نظر ہے اور وجود کی خصوصیات کیا ہیں؟ کسی چیز کے وجود یا عدم کا مفہوم اور معیار کیا ہے؟ کیا خدا وجود رکھتا ہے؟ کیا شر یا شیطان وجود رکھتا ہے؟ کیا روح وجود رکھتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جائزہ مابعدالطبیعیات کی اس شاخ وجودیات میں لیا جاتا ہے۔

تکوینیات

مابعدالطبیعیات کی ایک شاخ تکوینیات ہے جس میں کائنات کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کی حقیقت، اس کی ابتدا اور انتہا تک پہنچنے کی تگ و دو کی جاتی ہے اور یہ بھی جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی مقصد ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے؟ نیز اس کائنات میں کارفرما فطری قوانین کی دریافت بھی اس میں شامل ہے۔ تکوینیات ک بنیادی سوالات یہ ہیں: اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کائنات کس عنصر یا عناصر سے معرضِ وجود میں آئی ہے؟ اس کائنات کے وجود میں آنے کا سبب کیا ہے؟ کیا اس کائنات کا کوئی نصب العین یا آدرش ہے؟ کیا یہ کائنات ارتقاء پذیر ہے؟ کیا اس میں کوئی ترتیب ہے یا یہ بے ہنگم بڑھتی چلی جا رہی ہے؟

Marfat.com

علمیات

فلسفہ کا ایک اہم ترین شعبہ علمیات ہے۔ فلسفے کے اس شعبہ کو علم العلم بھی کہا جاتا ہے۔ فلسفہ کی یہ شاخ بہت بنیادی ہے۔ مابعد الطبیعیات اور قدریات سے پہلے علمیات کی بحث ہے کائنات انسان یا حقیقت کے بارے میں جاننا تو بعد کی بات ہے ان سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اصل میں علم ہے کیا؟ کسی چیز کو جاننے کا مطلب کیا ہے؟ کیا ہم کسی چیز کو جان بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ کیا ہمیں کسی چیز کے علم کا علم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں اور ہم چیزوں کو کس حد تک جان سکتے ہیں اور ہم اس علم کا معیار کس چیز کو ٹھہرا سکتے ہیں۔

علمیات میں علم کی ماہیت اور نوعیت زیر بحث آتی ہے کہ علم سے مراد کیا ہے؟ اور علم کسی طرح ممکن ہے یا صداقت کیا ہے؟ یقین کیا ہے؟ اور پھر تصدیق کیا ہے؟ اور اسی طرح ذرائع علم پر بھی علمیات میں بحث کی جاتی ہے کہ کن کن ذرائع سے علم کا حصول ممکن ہے؟ کیا علم صرف حسیات سے حاصل ہوتا ہے یا پھر عقل سے بھی اس کا حصول ممکن ہے یا پھر عقل سے ماوراء بھی کوئی ذریعہ علم ہے؟ اسی طرح علم کی حدود بھی زیر بحث آتی ہیں کہ کن کن اشیاء کا علم ممکن ہے؟ اور کون سی اشیاء کون سے ذرائع علم کی حدود سے باہر ہیں؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کے جوابات علمیات میں تلاش کیے جاتے ہیں۔

قدریات

فلسفے کا ایک شعبہ قدریات ہے اس میں معاشرتی قدروں کے متعلق سوالات کا جواب دیا جاتا ہے مثلاً اقدار کی نوعیت اور اصلیت کیا ہے؟ اور یہ اقدار معروضی ہیں یا موضوعی اور یہ عارضی ہوتی ہیں یا ابدی۔ قدریات کے علم میں علم الاخلاق اور جمالیات دونوں آتی ہیں اور جمالیات میں آرٹ اور فنون لطیفہ شامل ہیں۔ اس کے بنیادی سوالات یہ ہیں: خیر کیا ہے؟ شر کیا ہے؟ نیکی اور بدی کا معیار کیا ہے؟ صحیح اور غلط کا تصور کیا ہے؟ حسن اور قبح میں فرق کیا ہے؟ خوبصورتی اور بدصورتی کیا ہے؟ موزوں کیا ہے اور غیر موزوں کیا ہے؟

Marfat.com

فلسفہ

مغربی تصور

جدید مغربی فکر و فلسفے کا آغاز روایتی مذہبی فکر کے خلاف بغاوت سے ہوتا ہے۔ مغرب میں نشأۃ ثانیہ اسی بغاوت کا اعلان ہے۔ مغربی فلسفہ اس چیز کا نام ہے کہ انسان اب کسی خارجی اور الوہی ہدایت کے بغیر خود سوچے گا اور اپنے نفع اور نقصان کو خود طے کرے گا کہ انسان اب سوچنے میں مکمل طور پر آزاد ہے، اس پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ عقل کا مالک ہے۔ مغربی فلسفہ اپنی طرز میں سائنسی ہے۔ وہ چیزوں کا جزوی انداز میں جائزہ لیتا ہے اور ان کی کلی حیثیت کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مغربی فلسفہ چیزوں کی باطنی حقیقت کے بجائے ان کے ظاہری پہلوؤں کو دیکھتا ہے۔ وہ چیزوں کے اندر اتر کر انہیں دیکھنے کی بجائے باہر سے کھڑے ہو کر ظاہر کا جائزہ لیتا ہے۔ مغربی فلسفہ اپنی علمیات میں عقل کا غلام ہے اور وہ اس کے سہارے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔ مغربی فلسفے کی آبیاری تشکیک نے کی ہے اس لیے یہ یقین کی دولت سے یکسر محروم ہے اور صرف ظن و تخمین ہی کی پرورش کرتا ہے اور امکان جیسی کمزور بنیاد پر تخیلات کے بڑے بڑے محل تعمیر کرتا ہے۔ جو گردشِ ایام کی ہلکی سے آندھی سے بھی زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ مغربی فلسفے میں مابعد الطبیعیات کو دیس نکالا دے دیا گیا ہے اور اگر کہیں مابعد الطبیعیات ہے بھی تو وہ بھی علمیات سے برآمد کی جاتی ہے اور جدید مغربی فکر میں ''خدا مرکزیت'' کی جگہ ''انسان مرکزیت'' نے لے لی ہے۔ اب ساری فلسفیانہ بحثوں کا مرکز انسان بن چکا ہے اور جدید مغربی فکر میں تمام فلسفیانہ مسائل کا حل زبان کی اصلاح میں تلاش کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ کا لفظ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس فلسفہ میں مذہب اور فلسفہ میں کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور یہی الوہی ہدایت اسلامی فلسفے کی خصوصیت ہے کہ اسلامی فلسفہ تفکر و تدبر کے جنگل میں آوارہ نہیں ہے بلکہ خارجی اور خدائی راہنمائی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تا کہ وہ کسی قسم کے انحراف سے محفوظ رہے۔ اسی رہنمائی کی وجہ سے اسلامی فلسفہ میں علمیات مابعد الطبیعیات سے جڑی ہوتی ہے۔ اسلامی فلسفہ میں تصورِ علم مابعد الطبیعیات کے تصور سے غیر مربوط نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے منسلک ہوتا ہے۔ اسلامی فلسفہ میں جب بھی تصور علم یا علمیات کی بحث ہوتی ہے۔ تو مابعد الطبیعیات ضرور زیر بحث آتی ہے اور جب بھی مابعد الطبیعیات کی بات ہوگی تو علمیات ضرور زیر بحث آئے گی اور علمیات اسی مابعد الطبیعیات ہی سے نکلے گی اور مابعد الطبیعات ہی علمیات کا سرچشمہ ہوگی۔

اسلامی فکر کی ابتداء میں فلسفہ و حکمت دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے رہے ہیں لیکن بعد میں فلسفے کی جگہ صرف حکمت کا لفظ استعمال ہونے لگا اور پھر یہی حکمتِ الٰہیہ اور حکمت متعالیہ کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے۔ حکمت اور فلسفے میں ایک بنیادی فرق ہے اور یہی بنیادی فرق اسلامی اور مغربی فلسفے میں بھی امتیاز پیدا کر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فلسفہ صرف ''ذہنی کاوش'' (Mental Activity) یا تگ و دو کا نام ہے جب کہ حکمت کے دو پہلو ہیں ایک نظریاتی (Theoretical) جس میں انسان مختلف چیزوں کے بارے میں نظریات قائم کرتا ہے اور ان کی علمی بنیادوں کا جائزہ لیتا ہے۔

دوسرے ''عملی'' (Practical) یعنی اپنے قائم کردہ نظریہ پر عمل کرنا اور نظریاتی علم کو عملی جامہ پہنانا۔ اسی وجہ سے اسلامی فلسفہ میں اپنے علم پر عمل کرنا بھی ضروری اور کوئی شخص اس وقت تک فلسفی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے علم پر عمل پیرا نہ ہو۔

Marfat.com

اسلامی فلسفیوں میں الکندی ایک مشہور اور ابتدائی فلسفی ہے اس نے فلسفہ کی تعریف یوں کی ہے کہ ''فلسفہ دراصل انسانی استعداد کے مطابق چیزوں کی حقیقت کا ایسا نظریاتی علم ہے جس کے مطابق عمل کیا جائے۔

تقابل

اسلامی اور مغربی فلسفے میں ایک بڑا فرق تو یہ ہے کہ مغربی فلسفہ صرف تخیلاتی تانے بانے بنتا ہے جب کہ عملی میدان میں صفر ہے اور اس کے مقابلے میں اسلامی فلسفے میں اصل فلسفی ہی وہ ہوتا ہے جو کہ علمی بنیاد کو عملی جامہ پہنائے اور اپنے علم کو وجود بخشے۔

مغربی فلسفے کی بنیاد تشکیک پر ہے اور اس کا مطمح نظر بھی تشکیک کے بیج بونا ہے مغربی فلسفہ میں یقین اور تیقن نامی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی جب کہ اس کے مقابلے میں اسلامی فلسفہ ہمیں یقین اور اطمینان جیسی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور انسان میں ذہنی الجھن پیدا کرنے کے بجائے اسے یقین کی نعمت سے ذہن سکون فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح مغربی فلسفے میں تصورات اور نظریات مسائل کا حل پیش نہیں کرتے بلکہ وہ مسائل کو اور زیادہ الجھا دیتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی ایک نکتہ پر ٹھہرتے ہیں بلکہ ان میں اتفاق کے بجائے اختلاف اور انحراف زیادہ ہوتا ہے۔ مغربی فکر میں اتصال نہیں بلکہ انفصال اہمیت رکھتا ہے جب کہ اسلامی فلسفہ اس کے مقابلے میں اختلاف کم کرتا ہے اور وہ اتفاق کو اہمیت دیتا ہے اور اسلامی فکر میں نظریات مسائل کو الجھانے کے بجائے سلجھانے کا باعث بنتے ہیں۔ اسلامی فکر میں انتشار کی بجائے اجتماع پر زور ہے اور کثرت کے بجائے وحدت کی ترغیب ہے۔

Marfat.com

فلسفہ کا دائرہ کار

مغربی تصور

مغربی فلسفہ کا دائرہ کار موجودہ انسان اور اس انسان سے جڑی یہ موجودہ کائنات ہے۔ مغربی فلسفے میں انسان کو خدا کی حیثیت دے دی گئی ہے اور مغرب میں اس نئے خدا کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہی اس کائنات کی تشریح و توضیح پیش کی جا رہی ہے۔ مغربی فلسفے میں صرف یہ دنیاوی زندگی ہی حقیقت ہے اس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی کے چونکہ وہ قائل نہیں اس لیے وہ ازلی اور ابدی زندگی اس کے فلسفہ کا موضوع بھی نہیں بلکہ ان کا فلسفہ و فکر کا اصل مرکز صرف یہ مادّی کائنات ہی ہے۔ گویا ان کا فلسفہ صرف اس مادی کائنات کے اردگرد ہی گھومتا ہے اور مادّی حقیقتوں کی دریافت ہی ان کے نزدیک حتمی حقیقت ہے۔ اسی طرح مغربی فلسفہ کے دائرۂ کار میں صرف وہ چیز آتی ہے جو کہ عقل کے دائرۂ کار میں ہو۔ اور جو چیز عقل کے دائرہ اختیار سے باہر ہے وہ مغربی فلسفے کے دائرہ کار سے بھی باہر ہے۔ مغربی فلسفے کی رسائی صرف وہیں تک ہے جہاں تک عقل کی رسائی ممکن ہے۔ اسی طرح یقین اور قیمت بھی مغربی فلسفہ کی دسترس میں نہیں بلکہ وہ اس کے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے اس کا دائرہ صرف اور صرف تشکیک کے گرد گھومتا ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفے کا دائرہ کار مغربی فلسفے سے بہت وسیع ہے۔ اسلامی فلسفے میں نہ صرف علم بلکہ عمل بھی زیر بحث آتا ہے۔ فلسفہ صرف نظریاتی ڈھانچے تعمیر کرنے کا نام نہیں بلکہ عملی میدان میں اتر کر اسے حقیقی شکل دینے کا نام ہے۔ اسلامی فلسفے میں چونکہ یہ موجودہ زندگی عارضی ہے اور اصل اور حقیقی زندگی کا آغاز اس کے بعد ہوگا جو کہ ازلی اور ابدی زندگی ہے۔

Marfat.com

اسی وجہ سے نہ صرف یہ دنیا بلکہ اس کے بعد قائم ہونے والی ازلی اور ابدی دنیا بھی اس فلسفے کا موضوع ہے اور اس حقیقی زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اسلامی فلسفہ میں اس عارضی زندگی اور دنیا کی تشریح وتوضیح پیش کی جاتی ہے۔ مغربی فلسفہ صرف موت تک کی زندگی تک محدود ہے جب کہ اسلامی فلسفہ اس کے بعد شروع ہونے والی حقیقی زندگی تک پھیلا ہوا ہے اور اسلامی فلسفہ کو چونکہ خارجی ہدایت حاصل ہے اس لیے وہ عقل کا محتاج نہیں بلکہ وہ اس سے ماوراء ہے اور وہ حقیقتیں جو کہ عقل کی گرفت میں نہیں آتیں وہ بھی اسلامی فلسفہ کے دائرہ کار میں آتی ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اسلامی فلسفہ کے دائرہ کار کو مغربی فلسفہ سے مختلف کرتی ہیں۔

طرزِ فکر

مغربی فکر کا انداز اسلامی طرزِ فکر سے مختلف ہے اور مغربی فلسفے کا مزاج بھی اسلامی فلسفے کے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔ اسلامی فلسفہ اپنے فکری منہج میں مغربی فکر سے بہت بلند اور یکسر مختلف ہے۔ اسلامی اور مغربی فلسفے کے انداز اور منہج کا فرق درج ذیل نکات سے واضح ہوتا ہے:

مغربی فلسفہ انفرادیت پسند (Individualistic) ہے

جدید مغربی فلسفہ اپنے مزاج میں ''انفرادیت'' کا قائل ہے اور اس انفرادیت کو وہ اپنی خصوصیت قرار دیتا ہے جس میں ہر مفکر آزادانہ سوچتا ہے، وہ بغیر کسی معاشرتی، معاشی، مذہبی اور اجتماعی دباؤ کے اپنی رائے قائم کرتا اور اپنا نظریہ پیش کرتا ہے اور پھر ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہو کر وہ خود ذاتی طور پر تجربہ کرتا ہے اور انفرادی طور پر ہی اپنے مفروضات کا جائزہ لیتا ہے اور کسی بھی دلیل کے منطقی یا غیر منطقی ہونے فیصلہ بھی خود اپنی سوچ اور عقل کے مطابق

Marfat.com

کرتا ہے۔

مغربی فلسفی سچ کو کسی معتبر ذرائع کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی رائے کے مطابق پرکھتا اور قبول کرتا ہے اور اس کا ہر فیصلہ اپنی ذاتی اور اندرونی کیفیت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں ہر شخص سوچنے اور سمجھنے میں مادر پدر آزاد ہے۔ ہر شخص کے لیے وہی معتبر ہے جو کہ اس کے اپنے پیمانوں پر پورا اترتا ہے۔

اسلامی فلسفہ ادارتی (Institutional) ہے

اسلامی فلسفہ اپنی اصل اور مزاج میں ادارتی ہے۔ اس میں انفرادیت کے بجائے اجتماعیت کو اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی فلسفہ میں فرد سے زیادہ معاشرہ قابلِ توجہ ہے۔ اسلامی فلسفہ مغربی فلسفہ کی طرح آزاد نہیں ہے بلکہ وہ دین اسلام کے ادارے کے ماتحت ہے۔ اسلامی فلسفہ پر اسلام کی حکومت ہے، وہ اسلام کی حدود و قیود کا پابند ہے اور دینی دائرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی مسلم فلسفی اپنی رائے دیتا ہے اور فلسفیانہ نظریات قائم کرتا ہے۔ اسلامی فلسفے میں فرد اور موضوع پر اکتفاء نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کی ہر بات کو حتمی سمجھا جاتا ہے بلکہ اصل ترازو اور حَکم اسلام اور اس کے اصول وقوانین ہیں۔ جو بھی فلسفہ اس معیار پر پورا اترتا ہے اس کو قبول کیا جاتا ہے اور جو فلسفہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا اس کو ردّ کر دیا جاتا ہے۔

مغربی فلسفہ سائنسی (Scientific) ہے

جدید مغربی فلسفہ اپنی ساخت میں بھی سائنسی ہے اور اپنے طرزِ فکر میں بھی۔ جدید مغربی فلسفے پر سائنس کا بہت گہرا اثر ہے۔ مغربی فلسفی چیزوں کو سائنسی اقدار میں پرکھتے ہیں اور حقائق کی صداقت کا جائزہ جدید سائنسی منہج پر لیتے ہیں۔ اس سائنسی منہج کی وجہ سے مغربی فلسفے میں حقیقت مادّہ میں محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اس سائنسی طرز کی وجہ سے مغربی فلسفہ خشک اور روکھے پن کا شکار رہے۔ اس میں دینی اقدار کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جمالیات اپنی

Marfat.com

اہمیت کھو چکی ہے اور ساری اہمیت مادّے کو حاصل ہو چکی ہے۔

اسلامی فلسفہ کلّی (Holistic) ہے

اسلامی فلسفہ حرف سائنس تک محدود نہیں ہے بلکہ کلّی حیثیت کا حامل ہے وہ تمام شعبہ ہائے زندگی کو زیر بحث لاتا ہے اور سوچ کے ہر زاویۂ نگاہ کو قبول کرتا ہے۔ وہ مغربی فلسفے کی طرح اندازِ فکر تک محدود نہیں ہے اور نہ ہی صرف مادّے کے گرد گھومتا ہے بلکہ اسلامی فلسفہ میں اقدار کو یکساں اہمیت حاصل ہے اور جمالیات کا اپنا ایک مقام ہے۔ اشیاء کے ساتھ ان کے حسن اور قبح کو بھی مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ آرٹ، لٹریچر اور خوبصورتی کو سراہا جاتا ہے اس وجہ سے اسلامی فلسفہ خشک اور بے معنی نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی جمالیاتی حس کو بھی تسکین پہنچاتا ہے۔

مغربی فلسفہ منطقی (Logical) ہے

مغربی فلسفہ سائنسی ہونے کے ساتھ ساتھ منطقی طرزِ فکر کا بھی حامل ہے۔ وہ تمام چیزوں کو ان کی اصل روح سے ہٹ کر صرف منطقی انداز میں دیکھتا ہے۔ منطقی طرز دراصل انسان کا بتایا ہوا ایک منہج ہے۔ جس میں قضایا کو ترتیب دیا جاتا ہے اور پھر اس سے نتائج اُخذ کیے جاتے ہیں لیکن خود اس منہج کو آج تک اہل منطق منطقی بنیادوں پر ثابت نہیں کر سکے۔ اس میں بے شمار نقائص ہیں اور یہ منطق انسان سے احساسات کو ختم کر دیتی ہے اور اس کو چلتا پھرتا روبوٹ بنا دیتی ہے۔ منطق انسان کو حساب و کتاب کا پابند کر دیتی ہے اور پھر انسان ہر چیز کو ہی ریاضیاتی انداز میں پرکھنے لگتا ہے۔

اسلامی فلسفہ تخیلاتی (Imaginative) ہے

اسلامی فکر و فلسفہ میں تخیلانہ پرواز بہت بلند ہے جبکہ منطق نے اہل مغرب کے پَر کاٹ دیے ہیں ان کے فلسفے میں تخیل کا بہت فقدان ہے۔ اسلامی فلسفہ میں یہ تخیل ہی کی

Marfat.com

بلندی تھی جس کے نتیجے میں اسلامی ادبی لٹریچر وجود میں آیا اور اِسی وجہ سے فنونِ لطیفہ اور آرٹ کو اسلامی فلسفے میں ایک خاص اہمیت ہر دور میں حاصل رہی ہے۔ مختلف اسلامی فلسفیوں نے آرٹ، لٹریچر، ادب اور شاعری میں اپنا نام پیدا کیا۔ اسلامی فلسفہ چونکہ منطق کا پابند نہیں ہے اس لیے اس کی اڑان بغیر کسی رکاوٹ کے بلندیوں کو چھونے لگتی ہے اسلامی فلسفے میں تخیل تمام انسانی بندشوں کو توڑ کر اس سے اوپر اُٹھ کر بڑے تصور کو وجود بخشتا ہے اور اسی سے فلسفہ کی حقیقی روح بحال ہوتی ہے۔

مغربی انتشاری (Conflictic) ہے

جدید مغربی فلسفے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ چیزوں کو الگ الگ کر کے رکھتا ہے اور ان کو جس حد تک ممکن ہو تقسیم کرتا ہے اور اسی تحلیل کو دانش قرار دیتا ہے کہ جزئیات کو ان کی آخری حد تک الگ کرنا ہی حکمت ہے اسی فلسفیانہ مزاج نے مغربی فلسفے میں انتشار کو جنم دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ مسائل کو صرف بڑھا اور الجھا سکتا ہے انہیں گھٹا یا سلجھا نہیں سکتا۔

مغربی فکر میں اسی تحلیل کی وجہ سے انضمام کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اسی وجہ سے وحدت مغربی فلسفے سے کوسوں دور ہے۔

اسلامی فلسفہ اتحاد (Hormony) کا حامل ہے

اسلامی فلسفے کی مغرب کے مقابلے میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ انتشار کے بجائے اتحاد کی طرف لے کر جاتا ہے۔ یہ چیزوں کو توڑنے کی بجائے جوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی فلسفے میں دانش یہ نہیں کہ چیزوں کو آخری حد تک منقسم کیا جائے بلکہ حکمت یہ ہے کہ کس طرح کثرت کو وحدت کی لڑی میں پرویا جائے۔ مغربی فلسفے میں اختلاف اور تقسیم پر زور ہے جب کہ اسلامی فلسفہ میں اتفاق اور اتحاد کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے اسلامی فلسفہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ الجھے ہوئے مسائل کو اچھے اور بہتر طریقے سے حل کر سکے۔ مغرب میں اس انتشارِ ذہنی کی وجہ سے سکون غارت ہے اور اسلامی

Marfat.com

فلسفہ میں انسان اس سے محفوظ رہتا ہے اور وحدت انسانی شعور کی تسکین کا باعث بنتی ہے۔

ورلڈ ویو (World View)

انسانی تہذیبیں ورلڈ ویو ہی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں اور یہی ورلڈ ویو تہذیبوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے۔ ورلڈ ویو میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان، حقیقت اور کائنات کا آپس میں تعلق کیا ہے اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ ورلڈ ویو ان سوالوں کا ایسا جواب دیتا ہے جس سے ان تمام سوالوں کے جوابات مل جائیں۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر ''حقیقت کیا ہے؟'' کا ایسا تسلی بخش جواب فراہم کرتی ہے جس سے انسان کیا ہے اور کائنات کیا ہے؟ جیسے بنیادی سوالات خود بخود حل ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حقیقت اللہ کی ذات باری ہے۔ وہی حتمی، ازلی اور ابدی صداقت ہے اور وہی ذات ہر چیز کا منبع و مرکز ہے۔ وہ خالق ہے اور یہ کائنات اسی کی تخلیق ہے اور اسی کی خدائی کارفرما ہے۔ انسانی عبد ہے اور وہ ذات معبود حقیقی ہے۔ انسان اس کا ادنیٰ غلام ہے اور وہ اس انسان کا آقا ہے۔ وہ اصل ہے اور انسان اس کی پرچھائیں ہے۔ وہ منزل ہے اور انسان اس منزل کا مسافر ہے۔ انسان، کائنات اور حقیقت کا باہمی تعلق خالق اور مخلوق اور عبد اور معبود کا ہے اور یہی اسلامی ورلڈ ویو ہے۔

مغربی تصور

مغربی ورلڈ ویو میں 'حقیقت' کیا ہے؟ اس سوال کی اہمیت نہیں ہے بلکہ انہوں نے 'حقیقت کیا ہے؟ کی بجائے دوسرے سوالوں کو اہمیت دی ہے۔ ان میں سے کچھ نے 'کائنات کیا ہے' کے سوال کو اہمیت دی اور انسان کو اس کے حساب سے بیان کیا اور یہ کہا کہ

Marfat.com

جب تک 'زمین مرکزیت' والا نقطہ نظر کائنات کے بارے میں رائج تھا، اس وقت تک تو ''حقیقت کیا ہے؟'' والا سوال اہم تھا لیکن کوپرنیکس انقلاب کے بعد اور 'سورج مرکزیت' والے کائناتی تصور کے بعد ''حقیقت کیا ہے؟'' والا سوال اپنی اہمیت خود ہی کھو چکا ہے۔ اب حقیقت صرف یہ کائنات ہی ہے اور انسان اس کا ایک پرزہ ہے۔ یہ بھی کائنات کی طرح ایک میکنزم کے مطابق چل رہا ہے اور اپنی مدت پوری کر کے ختم ہو جاتا ہے۔ خدا، روح اور الہام کے تصور اب بے معنی ہو چکے ہیں۔

اور کچھ جدت پسندوں نے 'انسان کیا ہے'؟ کا ایسا جواب دینے کی کوشش کی جس سے دوسرے سوال بھی حل ہو جائیں اس کی ابتداء ہسرل نے کی تھی اور آخری الہام وجودیت کی صورت میں ہوا اور انہوں نے اس کا ایسا تصور دینے کی کوشش کی جو ورلڈ ویو کی حیثیت اختیار کر لے اور پھر اس سے حقیقت اور کائنات خود بخود متعارف ہو جائیں۔ گویا مغربی ورلڈ ویو نے انسان کو 'حقیقت' سے کاٹ دیا اور اسے کائنات سے جوڑ دیا جبکہ اسلامی ورلڈ ویو انسان کو دونوں سے جوڑتا ہے اور اسے ایک بلند نصب العین فراہم کرتا ہے۔

یہی بنیادی فرق ہے جس کی وجہ سے روایتی اور جدید اسلامی اور مغربی فلسفے کی راہیں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔ جدید مغربی فلسفے نے حقیقت کیا ہے؟ کے بنیادی فلسفیانہ سوال ہی کو فلسفہ سے باہر نکال دیا ہے جس سے ان کا پورا منہج ہی بدل جاتا ہے۔ ان کی وجودیات اور تکوینیات کا مفہوم بدل جاتا ہے اور اس کا اثر ان کی علمیات پر بھی پڑتا ہے اور پھر آخر میں اقدار بھی اس سے محفوظ نہیں رہ پاتیں۔

وجودیات

جب حقیقت کا سوال غیر اہم ہوا اور مابعد الطبیعیات کی بحث لغو قرار پائی تو پھر وجود کا

Marfat.com

مفہوم بھی دبل گیا اور اس کی فطرت اور مقصدیت بھی الگ ہوگئی۔ اب وجود سے مراد صرف وہ وجود ہے جو کہ ماوراء نہ ہو۔ مغربی وجودیات میں کوئی مابعد الطبیعیاتی تصور اہمیت نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے اسلامی اور مغربی فلسفے میں مختلف اصطلاحات کا مفہوم بھی بدل گیا ہے جن کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

وجودیت (Existence)

مغربی تصور

مغربی فکر و فلسفہ سے مابعد الطبیعیات کے اخراج کے بعد مغربی فلسفہ بہت زیادہ سکڑ جاتا ہے اور صرف مادّی کائنات تک ہی محدود ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے وجود کا تصور بھی مغربی فلسفے میں محدود ہو گیا اور اب ان کے ہاں وجود صرف وہ ہے جو مادی ہو، جسمانی ہو اور جگہ گھیرتا ہوا اور وہ متاثر بھی ہو۔ زیادہ وسیع معنی میں وجود ہونے کا مطلب ہے زمانی اور مکانی ہونا۔ وجود کی اس تعریف کی وجہ سے روح 'فرشتے' جنّ اور خدا کا وجود ان کے لیے مشکوک ہے اس لیے کہ یہ وجود کی اس محدود تعریف پر پورا نہیں اترتے۔ وجود کی اس محدود تعریف کی وجہ سے وہ کسی بھی ایسی چیز کو ماننے کے لیے تیار نہیں جو اس تعریف پر پورا نہ اترتی ہو۔ لہٰذا مغرب نے Existence کے وجود کو مادّے میں Reduce کر دیا ہے۔ وجود کی اس تخفیف کی وجہ سے وہ بے شمار چیزوں کی توجیہ کرنے سے قاصر ہیں۔

اسلامی تصور وجود

اسلامی فلسفہ چونکہ اپنے مزاج اور انداز میں وسعت رکھتا ہے۔ اس لیے یہی وسعت اس کی اصطلاحات میں بھی نظر آتی ہے۔ اور وہ چیزوں کے تمام پہلوؤں کو مدّ نظر رکھتے

Marfat.com

ہوئے ان کو وسیع تناظر میں دیکھتا ہے۔ اسلامی فلسفے میں وجود صرف مادّے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی تین قسمیں ہیں:

۱- واجب الوجود

۲- ممتنع الوجود

۳- ممکن الوجود

۱- واجب الوجود

ایسا وجود جس کا ہونا لازم ہو اور اس کا عدمِ ممتنع ہو۔ اس کا ہونا کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور اس کا وجود کسی دوسرے وجود سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہ وجود تمام اثرات سے پاک اور تمام احتیاجات سے مبرا ہوتا ہے اور وہ وجود اس مادّی وجود کی نوع (Category) ہی میں شامل نہیں، اس لیے اس واجب الوجود کو مادّی وجود پر پرکھنا دراصل ایک نوعی غلطی (Category Mistake) ہے۔

اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا وجود مسعود ہے۔

۲- ممتنع الوجود

ممتنع الوجود کا مطلب یہ ہے کہ جس کا وجود ممکن ہی نہ ہو بلکہ ممتنع ہو۔ آسان الفاظ میں جس کا نہ ہونا لازمی ہو اور اس کا عدم ضروری ہو۔ جس طرح واجب کا وجود لازمی تھا اسی طرح ممتنع کا عدم لازمی ہوتا ہے۔ واجب کا عدم ممتنع ہے اور اس کا وجود ممتنع ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا شریک ہونا جو ممتنع ہے اور کسی بھی صورت ممکن نہیں۔

۳- ممکن الوجود

ممکن الوجود سے مراد وہ وجود ہے جس کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کا اختتام بھی ہوتا ہے اس لیے اس کا امکان بھی ہوتا ہے اور وہ وجود پذیر بھی ہوسکتا ہے اور وہ معدوم بھی ہوسکتا ہے۔ نہ اس کا اس وجود لازمی ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا عدم لازمی ہوتا ہے بلکہ اس کے ہونے

Marfat.com

اور نہ ہونے دونوں کا برابر امکان ہوتا ہے اور یہ وہ وجود ہے جو مادّی ہوتا ہے اور یہ متاثر ہوتا ہے اور مغرب نے اسی کو وجود سمجھا ہوا ہے حالانکہ وجود اس سے بڑھ کر بھی ہوتا ہے۔

مادّہ (Matter)

مغربی تصور

جدید مغربی فکر میں مادّہ ہی وہ واحد شئی ہے جو حقیقی ہے اور یہ کائنات مادّہ کی مختلف شکلوں ہی کا اظہار ہے۔ جدید مغربی فکر کے مطابق مادّے کے علاوہ کوئی چیز حقیقی نہیں ہے اور یہ مادہ ازلی اور ابدی ہے۔ مادّے ہی سے کائنات کی ابتداء ہوئی ہے اور یہ مادّہ ہی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا، صرف اس کی صورتیں بدلتی رہیں گی۔ یہ انسان بھی مادّے ہی کا ایک ڈھیر ہے اور اس مادّے ہی سے حیات نمودار ہوئی ہے اور یہ مادّہ ہی اس حیات کا خالق ہے اس کا کوئی خارجی خالق نہیں ہے اور نہ ہی مادّے میں کوئی خارجی تصرف کارفرما ہے بلکہ یہ تمام خارجی اور غیر مادّی تصرفات سے آزاد ہے۔ اس کائنات اور مادّے کے اپنے اصول ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق یہ کائنات ترقی کی طرف گامزن ہے اور کائنات کی تمام ترقی مادّی ہے۔ اس لیے مغرب میں تمام انسان اسی ازلی اور ابدی حقیقت کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی کا محور صرف اور صرف مادّہ ہے اور اس مادّے کی ترقی ہی ان کی زندگی کا لائحہ عمل بن چکا ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں مادّہ کوئی مطلق یا حتمی حقیقت نہیں بلکہ اس کی حیثیت عارضی اور متناہی ہے۔ لامتناہی اور مطلق حقیقت دراصل اس مادّے کے پیچھے کارفرما ایک ایسی ہستی ہے جو اس مادّے کی خالق ہے اور یہ مادّہ اس کی مخلوق ہے اور اسی وجہ سے یہ عارضی ہے۔ اس کی

Marfat.com

ایک دن تخلیق ہوئی تھی اور اسی طرح ایک دن یہ فنا ہو جائے گا۔ یہ مادّہ ازلی اور ابدی نہیں اور نہ ہی اس مادّے سے وجود میں آنے والی کائنات قدیم ہے بلکہ حدث اس کائنات کا مقدر ہے اور ازلی اور ابدی حیثیت ایک ہی ہستی کو حاصل ہے اور وہی ہستی حدث سے پاک اور قدیم ہے اور وہ ہستی اللہ عزوجل کی ہے۔ یہ مادّہ خود مختار بھی نہیں ہے بلکہ اس میں خدا کی خدائی کارفرما ہے اور جس ہستی نے اسے تخلیق کیا وہی اس میں تصرف کا حق بھی رکھتی ہے۔ مسلم فکر میں اصل ترقی مادّی ترقی نہیں بلکہ اصل ترقی روحانی ترقی ہے۔ مادّی ترقی کی حیثیت ثانوی ہے اور نہ ہی مادّی کامیابی مسلمانوں کا اصل ہدف ہے بلکہ ان کی زندگیوں کا اصل مطمح نظر اخروی کامیابی ہے۔

حیات (Life)

مغربی تصور

جدید مغربی فکر میں حیات کسی کی تخلیق نہیں ہے اور نہ ہی یہ خارج سے مادّے میں آتی ہے بلکہ یہ مادّے کی ہی ایک ارتقائی شکل ہے اور مادّے ہی سے نمودار ہوئی ہے اور یہ مادّے تک ہی محدود ہے۔ مادّے سے الگ کسی قسم کے تصورِ حیات کے وہ قائل نہیں ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ مادّی حیات ہی تمام حیات ہے اور یہ دنیوی زندگی ہی بس زندگی ہے اس مادّی حیات اور دنیاوی زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اخروی تصورِ حیات نامی چیز ان کی فکر میں ہے۔ موت آ کر اس زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہے جب یہی زندگی ان کے نزدیک تمام زندگی ہے تو ان کا کہنا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اس زندگی سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھا لیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جو قیمت بھی ادا کرنی پڑے وہ کر دی جائے۔ یوں ان کی زندگی کا اصل مقصد لذت اور خواہش کا حصول ہے

Marfat.com

اوراسی کے حصول کے لیے مغرب نے مذہب جیسی عظیم نعمت کی بھی قربانی دے دی ہے۔اس تصورِ حیات کی وجہ سے اصلِ مغرب کی زندگی معنویت اور رومانیت سے خالی ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں حیات محض مادّے کی ارتقائی شکل نہیں بلکہ یہ خدا کی دین ہے اور خدا اس حیات کا خالق ہے۔اس لیے اسلامی فکر میں اس زندگی پر اس کے خالق ہی کا حق ہے اور یہ اس کے احکام کے مطابق ہی گزاری جائے گی۔حیات کا تعلق صرف اس دنیا یا پھر مادّی زندگی تک محدود نہیں بلکہ اس مادّی زندگی کے بعد ایک اخروی زندگی ہے اور وہی اصل زندگی ہے۔ یہ دنیوی حیات تو محض اس زندگی کے لیے امتحان گاہ ہے۔اصل حیات تو اس مادّی زندگی کے خاتمہ پر شروع ہوگی اور موت آ کر زندگی کو ہمیشہ کے لیے ختم نہیں کرتی بلکہ وہ تو ہمیں اخروی زندگی کی طرف منتقل کرتی ہے۔موت سے صرف مادّی زندگی کا خاتمہ ہے اور اسی خاتمے پر اخروی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے۔مسلمان آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عارضی زندگی گزارتا ہے اور یہ تصورِ آخرت ہے جو انسانی زندگی میں معنویت اور مقصدیت کے رنگ بھرتا ہے اور حیات کو معنویت اور روحانیت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

صداقت (Truth)

مغربی تصور

مغربی فکر میں حق (Fact) کو سچ کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔اس لیے ان کے نزدیک جو فیکٹ ہے وہی صداقت ہے اور فیکٹ کا تعلق تجربے سے ہے یعنی مغربی فکر میں سچ ہمیشہ حسی ہوگا۔جو چیز نظر آ سکے گی یا پھر مدرکات کی گرفت میں آئے گی وہی فیکٹ ہوگا اور جو فیکٹ ہے وہی صداقت ہوگی۔اس طرح وہ صداقت کے تصور کو بھی سائنسی تصورِ حقیقت

Marfat.com

تک محدود کر دیتے ہیں کہ جو چیز قابل تصدیق ہوگی وہ صداقت کے پیمانوں پر پورا اترے گی اور جو تجربہ کہے گا وہی سچ ہوگا۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک سچ اور صداقت بدلتے رہتے ہیں کیونکہ سائنسی تجربے میں تغیر آتا ہے اور مدرکات کے نتائج بھی بدلتے ہیں لہٰذا سچ بھی بدل جائے گا۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں صداقت کا تعلق حقیقت سے ہے نہ کہ تجربے اور تصدیق سے..... سچ وہ ہے جو اصل میں ہے جب کہ فیکٹ وہ ہوتا ہے جو کہ نظر آتا ہے۔ مثلاً کائنات میں کروڑوں ستارے ایسے ہیں جن کی روشنی ہم تک اربوں سالوں میں پہنچتی ہے اور ان میں ہزاروں تباہ ہو چکے ہوں گے اس کے باوجود ہمیں وہ ہر رات چمکتے دمکتے نظر آتے ہیں ایسے کسی ستارے کا رات کو وہاں نظر آنا فیکٹ ہے لیکن حقیقت میں اس وقت وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ اس کا اپنی جگہ نہ ہونا سچ ہے۔

مغربی تصور صداقت گویا دیکھنے سننے کا محتاج ہے یا پھر حسّی تجربے کے بغیر ادھورا ہے جب کہ اسلامی فکر میں صداقت کسی چیز کی محتاج نہیں بلکہ وہ حقیقت کی عکاس ہوتی ہے۔ بہت سی حقیقتیں اور صداقتیں ہمارے تجربے اور حس ادراک سے ماوراء ہوتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حقیقتیں یا صداقتیں نہیں ہیں۔ ہمارے احساسات ایک حقیقت ہیں لیکن وہ ہماری حس ادراک میں نہیں آتے لیکن ان کا وجود ایک صداقت ہے جو کہ غیر حسی اور غیر تجربی ہے۔ بالکل ایسے ہی تصورِ خدا ہے اور اس کا وجود ہے وہ بھی صداقت ہے لیکن مدرکات کی گرفت سے ماوراء ہے۔

Marfat.com

روح (Soul)

مغربی تصور

مغربی فکر میں ایک طرف برکلے ہے جس کا کہنا ہے کہ مادّہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ صرف دھوکا اور فریبِ نظر ہے۔ ایک ہی چیز وجود رکھتی ہے اور وہ نفس ہے۔ ایک خدائی نفس ہے اور ایک انسانی نفس ہے۔ دوسری طرف ہیوم ہے جس کا کہنا ہے کہ وجود صرف مادّے کا ہے اور ذہنی عمل بھی حواس ہی کا نتیجہ ہے اور یہ مناسب کے اصول کے تحت کام کرتا ہے۔ روح نامی کوئی چیز انسانی وجود میں موجود نہیں ہے۔ یہ محض ایک داستان ہے جو مذہبی لوگوں نے اپنے دفاع اور لوگوں کے دماغ قابو کرنے کے لیے گھڑی ہے، یہ ایک روایت ہے جسے لوگ بلا سوچے سمجھے بغیر کسی دلیل کے مانتے چلے آرہے ہیں ورنہ آج تک کسی کو نہ اس کا حقیقی علم ہوا ہے اور نہ ہی اسے کسی نے کسی علمی بنیاد پر ثابت کیا ہے۔ انسان بس ایک مشین ہے جو اپنا وقت پورا کر کے مر جاتا ہے۔ انسان وہی ہے جو کہ نظر آتا ہے ایسا کچھ نہیں ہے جو کہ خارج سے اس میں داخل ہو یا پھر داخل سے خارج ہو بلکہ جو ڈھانچہ نظر آرہا ہے یہی اس کی حقیقت ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں انسان نہ تو صرف مادّے کا ڈھیر ہے اور نہ ہی محض نفس ہے بلکہ انسان ان کا مجموعہ ہے اور یہی معتدل فکر ہے۔ انسان میں ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کو اور اس کے رویوں کو کنٹرول کرتی ہے وہی شعور ہے اور وہی طاقت نفس ہے اور اسی کو ہی روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان کی سوچ، تخیل، شعور اور آگاہی کا تعلق اس کی روح سے ہے اور اس روح کی موجودگی اور کارفرمائی کا نام ہی زندگی ہے اور یہ روح دراصل امرِ خداوندی ہے۔

Marfat.com

اس کے امر سے زندگی ملتی ہے اور اسی کے امر سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ موت اس امرِ الٰہی کا انسان سے لوٹ جانا ہی ہے اور پھر ایسا نہیں کہ موت سے یہ روح بھی مر جاتی ہو بلکہ یہ روح عالمِ ارواح میں منتقل ہو جاتی ہے۔

تصورِ انسان

مغربی تصور

مغربی فکر و فلسفہ کی کمزوری اور خامی یہ ہے کہ وہ اشیاء اور تصورات کے مفہوم کو محدود کر دیتا ہے اور اس کا ہر قدم تقلیل "Reduction" کی طرف بڑھتا ہے اور معانی کی وسعت کو ختم کر دیتا ہے۔ جدید مغرب میں تصورِ انسان بھی اس تخفیف کا مسلسل شکار ہوتا چلا گیا۔ مغرب میں جدید انسان دراصل ایک کسری انسان ہے جس پر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ تخفیف اثر انداز ہوتی ہے اور وہ مسلسل تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جا رہا ہے اور انسان اپنی معنویت اور جامعیت سے محروم در محروم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مغرب نے انسان کو وقتی ضرورت اور اُبال کے تحت ہمیشہ نیا اور عارضی لبادہ پہنانے کی کوشش کی ہے لیکن ہر دفعہ اس نے انسان کو اس کے شرف سے نیچے ہی گرایا ہے۔

سب سے پہلے ڈیکارٹ نے انسان کی پہچان عقل سے کروائی اور یہ کہا کہ "Cogito ego sum" یعنی "I think therefore I am" یعنی 'میں سوچتا ہوں اس لیے میں ہوں'۔ اس نے انسان کی بنیاد عقل پر رکھی اور کہا کہ میرا سوچنا ہی دراصل میرا انسان ہونا ہے اور انسان کا تعارف ایک عقلی انسان کے طور پر کروایا۔ یہ وہ پہلی کسر تھی جس کی وجہ سے انسان ایک مکمل انسان کے بجائے صرف عقلی انسان تک محدود ہو گیا۔ انسان کو جب اس کی کاملیت سے الگ کر کے جزوی طور پر متعارف کرایا گیا تو انسان اپنی

Marfat.com

اصلی اور کلی پہچان سے محروم ہوگیا اور پھر اس جرأت رندانہ کے بعد مغرب میں انسان کی بندر بانٹ ہوئی اور پھر یہ تقسیم ہوتا چلا گیا۔ اور پھر اس کے بعد آگے انسان کا ایک افادی تصور سامنے آیا کہ انسان وہ ہے جو Productive ہو یعنی اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور بس یہی افادیت ہی اس کا کل سرمایہ قرار پایا۔ اور اس کے بعد انسان کی پہچان جذبات سے کرائی گئی کہ اصل انسان وہ ہے جو کہ جذباتی ہو اور یہی جذبات اور احساسات ہی انسان کا امتیاز ہیں "I feel therefore I am" رومینٹسزم والوں نے یہی انسان کی تعریف کی کہ میرا احساس ہی میرے انسان ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ جو احساسات سے خالی وہ دائرۂ انسان ہی میں شامل نہیں۔

عقلی انسان، افادی انسان اور جذباتی انسان کی تقسیم کے بعد انسان مزید تقسیم ہوگیا اور پھر یہ عقلی انسان ایک سیاسی انسان کے طور پر سامنے آیا اور انسان ہونے کا مطلب صرف سیاسی سوجھ بوجھ ہی رہ گیا اور انسان ہونے کا آخری مقصد کسی ریاست کا اچھا شہری ہونا بن کے رہ گیا۔ اسی طرح انسان ہونے کا مطلب صرف اس کے اچھے اخلاق تک محدود ہوگیا اور پھر آگے جا کر اس انسان کو جبلی انسان کے طور پر متعارف بھی کروایا گیا اور فطرت اور جبلت کے علاوہ انسان سے جڑی ہر چیز لغو اور بے معنی ٹھہر گئی اور انسان کا مقصد صرف اس کی جبلتوں کی تکمیل قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کے علاوہ ہر چیز اضافی ہے اور یہ جبلتیں بنیادی طور پر دو ہیں: ایک کا تعلق بھوک اور پیاس سے ہے تو اس سے آگے مزید معاشی انسان سامنے آیا جس کا مقصد صرف اور صرف پیٹ کی پرورش ہے۔ دولت اور آسائش ہی اصل میں انسان کا مقصدِ حیات ہے۔ دوسری جبلت جنس کی ہے تو اس سے جنسی انسان ابھر کر سامنے آیا کہ اصل انسان ہونے کا مطلب اس کی جنسی تسکین کا مہیا ہونا ہے.....اور یہاں پہنچ کر انسانیت مغرب میں تقریباً دم توڑ چکی ہے اور اب وہ بس انسان کے نام پر ایک دھبہ بن چکی ہے۔ یہ مغربی تصور انسان ہے جو مختلف مراحل سے گزر کر تقریباً انسانیت سے

Marfat.com

محروم ہوگیا۔

اسلامی تصورِ انسان

مغرب کے مقابلے میں اسلام جس انسان کا تصور پیش کرتا ہے وہ ایک مکمل انسان ہے جو کہ ہر قسم کی تقسیم سے پاک ہے اور وہ روحانی انسان کا تصور ہے جو کہ صدیوں سے قائم ہے اور چلا آ رہا ہے۔ اسلام انسان کو ایک کلیت میں دیکھتا ہے اور انسان کے شعور کی تمام سطحوں کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے اور پھر انسان کو اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز کرتا ہے۔

اسلام انسان کی جسمانی تخلیق کو بھی احسنِ تقدیم کا درجہ عطا کرتا ہے اور اس انسان کے خسارے اور اسفل السافلین ہونے کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ اسلام انسان کی تخلیق کا سبب اور مقصدِ حیات بھی پیش کرتا ہے اور وہ مقصد عبدیت ہے اور یہ عبدیت ہی انسان اور خدا کے رشتے کو بیان کرتی ہے کہ انسان دراصل عبد ہے اور اللہ اس کا معبود اور الٰہ ہے اور یہی اس کا ربّ ہے۔ اس کے لیے قرآن مجید میں بنیادی طور پر دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ پہلا بشر ہے اور بشر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ "Human Being" ہے۔ اس سے انسان کی جسمانی ساخت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ کھاتا ہے پیتا ہے اور ان جبلتوں کا محتاج ہے اور اس کا ایک بائیولوجیکل اسٹرکچر ہے۔ اس حساب سے تو سب بشر برابر ہی ہیں اور ایک جیسے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں بھی اسی لحاظ سے قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ "انا بشر مثلکم" کہ میں تمہارے جیسا بشر ہی ہوں اور اسلامی فلسفے میں علی شریعتی نے بھی، جو ایران کا مسلم فلسفی ہے، انسان اور بشر میں فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ بشر کئی طرح کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے اور جو انسان ان سے جتنا آزاد ہوتا چلا جاتا ہے وہ اتنا ہی انسان بنتا چلا جاتا ہے۔

اور پھر اس آزاد انسان کا خود کو مکمل طور پر اللہ کے سامنے سرنگوں کر دینا اس کو عبدیت کے مقام پر فائز کر دینا ہے۔ مکمل آزادی اور رضامندی کے ساتھ مکمل پیروی اور سرنڈر ہونا

Marfat.com

ہی عبد ہونے کی علامت ہے۔ اور اسلام انسان کو اس عبد ہی کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے اور یہ عبد ایک مکمل اور روحانی انسان ہے۔

وجودیت (Existentionalism)

مغربی تصور

مغرب میں جب عقل پرستی اور سائنس پرستی جیسے مذاہب ناکام ہوتے نظر آئے تو عین اس وقت ایک نئے مذہب کا ظہور ہوا اور وہ وجودیت کا ہے۔

وجودیت کی کوئی مخصوص تعریف کرنا نہ صرف یہ کہ مشکل بلکہ خود وجودی نقطۂ نظر کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی چیز کی تعریف کرنا اس کے ''جوہر'' کا بیان ہوتا ہے اور وجودیت کسی جوہر کو تسلیم کرنے پر ہی آمادہ نہیں۔

آسان لفظوں میں وجودیت بھی اصل میں تصورِ انسان ہی کو بیان کرتی ہے اور اس کا مطمع نظر انسانی وجود ہے۔ انسان کو وجودیت نے جدید مغرب میں ایک نئے انداز سے بیان کیا ہے۔ اس فکری تحریک کی ابتداء تو کرکیگارڈ سے ہوئی تھی لیکن اس کو عروج ژاں پال سارتر کی وجہ سے ملا۔

اور سارتر نے وجودیت کا بنیادی اور سب سے اہم اصول پیش کیا اور وہ سارتر کا تصورِ انسان ہی ہے۔ اس نے کہا کہ دنیا کی تمام چیزوں کا جوہر پہلے ہوتا ہے اور وجود بعد میں تخلیق کیا جاتا ہے لیکن انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ وجود جوہر پر مقدم ہے یعنی Existence Precedes Essence انسان کا وجود پہلے ہے اور جوہر بعد میں ہے انسان پہلے وجود میں آتا ہے، اپنی ذات کا سامنا کرتا ہے، اس کائنات میں ابھرتا ہے اور پھر کہیں اپنے جوہر اور تصور کی تخلیق بھی خود ہی کرتا ہے۔ انسان ابتداء میں کچھ نہیں

Marfat.com

ہوتا۔وہ انسان محض ہوتا ہے اور بعد میں انسان وہی کچھ ہوتا ہے جیسا کہ وہ خود کو بناتا ہے یعنی انسان کا کوئی خالق نہیں ہے جس کے ذہن میں اس کا کوئی نصب العین ہو بلکہ انسان اپنا خالق خود ہی ہے اور وہی وجود میں آنے کے بعد اپنا نصب العین خود ہی طے کرتا ہے اور انسان کی کوئی فطرت نہیں ہے جس کا وہ پابند ہو بلکہ وہ اپنی ذات کو خود متعین کرتا ہے۔ وجودیت انسان کو ہر قسم کی قدغنوں سے آزاد مانتی ہے اور آزادی اور مکمل خود مختاری کو اس کا شرف قرار دیتی ہے اور استناد کا بھی اپنا نیا مفہوم متعارف کرواتی ہے۔اس لیے وجودیت اور اس کا تصورِ انسان اسلامی فکر و فلسفہ سے متصادم ہے جس کی وضاحت اسلامی فکر اور اصطلاحات کے بیان میں ہو جائے گی۔

وجودیت اور اسلام

وجودیت نہ صرف اسلام بلکہ تمام روایتی مذاہب کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتی ہے اور خود کو ایک نئے مذہب کے طور پر پیش کرتی ہے اور یہ مذہب جس انسان کا تصور پیش کرتا ہے وہ انسان ملحد ہے اس لیے کہ اس کے تصور انسان سے خدا کا انکار لازم آتا ہے۔ وجودیت کے مطابق انسان کا وجود اس کے جوہر پر مقدم ہے جب کہ اسلام میں اس کے بالکل برعکس ہے کہ انسان کا جوہر پہلے ہے اور اس کا وجود بعد میں ہے۔اس لیے کہ اس کا ایک خالق ہے اور اس خالق نے ایک مقصد اور اسکیم کے تحت انسان کی تخلیق کی ہے اور وہی اس کا جوہر ہے جو کہ اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہے اور اس طرح تو خدا کا انکار ہو جاتا ہے کہ اس نے انسان کے وجود سے پہلے روح کی تخلیق کی جو کہ جوہر ہے اور اس کے نصب العین کی بھی اس سے پہلے تخلیق کی ایسا نہیں ہے کہ اسے بے مقصد اس دنیا میں پھینک دیا گیا ہو۔اسی طرح اس تصورِ انسان سے تقدیر اور علمِ خدا کا بھی انکار لازم آتا ہے اور تقدیر اور خدا تعالیٰ کی صفات کو نہ ماننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔اس لحاظ سے وجودیت اسلام اور اسلامی فکر سے متصادم ہے اور کوئی مسلمان وجودی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی وجودی

Marfat.com

مسلمان رہ سکتا ہے۔

اب ہم وجودیت کی بعض اصطلاحات کا تقابلی جائزہ لیں گے:

خودمختاریت (Autonomy)

مغربی تصور

مغربی وجودی فکر میں اور اس کے علاوہ دوسری مغربی فکری تحریکوں میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے خودمختاریت کا تصور۔ مغرب میں خودمختاری انسان کی صفت ہے اور اس کا حاصل ہے یعنی انسان اپنی فکر اور عمل میں خودمختار ہے وہ جس طرح چاہے اپنے آدرش بنائے اور جس طرح چاہے اپنی شخصیت کو پروان چڑھائے۔ اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے فیصلے میں جس طرح چاہے اپنا یہ اختیار استعمال کرے۔ وہ کسی ستم کی معاشرتی 'سماجی' روایتی اور مذہبی پابندی کا پابند نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی قدغن معنی رکھتی ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں انسان خودمختار نہیں ہے بلکہ یہ Autonomy انسان کی بجائے اس کے خالق کو حاصل ہے۔ اللہ کی ذات خودمختار ہے اور وہ ہر قسم کے قوانین سے ماوراء ہے۔ اس پر کسی کا کوئی حکم نہیں چلتا اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے بلکہ وہ ایک مستغنی ذات ہے اور بے پرواہ ہستی ہے۔ اور انسان تو اس کے حکموں کا پابند ہے اور وہ اس کے سامنے سربسجدہ ہوتا ہے اور اس کی خودمختاریت کا معترف ہے نہ کہ خودمختار ہے۔

Marfat.com

مستند و مصدقہ وجود (Authentic Being)

مغربی تصور

وجودیت میں استثناد کا معیار خود اپنا بنایا ہوا ہے اور وجودیت میں مستند وجود وہ وجود ہے جو سماج سے اوپر اُٹھ کر روایت اور مذہب کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دے۔ وہی معتبر ہے جو کسی قانون اور ضابطہ کو، چاہے وہ خدائی قانون یا ضابطہ ہو، ماننے سے انکار کر دے اور اپنا فیصلہ خد کرے، وہ انسان معتبر انسان اور وہ وجود مستند وجود کہلاتا ہے۔ روایت سے بغاوت اور عدمِ اعتماد کا نام تصدیقیت ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ میں مذہب سے بغاوت انسان کو معتبر نہیں بلکہ غیر معتبر بناتی ہے اور خدائی قانون اور ضابطہ کا انکار انسان کی بغاوت شمار ہوتی ہے بلکہ وجودیت کے بالکل برعکس وہ وجود معتبر وجود ہے جو خدا کے سامنے خود کو سرنگوں کر دے اور وہی انسان کامیاب ہے جو کہ اللہ کے حکموں کی پیروی کرے اور وہی وجود مستند وجود کہلانے کا حق دار ٹھہرتا ہے جو خود کو عبد کے مرتبہ پر فائز کرے۔ روایت سے الحاق اور اعتماد کا نام تصدیقیت ہے اسی لیے ہمارے ہاں اجماع کو اہمیت حاصل ہے۔

مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

مغربی تصور

جدید مغربی فلسفے نے مابعد الطبیعیات کو مسترد کر دیا ہے۔ مابعد الطبیعیات خالص

Marfat.com

معنوں میں آخری حقیقت مطلقہ کی تلاش کا نام ہے۔ مغرب میں جدید فلسفیانہ تحریکوں نے مختلف بنیادوں پر مابعد الطبیعیات کو ردّ کیا ہے مثلاً کانٹ نے علمیاتی بنیاد پر مابعد الطبیعیات کو ردّ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ انسانی ذہن کی ساخت ایسی ہے کہ اس سے صرف مظاہر (Phenomena) کا علم تو حاصل ہوسکتا ہے لیکن آخری حقیقت یا شئ فی نفسہ (Nomena) کا علم ممکن نہیں۔ تحلیلی فلسفے نے مابعد الطبیعیات کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ یہ نام نہاد جملے (Pseudo Proposition) ہیں اور اسے جوہریت کے فلسفے کے تحت غیر حقیقی قرار دیا اور یہ کہا کہ دنیا ایسے واقعات کی حامل ہے جو ہمارے عقیدوں سے بے نیاز ہے اور منطقی اثباتیت نے اسے لسانیاتی بنیاد پر بڑی شدت کے ساتھ ردّ کرنے کی کوشش کی اور مابعد الطبیعیات کا استرداد منطقی اثباتیت کی تحریک کا بنیادی مقصد تھا۔ منطقی اثباتیت والوں کا کہنا تھا کہ مابعد الطبیعیاتی تصورات مثلاً جوہر، صفت اور ماورائی حقیقت ..... وغیرہ کی اپنی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ تصورات صرف روزمرہ کی زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ مابعد الطبیعیاتی تصورات ایسے جملوں پر مشتمل ہیں جو بے معنی ہیں اور وہ ان شرائط پر پورا نہیں اترتے جن سے کوئی لفظ یا جملہ بامعنی ہوتا ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر و فلسفہ میں مابعد الطبیعیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ صرف اسلام ہی نہیں تمام مذاہب ان مابعد الطبیعیاتی تصورات ہی کی اساس پر کھڑے ہیں اور اسلامی فلسفہ علمی بنیادوں پر بھی مابعد الطبیعیات کو ثابت کرتا ہے اور اس کے علاوہ لسانیاتی بنیادوں پر بھی اس کی گنجائش نہ صرف پیدا کرتا ہے بلکہ ضروری اور لازمی قرار دیتا ہے۔

اور یہ مابعد الطبیعیات ہی تو دراصل فلسفہ ہے جس میں تمام بنیادی فلسفیانہ اصطلاحات اور نظریات زیر بحث آتے ہیں اور یہ مابعد الطبیعیات ہی ہے جو فلسفہ کا زیور ہے، اسے دوسرے علوم سے ممتاز کرتی ہے اور اسلامی فلسفہ اس مابعد الطبیعیات ہی کا مرہون

Marfat.com

منت ہے۔ منطقی اثباتیت نے جس بنیاد پر اس مابعد الطبعیات کو رد کرنے کی کوشش کی ہے وہ اس کا ''اصولِ تصدیق پذیری'' ہے۔ منطقی اثباتیت والے خود اس اصول کو ہی اپنے معیار پر ثابت نہیں کر سکے۔ اور اس طرح مابعد الطبیعیات دوسرے دروازے سے خود اس تحریک میں داخل ہو جاتی ہے۔

اصولِ تصدیق پذیری (Principle of Verification)

مغربی تصور

جدید مغربی تحریک منطقی اثباتیت نے کسی بھی جملے کے بامعنی ہونے کے لیے ایک اصول متعارف کروایا ہے جس کو وہ "Verifiability" تصدیق پذیری کا اصول کہتے ہیں اس اصول کے مطابق کوئی لفظ یا جملہ اس وقت "Meaningful" یا بامعنی ہوگا جب اس کی تصدیق تجربے سے ہو۔ اس طرح معنی کا تعین تجربے پر منحصر ہوا اگر کوئی چیز تجربے میں نہیں آتی تو اس کے لیے بولا جانے والا لفظ بے معنی ہوگا اور اگر کسی بھی لفظ کا خارج میں کوئی حوالہ موجود نہ ہو تو وہ لفظ بے معنی ہوگا لہٰذا صرف وہی لفظ اور جملہ بامعنی ہوگا جس کا خارج میں کوئی حوالہ موجود ہوگا۔ جیسا کہ ''درخت'' ایک لفظ ہے اور خارج میں اس کا ایک حوالہ (Reference) موجود ہے جو اس کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا یہ بامعنی ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر و فلسفہ میں کسی چیز کی معنویت اس کے خارجی وجود پر منحصر نہیں ہے بلکہ چیزوں کی معنویت مختلف انداز اور حوالوں سے نمایاں ہوتی ہے۔ اس کا تعلق صرف تجربے سے نہیں ہے بلکہ ہمارے احساسات بھی بہت سی چیزوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور اسی طرح نتائج بھی چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں اور وحی پر مشتمل علم بھی چیزوں کے معنی متعین کرتا ہے۔

Marfat.com

یہاں پر بھی وہی خامی ہمیں نظر آ رہی ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ مغرب میں چیزوں کو Reduce کیا جاتا ہے۔ یہاں پر معنویت کی تخفیف ہے کہ معنی کو صرف مادّی حوالہ تک محدود کر دیا حالانکہ اگر ہم اس کو ہی معیار مان لیں تو پھر محبت، نفرت، خوبصورتی، بدصورتی اور تمام احساسات کو بے معنی ماننا پڑے گا اور ان کا انکار کرنا پڑے گا جب کہ یہ وہ حقیقتیں ہیں جن سے عام انسان واقف ہیں اور وہ ان کے معانی جانتے ہیں جب کہ حقیقت میں ان احساسات کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ اور اسی طرح ان کے اس اصول کے مطابق خود منطقی ایجابیت والوں کا یہ اصول ہی بے معنی قرار پاتا ہے کہ اس ''اصولِ تصدیق پذیری'' کا خارج میں کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ جب خارج میں حوالہ موجود نہیں ہے تو پھر یہ بھی بے معنی ہوا۔ اس لیے جس طرح اس اصول کے معنی متعین کرنے کے لیے Meaning کے اس معیار کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا اسی طرح مابعد الطبیعیات کے معنی متعین کرنے کے لیے بھی اس کو معیار نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی مابعد الطبیعیات کو بے معنی قرار دیا جا سکتا ہے۔

تکوینیات (Cosmology)

مغربی تصور

کائنات کی اصل اور ماہیت کے بارے میں مغربی فلسفہ یہ ہے کہ یہ کائنات مادّے سے وجود میں آئی ہے اور اس کی تمام اشیاء ایٹم ہی کے ذرات سے مل کر بنتی ہیں کوئی چیز بھی غیر مادی نہیں ہے ساری کائنات مادے کی ہی مختلف شکلوں پر مشتمل ہے اور اس کی ابتدا اور Origin کے متعلق مغربی سائنسی فلسفیوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک بڑے دھماکے کی صورت میں معرضِ وجود میں آئی ہے جس کو سائنس میں ''Big Bang'' کہا جاتا ہے۔ اس دھماکے کے بعد زمینی سیارے کی ساخت اور مکانیت ایسی ہے جہاں پر زندگی نہ صرف ممکن ہے بلکہ

Marfat.com

وہ ارتقاء پذیر ہے۔اسی وجہ سے جدید مغربی مفکر ''Evolution'' کے قائل ہیں اوران کا کہنا ہے کہ انسان کوئی الگ سے پیدا کردہ مخلوق نہیں بلکہ یہ ایک خلیہ سے شروع ہونے والی کہانی کی آخری کڑی ہے۔اس کے علاوہ تمام جاندار درمیانی کڑیوں کے حامل ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ اس خلیے سے کیڑے، مچھلی اور پھر بحری سے برّی جانور اور پھر رفتہ رفتہ بندروں سے انسان وجود میں آیا ہے اور یہی ارتقائی قانون اس کائنات میں کارفرما ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ میں یہ کائنات ازلی وابدی نہیں بلکہ عارضی ہے اور یہ کائنات خودمختار نہیں بلکہ اس کی لگام اس کے خالق کے ہاتھ میں ہے اور یہ ایک تخلیق ہے۔اس کے خالق اور صانع نے اسے ایک مقصد کے تحت تخلیق کیا ہے یہ کسی اتفاقی حادثے کی صورت میں وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کے صانع نے اسے اپنے ارادے سے اورایک متعین وقت میں تخلیق کیا ہے اور پھر تخلیق کے بعد اس نے اس کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ اس میں آج بھی اس کا ارادہ اور امر کارفرما ہے۔پھر اس کی تخلیق کے بعد اس کے صانع نے اس میں زندگی کو بھی خود وجود بخشا اور حیات کو مختلف صورتوں اور جانداروں کی شکل میں نمودار کیا اور انسان کو بھی الگ حیثیت سے اپنے ارادے کے ساتھ تخلیق کیا۔انسان کا آغاز کسی خلیہ سے نہیں ہوا اور نہ ہی یہ بندروں کی اولاد ہے بلکہ تمام مخلوقات کو الگ الگ حیثیت سے تخلیق فرما کر اس نے اپنی خدائی کا اظہار کیا ہے۔

علمیات (Epistemology)

مغربی تصور

مغربی فلسفہ کی پہچان ہی دراصل علمیات ہے۔جدید مغربی فلسفہ کے بانی رینے ڈیکارٹ

Marfat.com

اور پھر اس کے بعد آنے والے مغربی فلسفیوں جیسا کہ اسپنوزا، لائبنیز، لاک، برکلے، ہیوم اور کانٹ وغیرہ نے بنیادی سوال ہی علم کا اُٹھایا ہے اور پھر اس سوال کے جواب کی اپنے اپنے انداز میں کوشش کی ہے لیکن ان سب میں مشترک اور مغربی فلسفہ میں بنیادی اہمیت کی حامل جو چیز قرار پائی وہ یہ ہے کہ علم کے حصول کی کوئی بھی صورت ہو، اس کا مآخذ انسان ہی قرار پائے گا۔ علم کا کوئی بھی قابلِ اعتماد ماخذ مابعد الطبیعیاتی نہیں ہوگا یا آسان لفظوں میں غیر انسانی نہیں ہوگا۔ علم کے تمام چشمے انسان ہی سے پھوٹیں گے اور علم کے متعلق کسی بھی خارجی ذرائع سے کوئی مدد نہیں لی جائے گی اور نہ ہی کوئی خارجی ذریعۂ علم قابلِ توجہ ہوگا۔ گویا مغربی فلسفے میں علمیات مابعد الطبیعات سے غیر متعلق اور کٹی ہوئی ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفے میں بنیادی چیز علمیات نہیں بلکہ مابعد الطبیعیات ہے اور یہی مابعد الطبیعیات اسلامی اور روایتی فلسفے کی پہچان ہے اور کوئی بھی اسلامی فلسفی مابعد الطبیعیات سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اسلامی فلسفے میں علمیات مابعد الطبیعیات سے کٹی ہوئی نہیں بلکہ اس سے جڑی ہوئی ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو اسلامی علمیات کو مغربی علمیات سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلامی فلسفے میں جب بھی علم کی بحث ہوگی اور اس کے مآخذ اور حدود کو طے کرنے کی کوشش کی جائے گی تو مابعد الطبیعیات ضرور زیرِ بحث آئے گی اور جب بھی مابعد الطبیعیات پر بات ہوگی تو علمیات ضرور زیرِ بحث آئے گی بلکہ اسلامی علمیات نکلتی ہی مابعد الطبیعیات سے ہے۔ اسلامی فلسفے میں علم کا کوئی بھی تانا بانا بُنا جائے وہ مابعد الطبیعیاتی تصورِ خدا سے آزاد نہیں ہوتا اور اسلامی فلسفہ میں علم کا دائرہ صرف انسان تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں خارجی عوامل کو بھی ایک مقام حاصل ہے اور پھر یہ دائرہ انسان سے نکل کر اس کے خالق تک پھیل جاتا ہے جس سے پھر وحی کا دروازہ کھلتا ہے اور پھر علم کی حتمی اور قطعی صورت سامنے آتی ہے

Marfat.com

جب کہ مغرب میں وحی جیسے حتمی اور قطعی علم کی کوئی حیثیت نہیں اور اسلامی فلسفہ میں اس کو بنیادی اور قطعی حیثیت حاصل ہے۔

عقلیت پسندی (Rationalism)

مغربی تصور

مغربی فلسفہ کی ایک خامی یہ ہے کہ یہ اعتدال کی حدود کو تجاوز کر جاتا ہے اور پھر افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ علمیات میں بھی مغربی فلسفہ افراط اور تفریط کا شکار ہوا ہے۔ مغربی فلسفہ کے بانی ڈیکارٹ نے ذرائع علم کے معاملے میں صرف عقل پر بھروسہ کر کے دوسرے تمام ذرائع علم کو مسترد کر دیا اور اس طرح اس نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ عقلیت پسندی اسی بے اعتدالی اور عقل کے بارے میں ضرورت سے زیادہ اعتماد کا اظہار ہے۔ اس عقلیت پسندی کے مطابق انسان خارج سے کوئی علم حاصل نہیں کرتا بلکہ تمام علم داخلی ہی ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت ہی سے اس کے اندر تمام چیزوں کے متعلق ''Innate Ideas'' جبلی اور فطری تصورات موجود ہوتے ہیں۔ انسانی تجربہ اور مشاہدہ اس علم کو بس کھرچ کر باہر لاتا ہے باہر سے اندر کچھ نہیں جاتا اور نہ ہی آلاتِ حس میں سے کوئی قابل اعتماد ہے لہٰذا انسانی علم کا منبع و مرکز صرف اس کے یہ فطری تصورات ہی ہیں۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ کی یہ خوبی ہے کہ یہ ہمیشہ اعتدال کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اور افراط اور تفریط کا شکار نہیں ہوتا، اسی وجہ سے علمیات میں بھی اسلامی فلسفہ انسان کو آخری حد تک مطمئن کرتا ہے اور اعتدال کے دامن کو تھامے انسان کو علم کی راہ دکھاتا ہے۔

اسلامی فلسفہ میں عقلیت پسندی کے حوالے سے اعتدال سے ہٹنے اور شدت پر مبنی نقطہ

Marfat.com

نظر کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ اسلامی فلسفہ خالی خولی عقلی گھوڑے دوڑانے کو بے عقلی قرار دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں ایک فطری اور معتدل علمیات کی بنیاد رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام تمام ذرائع علم کو قبول کرتا ہے اور پھر اس پر وحی کا پہرہ بٹھاتا ہے اور پھر اس کے سائے میں تمام ذرائع علم سے استفادہ کرتے ہوئے علم کے راستے ہموار کرتا ہے۔

اگر یہ بات کی جائے کہ ذریعۂ علم صرف اور صرف عقل ہے جیسا کہ عقلیت پسندوں کا دعویٰ ہے اور یہ ہی حتمی ہے تو اسلام اس کا ہرگز قائل نہیں۔ ہاں اگر صرف عقل نہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ عقل بھی ذریعہ علم ہے تو اسلامی فلسفہ اس کا خیر مقدم کرتا ہے۔

تجربیت پسندی (Empiricism)

مغربی تصور

مغربی فلسفہ کی ابتداء عقلیت پسندی ہی سے ہوئی تھی اور ڈیکارٹ کے بعد اسپینوزا اور لائبنیز بھی اسی نقطۂ نظر کے حامل رہے ہیں لیکن اس کے بعد علمیات میں ایک نیا نقطۂ نظر مغربی فلسفہ میں سامنے آیا اور وہ تجربیت پسندی ہے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ موجودہ مغرب اور مغربی فلسفہ اب عقلیت پسندی نہیں بلکہ تجربیت پسندی کی لپیٹ میں ہے۔

اور یہ تجربیت پسندی بھی اسی خامی کا شکار ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یعنی افراط اور تفریط۔ اس نقطۂ نظر کے قائلین کا کہنا ہے کہ علم صرف اور صرف تجربے اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی ذریعہ علم نہیں ہے۔ انسانی علم صرف انسانی حواس ہی سے ممکن ہے اور حواس خمسہ سے حاصل شدہ علم ہی قابلِ اعتماد اور یقینی ہے۔ حواس خمسہ کی تصدیق کسی بھی علم پر یقین کی مہر لگاتی ہے عقل اور وحی یا وجدان جیسا کوئی بھی ذریعہ علم کی بنیاد نہیں بن سکتا سائنسی اور موجودہ مغربی فلسفہ یہی راگ الاپ رہا ہے۔

Marfat.com

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ یہاں بھی اعتدال کی راہ اپناتا ہے اور حواس کو ذریعہ علم تو تسلیم کرتا ہے لیکن صرف اسے یقینی ذریعہ علم تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیے کہ حواس کی بیشتر معلومات حتمی نہیں ہوتیں اور دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ اسے ذریعہ علم تو مانا جائے کیونکہ اس سے علم حاصل ہوتا ہے لیکن حتمی ذریعہ علم نہیں کیونکہ حواس کی خبر غلط بھی ہوتی ہے مثلاً دور ہمیں آسمان زمین سے ملتا دکھائی دے رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں آسمان زمین سے نہیں مل رہا ہوتا۔ اسی طرح سورج ہمیں سمندر میں ڈوبتا اور ستارے ہمیں چمکتے نظر آرہے ہوتے ہیں لیکن دراصل نہ سورج سمندر میں ڈوب رہا ہوتا ہے اور نہ ہی ستارے جو ہمیں چمکتے دمکتے نظر آرہے ہوتے ہیں وہ سب چمک رہے ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ ٹوٹ کر تباہ ہو چکے ہوتے ہیں لیکن ان کی روشنی زمین پر دیر سے پہنچتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے حواس ہمیں یقینی علم فراہم نہیں کرتے۔ اسلام اور اسلامی فلسفہ حواس سے حاصل ہونے والی معلومات کو یکسر رد نہیں کرتا لیکن مکمل اعتماد بھی نہیں کرتا بلکہ اس کی معلومات کو وحی کے تناظر میں دیکھا جائے گا اگر یہ اس سے متصادم نہ ہو اور عقل کے خلاف بھی نہ ہو تو اسے قبول کرتا ہے۔ اسلامی فلسفہ میں علم کی ابتداء تجربے ہی سے ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد اس تجربے کو عقلی پیمانوں پر پرکھا جاتا ہے اور پھر عقلی تصورات کو وحی الٰہی کے تابع کیا جاتا ہے اور اس وحی ہی کو حتمیت اور قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔

وحی (Revelation)

مغربی تصور

مغربی فلسفہ جیسا کہ تجربیت پسندی سے واضح ہو چکا ہے ہر اس علم کو حتمی علم مانتا ہے

Marfat.com

جس کی بنیاد تجربی ہو اور اگر کسی چیز کا تجربہ نہ کیا جا سکا اور اسے لیبارٹری میں چیک نہ کیا جا سکے اور حواس اس کی گواہی نہ دیں تو وہ چیز یقینی علم کے دائرے سے خارج ہے اور وحی کے معاملے میں بھی ظاہر ہے کہ جب ان کے نزدیک کوئی بھی مابعد الطبیعیاتی وجود نہیں اور کوئی تصور خدا ہی وجود نہیں رکھتا تو پھر اس خدا اور مابعد الطبیعیاتی وجود سے جڑا کوئی علم کیسے ممکن ہے؟

اور ویسے بھی وحی خارجی اور غیر انسانی ذریعۂ علم ہے اور مغرب میں علم کے تمام ذرائع انسان ہی سے جڑے ہیں اس لیے مغربی فلسفہ میں وحی کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی اس سے حاصل ہونے والا علم قابلِ توجہ اور قابلِ اعتماد ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفے میں وحی ہی ہے جس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس وحی کی بنیاد پر حاصل ہونا والا تمام علم قطعی اور قابلِ اعتماد ہے اس لیے کہ وحی کا تعلق خدا سے اور خدا جو اس کائنات کا خالق اور مالک ہے اور وہ خدا علیم اور خبیر بھی ہے اسے ازل سے ابد تک کا تمام علم ہے اور اس کا علم غلطی سے پاک اور قطعی ہے اس لیے کہ وہ اس کائنات کا خالق ہے اور خالق کو اپنی تخلیق کا علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے ملنے والی تمام معلومات بھی قطعی ہوتی ہیں۔ وحی سے حاصل ہونے والے علم میں بھی قطعیت ہے اور وہ غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ اس لیے اسلامی فلسفہ میں وحی ہی کی بنیاد پر دوسرے علوم کو دیکھا جاتا ہے کیونکہ یہ قطعی ہے اور وہ ظنی ہیں۔ ہر وہ علم جو وحی کے خلاف ہوتا ہے اس کو غلط قرار دیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ قطعیت کے پیمانے پر پورا نہیں اتر رہا ہوتا۔

Marfat.com

عقل (Reason)

مغربی تصور

مغربی فلسفہ میں عقل کو بادشاہ مان کر تمام اختیارات اس کو سونپ دیے گئے ہیں اور اس کے علمبردار تنویری سوچ کے حاملین ہیں۔ ان کے نزدیک ہر چیز کو عقل کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا اور عقل ہی اس کے صحیح اور غلط ہونے کا فیصلہ کرے گی اور صرف وہی اقدام کیے جائیں گے جن کی عقل اجازت دے گی اور انسان کے تمام افعال و اعمال کی راہنمائی عقل ہی کرے گی۔ یہ عقل ہر چیز پر سوال اُٹھائے گی لیکن اس کو پرکھنے کا کوئی معیار نہیں ہے۔ یہ ہر قسم کے اعتراض سے بالاتر ہے۔ اس عقل ہی کی بنیاد پر مغربی فلسفے میں چیزوں کو قبول اور ردّ کیا جائے گا، اسی عقل ہی کی وجہ سے مغربی فلسفے میں مذہب، خدا، روح اور معجزے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی تصور یہ ہے کہ عقل انسان کی راہنمائی ضرور کرتی ہے لیکن یہ بھٹک بھی جاتی ہے۔ یہ انسان کی خواہشات کا شکار بھی ہو جاتی ہے اور یہ احساسات اور روحانیت کو یکسر مسترد کر دیتی ہے اور تنہا عقل ایک کھوکھلا مجسمہ ہے جسے مغرب میں پوجا جا رہا ہے۔ یہ خود کچھ بھی نہیں کر سکتی بلکہ یہ تو حواس کی معلومات کی محتاج ہوتی ہے۔ وہ اگر اسے معلومات فراہم کریں تو یہ کچھ کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر مکمل اعتماد خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

اسلامی فلسفے میں عقل وحی کے تابع ہے اور وحی کو عقل پر فوقیت حاصل ہے اور عقل کے تمام فیصلوں کو وحی کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا اور آخری فیصلہ وحی الٰہی ہی صادر کرے

Marfat.com

گی جب کہ مغربی فلسفہ میں جو خصوصیات وحی کو حاصل ہیں وہ تمام اس بے بس عقل کے سونپ دی گئی ہیں۔

حقائق اور مظاہر (Nomenon and Phenomenon)

مغربی تصور

جدید مغربی فلسفہ میں کانٹ ایک بڑا فلسفی ہے جس نے عقلیت پسندی اور تجربیت پسندی کے درمیان مطابقت کی کوشش کی اور کہا کہ علم کی ابتداء تو تجربہ ہی سے ہوتی ہے لیکن اس کی تربیت اور اس کی تکمیل عقل کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ انسانی ذہن کی ساخت ایسی ہے کہ یہ صرف مظاہر Phenomenon ہی کا علم حاصل کر سکتا ہے جو ہمیں بظاہر نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے حقائق کیا ہیں، اس کا علم انسان کی دسترس سے باہر ہے یہ فی نفسہٖ اشیاء یعنی حقائق کا علم حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس دنیا میں ممکن ہے کہ انسان حقائق کا علم حاصل کر سکے۔ اس طرح کانٹ نے ذرائع علم تو دونوں کو تسلیم کیا لیکن انسان کے علم کی حدود کو محدود کر دیا۔

اسلامی تصور

اسلامی فلسفہ نے جس طرح ذرائع علم میں فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور تمام ذرائع علم کو قبول کرتے ہوئے اس پر وحی کا پہرہ بٹھا دیا اسی طرح حدودِ علم میں بھی اسلامی فلسفہ وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اسلامی فلسفہ میں انسان مظاہر اور حقائق (Nomenon and Phenomenon) دونوں کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کا علم صرف مظاہر تک محدود نہیں بلکہ وحی جیسا ذریعۂ علم انسان کو حقائق کا بھی علم دیتا ہے اور یہ علم انسانی علم سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس کی حیثیت قطعی ہے۔ وحی ہی کی رہنمائی میں اس کائنات پر غور و فکر سے بھی

Marfat.com

حقائق کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی فلسفہ میں مظاہر ہی سے حقائق کا علم ممکن ہے۔ یہی مظاہر ہمیں حقیقت کی طرف نشاندہی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور وہ حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اس کو جاننا نہ صرف اسلامی فلسفہ میں ممکن ہے بلکہ اسلامی تصوف میں اس کا تجربہ بھی ممکن ہے اور اسلامی فلسفہ میں اقبال اسی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اسے تصوف کی اصطلاح میں وصول کہا جاتا ہے۔ یا پھر اس کے درجات میں سے فنا فی اللہ کا مقام ہے جس سطح پر یہ تجربہ ہوتا ہے۔

خالی سلیٹ (Tabitha Rasa)

مغربی تصور

مغربی فکر میں تجربیت پسند فلسفیوں کے ہاں ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کو لاک نے متعارف کروایا۔ اس کا کہنا ہے کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو مکمل طور پر کورا ہوتا ہے اور اس کا ذہن خالی سلیٹ کی مانند ہوتا ہے، اسے کسی چیز کا شعور نہیں ہوتا۔ داخلی طور پر وہ مکمل اندھا اور بے شعور ہوتا ہے اور پھر خارج سے جیسے جیسے تعامل ہوتا ہے اور تجربے سے اس خالی سلیٹ پر نکتے لگنا شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح اسے علم اور شعور حاصل ہوتا ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں ایسا نہیں ہے کہ انسان مکمل طور پر بے شعور پیدا ہوتا ہے اور کورے کاغذ کی طرح بالکل سفید ہوتا ہے اور اس کے ذہن کی سلیٹ مکمل خالی ہوتی ہے بلکہ اسلامی فکر و فلسفہ میں انسان چونکہ ایک اخلاقی وجود بھی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذہن میں پیدائش سے پہلے ہی بنیادی خیر و شر کا تصور ودیعت کر دیا ہے اور وہ فطری طور پر اس شعور کو لے کر دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لیے قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان

Marfat.com

کے دل و دماغ میں فجور اور تقویٰ کو الہام کر رکھا ہے۔ یہ خیر و شر نیکی اور بدی کا بنیادی تصور ہے جو انسان کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے اور انسان اسی لیے بغیر کسی کی راہنمائی کے جھوٹ کو غلط اور سچ کو ٹھیک سمجھتا ہے۔ ظلم کو ظلم اور عدل کو عدل انسان اسی شعور کی وجہ سے سمجھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کا معبود ہونا بھی انسان کی سرشت میں ودیعت ہے وہ ان چیزوں کے شعور کے ساتھ دنیا میں قدم رکھتا ہے۔

قدریات/اخلاقیات

مغربی تصور

مغربی فکر میں اخلاقیات کی تمام بنیادیں انسانی ہیں۔ انسان کے لیے کیا چیز اچھی ہے اور کیا چیز بری ہے، اس کا فیصلہ انسان خود کرے گا۔ انسان ہی اپنے لیے اچھے اور برے، صحیح اور غلط اور حلال و حرام کا معیار طے کرے گا۔ مختصر یہ کہ اخلاقیات کا سرچشمہ خود انسان ہے اور اخلاقیات میں کسی چیز کے صحیح اور غلط ہونے کی بجائے اس چیز اور عمل کے بارے میں انسان کا رویہ کیا ہے اور انسانی مفاد کتنا ہے اور لذت کتنی ہے۔ یہ چیز اہمیت رکھتی ہے اسی وجہ سے لذت اور مفاد بدلنے سے چیزوں کی قدری حیثیت بھی بدل جاتی ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں اخلاقیات کی تمام بنیادیں وحی پر مبنی ہیں۔ انسان کے لیے کیا چیز اچھی ہے اور کیا چیز بری ہے؟ اس کا فیصلہ انسان نہیں بلکہ انسان کا خالق کرے گا کیونکہ کسی بھی چیز کا خالق اور صانع اس چیز کے فائدے اور نقصان کو بہتر اور آخری حد تک ٹھیک مانتا ہے۔ انسان کے لیے صحیح اور غلط، خیر و شر اور صائب و غیر صائب کا معیار اسلامی فکر میں قرآن و سنت ہے اور اخلاقیات میں مفادات، لذت اور انسانی خواہشات کو کوئی حیثیت حاصل نہیں

Marfat.com

ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے۔ اسلامی فکر میں اخلاقیات ان سب محرکات سے ماوراء ہو کر خالصتاً فطری بنیادوں پر ہے اور ان میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں بلکہ یہ ازلی و ابدی ہیں اور یہ صرف وحی بنیاد ہی ہے جس کی بدولت سے اخلاقیات کو بین الاقوامی (Universal) اور معروضی (Objective) حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

خودمرکزیت (Egoism)

مغربی تصور

مغربی فکر میں Egoism 'انیغویت' 'ذاتیت' خودیت، خودمرکزیت کے تصور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کی وجہ سے اخلاقیات میں مختلف نظریات سامنے آئے۔

Egoism کے بھی مختلف تصورات ہیں لیکن یہ بات سب میں متفق ہے کہ اخلاقیات کی بنیاد ذاتی مفاد یعنی ''Self Interest'' پر ہے۔ صرف وہی چیز اخلاقی ہے جو ذاتی مفاد میں ہوگی اور جو چیز ذاتی مفاد میں نہیں ہوگی اسے غیر اخلاقی شمار کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ انسان چونکہ خودغرض (Selfish) ہے لہٰذا جو چیز اس خودغرضانہ معیار پر پورا اترے گی وہ ٹھیک، خیر اور صائب ہوگی اور جس چیز میں خودغرضی کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا' وہ چیز یا عمل غلط، شر یا غیر صائب ہوگا یعنی اخلاقیات کی کہانی ان کے نزدیک ذاتی مفاد سے شروع ہو کر ذاتی مفاد پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اسلامی تصور

ایثاریت (Altruism): اسلامی فکر میں ''Egoism'' یا خودمرکزیت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ انسانی نہیں بلکہ حیوانی ہے اور انسانوں کو حیوانی سطح پر اتارنے کا باعث اور محرک ہے کہ جیسے جانور صرف اپنا سوچتے ہیں اور جو کچھ اپنے لیے بہتر

Marfat.com

اور فائدہ مند ہوتا ہے اسے کرتے ہیں ور جو جانوروں کے مفاد میں نہیں ہوتا وہ سب کچھ وہ نہیں کرتے۔ اسلام انسان کو خود غرضیت سے نکال کر ایثار کی راہ دکھاتا ہے اور اس ایثاریت ہی کو انسان کا شرف بتاتا ہے کہ انسان میں انسانیت کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایثار کرتا ہے اور دوسروں کے لیے اپنے مفاداتِ کو قربان کرتا ہے۔ ذاتی مفادات پر اجتماعی اور دوسروں کے مفادات کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں زکاۃ، صدقات اور خیرات جیسے اعمال ہیں اور انفاق پر بہت زیادہ زور دیا گیا اور اس کو مومن کی نشانی بتایا ہے کہ وہ زکاۃ کو پورا پورا ادا کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ متقین وہ ہیں جو ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے زکاۃ ادا کرتے ہیں۔

اسلام میں نہ صرف یہ کہ دوسروں پر خرچ کرنے اور ایثار کی تلقین ہے بلکہ دوسروں کے لیے اپنے حق کو چھوڑ دینے کو اچھے اخلاق کی علامت بتایا گیا ہے کہ:

☆ جو تم سے قطعی تعلق کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔

☆ جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔

☆ اور جو تم سے (تمہارا حق) چھین لے تم اسے دے دو۔

اور اس ایثار ہی کی وجہ سے معاشرہ میں امن اور سکون ممکن ہے اور اسی ایثار ہی کی وجہ سے معاشرے سے مفلوک الحالی کا خاتمہ ممکن ہے اور اس ایثار ہی کی وجہ سے عدمِ توازن کے شکار معاشرے میں توازن ممکن ہے۔

مغربی فکر میں ایک طرف انسان کو خود غرض (Selfish) مان لیا گیا ہے اور اس کو اخلاقیات میں بنیادی محرک قرار دیا گیا اور دوسری طرف جمہوری اور ویلفیئر سوسائٹی کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ اگر انسان فطری طور پر خود غرض ہے تو وہ پھر اچھا شہری بن ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ اخلاقی مغالطات میں موضوعیت کا شکار ہے تو پھر معاشرے میں معروضیت کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

Marfat.com

عمومی لذتیت (Hedonism)

مغربی تصور

افقی (Horizontal)

مغربی فکر میں اخلاقیات دو سطحی ہیں یعنی وہ انسانی عقل اور تجربہ کی مرہون منت ہیں اور وہ ہر قسم کی خارجی اور آسمانی رہنمائی سے محروم ہوتی ہیں۔ مغربی اخلاقیات کے تمام سوتے زمین سے ہی پھوٹتے ہیں اور وہ صرف انسان ہی فراہم کرتا ہے۔

اسلامی تصور

عمودی (Vertical)

اسلامی فکر میں اخلاقیات کا تصور عمودی ہے یعنی اخلاقیات کی بنیاد آسمانی ہے اور وہ انسانی عقل اور تجربہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ انسان کو عقل فراہم کرنے والے کی طرف سے ملی ہوئی رہنمائی پر مبنی ہے۔ یوں اخلاقیات کا تعلق آسمانی وحی سے جڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے تمام اخلاقی اصول عمودی ہیں اور عقل بھی ان قوانین و اصول کی تصدیق کرتی ہے اور اس رہنمائی میں کسی انسانی خواہش کو کوئی دخل نہیں بلکہ وہ حقیقی اور فطری ہے اور یہ رہنمائی کسی خاص معاشرے اور قبیلہ تک بھی محدود نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔

افادیت پسندی (Utilitarianism)

مغربی اخلاقیات میں نظریہ افادیت کو اخلاقیات میں انقلاب کی حیثیت حاصل ہے۔

Marfat.com

اس نظریہ کو بینتھم نے پیش کیا اور پھر جان اسٹورٹ مِل نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اس میں بینتھم نے کہا ایک ہی اخلاقی اصول ہے اور اسے اس نے "The Principle of Utility" کا نام دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہمیں دو چیزوں میں انتخاب کرنا پڑے تو ہم اس چیز کو منتخب کریں گے، جس سے ہمیں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔ بینتھم کہتا ہے کہ لذت کے علاوہ کوئی چیز بھی قابلِ خواہش نہیں اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کرے۔ ہر وہ چیز جس میں لذت ہے وہ خیر ہے اور ہر وہ چیز جس میں لذت نہیں وہ شر ہے۔

اسلامی تصور

اسلامی فکر میں اس کے مقابلے میں اصل حیثیت انسانی لذت کو نہیں بلکہ اللہ کی رضاء کو حاصل ہے۔ ہر وہ امر جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے وہ خیر ہے چاہے اس میں جتنا بھی الم اور دکھ اُٹھانا پڑ جائے۔ کسی امر کے خیر ہونے میں انسانی لذت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ اصل حیثیت اللہ کی رضا کو حاصل ہے۔ اگر کسی امر سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو وہ امر کسی صورت میں خیر نہیں ہوسکتا چاہے اس سے جتنی بھی لذت اور خوشی حاصل ہو وہ شر ہی ہوگا۔

مغربی فکر میں لذت اور فائدہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس وجہ سے ان کے ہاں شراب نوشی اور حرام خوری جیسی چیزوں کو صرف لذت کی وجہ سے جائز اور ٹھیک سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام میں بنیادی چیز انسانی خواہش نہیں بلکہ مشیت الٰہی ہے اور حکمِ خداوندی ہے اسلامی فکر فرض شناسی اور فرضیت (Deontological) اور مغربی فکر (Teleological) ہے۔

نتائج پسندی

اسلامی فکر فرض شناسی اور مغربی فکر میں اخلاقیات نتائج پسندی پر مبنی ہے۔

Marfat.com

اچھے نتائج کی دوڑ میں اور خواہشات کی تکمیل کی بنیاد پر معاشرہ میں کسی صورت توازن نہیں پیدا ہوسکتا بلکہ خواہشاتِ بگاڑ اور مفاد پرستی انتشار کا سبب بنتی ہے۔ اگر سب لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خشیت کے لیے عمل کریں تو معاشرہ میں توازن پیدا ہوگا۔ بگاڑ اور انتشار کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ معاشرے میں امن سکون اور اتحاد بھی پیدا ہو جائے گا اور یہی اخلاقیات کا بنیادی مقصد ہے جو کہ مغربی اخلاقیات ہی سے نہیں بلکہ وحی پر مبنی اخلاقیات ہی سے ممکن ہے اور اسلام اس کے لیے ایک پورا نظام فراہم کرتا ہے بلکہ آپ ﷺ نے اپنی آمد اور بعثت کا مقصد ہی اچھے اخلاق سکھانا بتایا ہے۔

" انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"۔

"بے شک مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کروں"۔

Marfat.com

اسلام اور مغربی فکر و تہذیب میں

اصطلاحات و تصوّرات

کا ایک تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر محمد امین

مکتبہ البرہان

Marfat.com